

عزیز ترین

ایکشن مشن

PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ظہیر احمد



حقوق بحق ناشر محفوظ

سیرِ راہ

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کے لئے پبلشرز، مصنف، پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ نیا ناول "ایکشن مشن" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ناول کیسا ہے۔ ظاہر ہے اس کا فیصلہ آپ نے کرنا ہے کیونکہ آپ کی رائے ہی حتمی ہوگی۔ اگر آپ مجھ سے پوچھیں تو میں یہی کہوں گا کہ ایکشن پسند قارئین کے لئے یہ ناول کسی تحفے سے کم نہیں۔ جوں جوں کہانی آگے بڑھتی جائے گی آپ کے دل کی دھڑکنیں بھی تیز سے تیز تر ہوتی چلی جائیں گی۔ اس وقت تک یہ ناول آپ کے ہاتھوں میں رہے گا جب تک آپ اسے پڑھتے ہوئے آخری صفحے تک نہ پہنچ جائیں۔ یہ ناول نہ صرف ایکشن بلکہ ہر لحاظ سے آپ کے اعلیٰ معیار پر پورا اترنے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ قارئین اس دلچسپ اور ایکشن سے بھرپور کہانی سے پوری طرح لطف اندوز ہوں گے۔ اب آئیے اپنے خطوط کی جانب۔ جہازی ساز کے چھ صفحات پر مشتمل ایک بہت ہی دلچسپ خط موصول ہوا۔ اس کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

کھاریاں سے سردار انجم لکھتے ہیں۔ جناب یوسف قریشی صاحب۔ السلام علیکم! میں گزشتہ بیس سالوں سے عمران سیریز کا مطالعہ کرتا آیا ہوں۔ میرے پسندیدہ مصنف مظہر حکیم صاحب ہیں۔ ان کے ناول میں نے بار بار پڑھے ہیں۔ مجھے ہر بار لطف آیا۔ ظہیر احمد صاحب کے ناول گریٹ ایجنٹس اور اینگ وار بھی پڑھے۔ یہ دونوں ناول بھی پورے ہیں۔

ناشر ————— محمد یوسف قریشی
اہتمام ————— محمد بدل قریشی
قانونی مشیران ————— غلام مصطفیٰ قریشی
ملک محمد اشرف لاہور
طابع ————— پرنٹ یارڈ پرنٹرز لاہور
قیمت ————— 150/- روپے



مجھے بہت پسند آئے۔ لیکن ظہیر احمد صاحب کے دوسرے ناول ایسے نہیں ہوتے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ظہیر احمد صاحب کے وہی ناول خریدوں گا جو آپ شائع کریں گے۔ کیونکہ آپ کے ناول ہر لحاظ سے انتہائی معیاری ہوتے ہیں۔ لگتا ہے آپ لوگ بے پناہ محنت کرتے ہیں یا شاید آپ کا تجربہ انتہائی وسیع ہے اور اس سلسلے میں آپ ڈاکٹریٹ کی ڈگری رکھتے ہیں۔ اس کی ضرورت وضاحت کریں اور پلیز پلیز میرا یہ خط ردی کی نوکری میں نہ پھینکیں۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں گا۔ سنبھلے فرشتے، سپرائیٹ ڈریگن اور سمورائی بھی دلچسپ ناول ہیں۔

یہ ناول اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں۔ ان ناولوں کا انداز یکسر منفرد ہے۔ یہ بھی دلچسپ بات ہے۔ ہر روز ایک ہی کھانا کھانے کو ملے تو کوئی بھی بھڑک سکتا ہے۔ میری بات آپ سمجھ رہے ہیں نا۔ آپ کے نئے ناول بہت لیٹ آتے ہیں۔ پلیز دیر نہ کیا کریں۔ آپ کے آنے والے ناولوں کا میں یوں انتظار کرتا ہوں جیسے مجنوں اپنی لیلیٰ کا انتظار کرتا ہے۔ جواب ضرور دینا۔ ضرور۔ ضرور۔ خدا حافظ۔

تو محترم قارئین۔ آپ نے خط کا خلاصہ ملاحظہ فرمالیا۔ یہ خلاصہ ہے تو اصل کیا ہوگا۔ میں تو یہی کہوں گا۔

”کس قیامت کے یہ نام مرتے نام آتے ہیں۔“

اب اگلے ماہ تک کے لئے اجازت دیجئے۔

والسلام

یوسف قریشی

کافرستانی پرائم منسٹر اپنے جہازی سائز کے آفس میں بڑی سی میز کے پیچھے اونچی نشست والی کرسی پر بیٹھے تھے۔ ان کی آنکھوں پر مونے شیشوں کا چشمہ تھا اور وہ ایک ضخیم فائل پر جھکے ہوئے تھے اور فائل بڑے اسہاک اور گہری دلچسپی سے پڑھنے میں مصروف تھے کہ میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کی مترنم گھنٹی بج اٹھی۔

”لیس۔“ پرائم منسٹر نے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

”سر۔ چیف آف سیکرٹ سروس مسٹر شاگل تشریف لائے ہیں۔“

دوسری طرف سے ان کے ملٹری سیکرٹری کی مودبانہ آواز سنائی دی۔

”اوکے۔ انہیں اندر بھیج دو۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”لیس سر۔“ دوسری طرف سے ملٹری سیکرٹری نے جواب دیا

تو پرائم منسٹر نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور دوبارہ فائل پڑھنے میں

آگئی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک نفیس ٹرے تھی جس پر کافی کے دو گگ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے آگے آ کر خاموشی سے ایک گگ بڑی نفاست سے پرائم منسٹر کے سامنے میز پر رکھا اور دوسرا گگ شاگل کے سامنے رکھ دیا۔ شاگل نے سر ہلا کر اسے ٹھینکس کہا تو لڑکی مسکرا کر سر ہلاتی ہوئی پلٹی اور ٹرے لے کر کمرے سے نکلتی چلی گئی۔

”کافی پییں منسٹر شاگل۔“ پرائم منسٹر نے نظریں اٹھا کر شاگل سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیس سر۔ ٹھینک یوسر۔“ شاگل نے کہا اور گگ اٹھا کر بڑے محتاط انداز میں کافی سپ کرنے لگا۔ پرائم منسٹر نے بھی اپنا گگ اٹھایا اور فائل پڑھتے ہوئے وہ بھی کافی کے سپ لینے لگے۔ کمرے میں تقریباً دس منٹ تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر پرائم منسٹر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فائل بند کی اور اپنا سر کرسی کی پشت سے لگا کر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں جیسے وہ مسلسل ضخیم فائل پڑھ کر تھک گئے ہوں۔ شاگل خاموشی سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بے چینی مترشح تھی۔

”منسٹر شاگل۔“ پرائم منسٹر نے یکتخت سیدھے ہو کر شاگل سے مخاطب ہو کر کہا اور آنکھوں سے چشمہ اتار کر فائل پر رکھ دیا۔

”لیس سر۔“ شاگل نے ہمہ تن گوش ہو کر کہا۔

”کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کو کیوں بلایا ہے۔“ پرائم منسٹر نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

مصروف ہو گئے۔ چند لمحوں بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور شاگل اندر آ گیا۔ اس نے اندر آتے ہی پرائم منسٹر کو سیلوٹ کیا۔

”آئیں منسٹر شاگل۔ تشریف رکھیں۔“ پرائم منسٹر نے سر اٹھا کر شاگل سے مخاطب ہو کر کہا تو شاگل سر ہلا کر آگے بڑھا اور ان کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت اور الجھن کے ملے جلے تاثرات دکھائی دے رہے تھے۔

”آپ نے مجھے بلایا تھا سر۔“ شاگل نے پرائم منسٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”لیس منسٹر شاگل۔ چند لمحے ٹھہریں۔ اس فائل کے چند صفحات رہ گئے ہیں۔ میں انہیں دیکھ لوں پھر آپ سے بات کرتا ہوں۔“ پرائم منسٹر نے کہا تو شاگل نے اثبات میں سر ہلا دیا اور خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ پرائم منسٹر نے فائل پڑھتے ہوئے میز پر رکھے انٹرکام کا بٹن پر لیں کیا۔ اور رسیور کان سے لگا لیا۔

”لیس سر۔“ دوسری طرف سے ملٹری سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”شیلا سے کہو۔ دو گگ کافی پہنچا دے۔“ پرائم منسٹر نے فائل سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

”اوکے سر۔“ دوسری طرف سے ملٹری سیکرٹری نے کہا تو پرائم منسٹر نے رسیور رکھ دیا۔ اور ایک بار پھر فائل پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ چند لمحوں بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان لڑکی اندر

”لل۔ لیکن کیوں سر۔ میں نے ایسا کیا کر دیا ہے جس کے لئے آپ نے اور جناب صدر نے میرے لئے بغیر کسی جرم اور بغیر کوئی کورٹ مارشل کئے میری ہلاکت کا فیصلہ کر لیا ہے۔“ شاگل نے بری طرح سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”جرم۔“ پرائم منسٹر نے مسکرا کر کہا۔

”یس سر۔ کسی بھی مجرم کو کوئی بھی سزا اس کے کسی جرم پر ہی دی جاتی ہے۔ اس کے لئے بھی باقاعدہ ٹریبونل بنایا جاتا ہے۔ اس کے جرم کی نوعیت دیکھی جاتی ہے۔ پھر کیس اوپن کر کے اس پر باقاعدہ کیس چلایا جاتا ہے اور پھر جرم ثابت ہونے پر مجرم کو اس کے جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دی جاتی ہے جبکہ نہ میں نے کوئی جرم کیا ہے۔ نہ مجھ پر کوئی مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔ نہ میرا کورٹ مارشل ہوا ہے اور نہ ہی مجھ سے ایسی کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے جس کی پاداش میں مجھے سزا کے طور پر سیکرٹ سروس کے عہدے سے ہٹا دیا جائے جبکہ دوسری ایجنسیوں کی نسبت کافرستان کے لئے میری اور سیکرٹ سروس کی خدمات بے حد زیادہ ہیں اور میں نے کافرستان کے مفادات کو تحفظ دینے کے ساتھ ساتھ کافرستان کی بقاء اور سلامتی کے لئے بھی کچھ کیا ہے۔ جس سے ریکارڈ کی فائلیں بھری پڑی ہیں۔“ شاگل نے احتجاجاً اور تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

”آپ کن مفادات اور تحفظات کی بات کر رہے ہیں مسٹر شاگل۔ کیا مجھے آپ کو بتانا پڑے گا کہ آپ کی اور آپ کی سروس کی ناقص اور

”سوری سر۔ آپ نے مجھے فوری طور پر کال کر کے یہاں آنے کے لئے کہا تھا۔ ہماری ملاقات چونکہ پہلے سے کنفرم نہ تھی اس لئے سر۔“ شاگل نے جیسے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

”اوکے۔ کوئی بات نہیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں نے آپ کو کیوں بلایا ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”یس سر۔ ضرور سر۔“ شاگل نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”مسٹر شاگل۔ میں نے اور جناب صدر نے فیصلہ کیا ہے کہ سیکرٹ سروس کے چیف کے عہدے سے آپ کو فوری طور پر برخاست کر دیا جائے۔“ پرائم منسٹر نے شاگل کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ پرائم منسٹر کے الفاظ شاگل پر کسی بم کی طرح گرے تھے اور وہ بے اختیار چونک پڑا تھا۔ اس کا رنگ اڑ گیا اور اس کی آنکھیں یوں پھٹ پڑی تھیں جیسے ابھی اہل کر باہر آ گریں گی۔

”س۔ سر۔ یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ مم۔ میں۔ میں۔“ شاگل نے بری طرح سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”یس مسٹر شاگل۔ میں نے اور جناب صدر نے بہت سوچ سمجھ کر اور ملکی حالات کو مد نظر رکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔“ پرائم منسٹر نے انتہائی سنجیدگی سے کہا اور شاگل کے جسم پر لرزہ سا طاری ہو گیا۔ اس کی پیشانی پر یکنخت پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے اور اس کا رنگ اس قدر زرد ہو گیا جیسے اس کے جسم میں خون نام کی کوئی چیز باقی نہ رہ گئی ہو۔

کچھ پڑھنے کو نہیں ملا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے یہاں آ کر کافرستان کو جو ناقابل تلافی نقصانات پہنچائے ہیں کیا آج تک ان کا ازالہ ہوا ہے۔ ان کا مشن کافرستان کے کسی بڑے اور نامور سائنسدان کی ہلاکت کا ہو یا کسی میزائل اسٹیشن کی تباہی کا۔ وہ وادی مشکبار میں آئے ہوں یا ساندربن کے جنگلات میں گئے ہوں یا انہیں کسی ایجاد کو اڑانا ہو غرضیکہ وہ یہاں کسی بھی مقصد کے لیے آئے ہوں۔ وہ راستے میں آنے والی ہر دیوار کو گراتے پھلے جاتے ہیں۔ ہر طرف تباہی اور بربادی کے نشانات چھوڑ جاتے ہیں۔ آگ اور خون کا ایسا بازار گرم کرتے ہیں جسے روکنا آپ کے لئے مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر ان کی کارکردگی، تیز رفتاری اور ذہانت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب ان کے مد مقابل آپ کو لایا جاتا ہے۔ وہ آپ کو پرکھنے کی بھی حیثیت نہیں دیتے۔ آپ کے بچھائے ہوئے جالوں کو تار تار کر کے آپ کی سروں کی ہزاروں رکاوٹیں کھڑی کرنے کے باوجود وہ آسانی سے آپ کو مات دے جاتے ہیں۔ کیا یہ سب آپ کی نظر میں معمولی جرم ہیں۔ بے پناہ وسائل کے باوجود آپ کی سروں کی ان معاملات میں ناکامی، کافرستان کی تباہی اور کافرستان کے مفادات کا نقصان، اگر دیکھا جائے تو یہ اتنے بڑے بڑے جرم ہیں جن کی پاداش میں آپ کو اور آپ کی سروں کے ہر ممبر کو فوراً گولی مار کر ہلاک کر دینا چاہیے۔ مگر اس کے باوجود آج تک آپ کو اور آپ کی سروں کو کچھ نہیں کہا گیا۔ صرف چند ایک معاملات پر ہلکی پھلکی سزائیں دے کر

مایوس کن کارکردگی کی وجہ سے کافرستان کو کن کن پریشانیوں اور کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یوں تو کافرستانی سیکرٹ سروس بے حد منظم، فعال اور انتہائی طاقتور گردانی جاتی ہے مگر پاکیشیا سیکرٹ سروس اور خاص طور پر عمران کے مد مقابل آ کر کافرستانی سیکرٹ سروس کی کارکردگی نہ ہونے کے برابر بلکہ زیر و ہو کر رہ جاتی ہے۔ آپ بتائیں عمران اور اس کے ساتھی جب بھی یہاں اپنے کسی مشن کو پورا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ تو آپ کی سروں کی کیا حالت ہو جاتی ہے۔ وہ آپ کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ہر جگہ دندنا تے پھرتے ہیں۔ ان کا جو بھی مشن ہو کیا آپ کبھی انہیں مشن مکمل کرنے سے روک سکے ہیں۔ صرف یہی نہیں۔ آپ مجھے اتنا ہی بتا دیں کہ عمران کا کوئی ایک بھی ساتھی آپ کی سیکرٹ سروس کے ہاتھوں ہلاک ہو سکا ہے۔ ان کا گروپ چار افراد پر مشتمل ہو یا بیس افراد پر۔ وہ یہاں آ کر نہ صرف بھرپور انداز میں کام کرتے ہیں بلکہ آپ کی سیکرٹ سروس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اور اپنا مشن مکمل کر کے آسانی سے یہاں سے نکل بھی جاتے ہیں۔ یہ فائل جو میرے سامنے پڑی ہے دیکھ رہے ہیں آپ۔ یہ ضخیم فائل ان مشنز کے بارے میں ہے جو عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران نے یہاں آ کر مکمل کئے ہیں۔

اس فائل میں زیادہ تر مشنز ایسے ہیں جن میں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے خلاف آپ اور آپ کی سروں کام کر رہی تھی۔ مگر ان کی کامیابیوں اور آپ کی ناکامیوں کے سوا اس فائل میں مجھے اور

آپ کو ہر بار معاف کر دیا گیا کہ آئندہ کسی معاملے میں آپ دوبارہ کوئی ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ اپنے آپ کو سدھارتے ہوئے آپ اپنے اندر ان کے راستے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں گے مگر انہیں ہلاک کر کے ان کے منطقی انجام تک پہنچانا تو دور کی بات ہے۔ آپ کو آج تک کبھی اس بات کا بھی علم نہیں ہو سکا کہ وہ یہاں کب آتے ہیں اور کب جاتے ہیں۔ کیا یہ ہے آپ کی کارکردگی۔“ پرائم منسٹر نے غصے سے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے وہ نہ جانے کب سے غصے میں بھرے بیٹھے تھے۔ ان کی باتیں سن کر شاگل کے رہے سبے اوسان بھی خطا ہو گئے تھے۔ پرائم منسٹر نے جو باتیں کی تھیں اب جیسے اس کے پاس ان باتوں کا جواب دینے کے لئے کچھ بھی نہیں رہ گیا تھا۔

”یہ سب تو پرانی باتیں ہیں سر۔“ شاگل نے حوصلہ کر کے کپکپاتے ہوئے بڑے دھیمے لہجے میں کہا۔

”پرانی باتیں۔ ہونہ۔ کیا یہ صدیوں پرانی ہیں۔“ پرائم منسٹر نے سرد لہجے میں کہا تو شاگل کانپ کر رہ گیا۔

”مم۔ مگر سر۔ پچھلے چند برسوں سے آپ نے مجھے انڈر گراؤنڈ کر دیا تھا اور میری جگہ پنڈت نارائن کو سیکرٹ سروس کا چیف بنا دیا تھا۔ مجھ سے زیادہ کافرستانی سیکرٹ سروس کے وقار، اس کی کارکردگی کو کھوکھلا کرنے میں پنڈت نارائن کا ہاتھ تھا۔“ شاگل نے کہا۔

”میں جانتا ہوں۔ اسی لئے تو پنڈت نارائن کو فوری طور پر اس کے

عہدے سے الگ کر کے دوبارہ آپ کو سیکرٹ سروس کا چیف بنا دیا گیا تھا۔ آپ کو دوبارہ سیکرٹ سروس کا چیف بنانا ہماری مجبوری تھی کیونکہ کافرستان میں ہمیں ایسا کوئی انسان نہیں نظر آ رہا تھا جو عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو بہتر طور پر جانتا ہو اور انہیں سمجھ سکتا ہو اور وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے راستے کی دیوار بن سکتا ہو۔“ پرائم منسٹر نے غصے سے سر جھٹک کر کہا۔

”اوہ۔ اب۔ کیا اب آپ کو کوئی مل گیا ہے۔“ شاگل نے جیسے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

”نہیں۔ ابھی تک ہماری نظر میں ایسا کوئی آدمی نہیں آیا ہے جو کافرستان سیکرٹ سروس کو صحیح رنگ اور ڈھنگ سے سنبھال سکے۔“ پرائم منسٹر نے انکار میں سر ہلا کر کہا تو ان کی بات سن کر شاگل کی آنکھوں میں حیرت اٹھ آئی۔

”تب پھر آپ مجھے اس عہدے سے کیوں ہٹا رہے ہیں سر۔ اگر مجھے چیف کے عہدے سے سبکدوش کر دیا گیا تو کافرستان سیکرٹ سروس کو کون سنبھالے گا۔ کیا آپ میری جگہ دوبارہ پنڈت نارائن کو لانا چاہتے ہیں۔“ شاگل نے کہا۔

”نہیں۔ ہمارا فی الحال پنڈت نارائن کو سامنے لانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”تو پھر سر۔“ شاگل نے کہا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت اور زیادہ گہری ہو گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر پرائم منسٹر

سے جائزہ لیا تھا جن کی وجہ سے ہمیں عمران اور اس کے ساتھیوں کے مقابلے میں شکست سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کی کارکردگی۔ ان کے کام کرنے کا انداز ان کا طریقہ کار اور ان کی تمام عادتوں کو اب میں نے بخوبی سمجھ لیا ہے۔ وہ کیا ہیں۔ کس طرح سے کام کرتے ہیں اور کن بنیادوں پر اور کس انداز سے سوچتے ہیں۔ میں نے ان سب کا ہار یک بنی سے موازنہ کیا تھا۔ پھر میں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ میں نے اکیمریمیا، گریٹ لینڈ، اسرائیل کرانس اور دوسرے بہت سے ممالک جہاں عمران اور اس کے ساتھیوں نے مشنز مکمل کئے تھے۔ وہاں کی بے شمار ایجنسیوں، سیکرٹ سروسز اور جرائم پیشہ تنظیموں سے معلومات حاصل کیں۔ میں نے ان معلومات کا بغور جائزہ لیا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ مجھ سے کہاں کہاں کوتاہیاں ہوئی تھیں اور وہ کیا وجوہات تھیں جن کی وجہ سے عمران اور اس کے ساتھی ہم پر سبقت لے جاتے تھے۔ تب میں نے سوچا کہ اگر مجھے دوبارہ ان کے خلاف کام کرنے کا موقع ملا تو میں اپنی تمام تر کوتاہیوں اور خامیوں کو دور کر کے ان کے خلاف ایسا کام کروں گا کہ انہیں حقیقت میں ناکوں چنے چبوا دوں گا۔ پھر جب میں نے دوبارہ سیکرٹ سروسز جوائن کی تو میں نے سیکرٹ سروسز کی ازسرنو تشکیل کی اور بڑی بڑی تبدیلیاں کر کے میں نے انہیں دوبارہ فعال کیا اور سیکرٹ سروسز میں ایسے افراد کو شامل کیا جو ہر قسم کا معاملہ ہینڈل کرنے، ہر قسم کی چھوٹیشن پر قابو پانے اور ہر طرح کی کارروائی کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ اور اب

کہنا کیا چاہتے ہیں۔ ایک مدت تک انہوں نے ہی اسے سیکرٹ سروس سے الگ رکھا تھا اور اس کی جگہ پنڈت نارائن کو چیف بنا دیا تھا۔ جس کے مقابلے میں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے کافرستان کو ناقابل تلافی نقصانات پہنچائے تھے اور پنڈت نارائن ان کا بال بھی بریک نہ کر سکا تھا۔ پھر ایک روز کافرستانی پرائم منسٹر نے پنڈت نارائن کا کورٹ مارشل کر کے اسے کافرستانی سیکرٹ سروس سے الگ کر دیا اور اس کی جگہ دوبارہ شاگل کو چیف بنا دیا تھا۔

شاگل کو کافرستانی سیکرٹ سروس کا چیف بنے ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے اور پاکیشیا سیکرٹ سروس اور عمران تو ایک طرف ابھی تو اس کے سامنے کوئی بھی کیس نہیں آیا تھا جس پر کام کر کے وہ اپنی اہمیت اور برتری ثابت کر سکتا۔ پھر آج پرائم منسٹر نے اسے بلا کر پھر چیف کے عہدے سے سبکدوش ہونے کا مژدہ کیوں سنایا تھا۔ اور وہ اس پر ان جرائم کا بوجھ کیوں لا رہے تھے جو پنڈت نارائن کے دور کے تھے۔ ”مستر شاگل۔ سب باتوں کے قطع نظر۔ آپ یہ بتائیں۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اگر عمران اور اس کے ساتھی دوبارہ کافرستان میں آئے تو آپ ان کا راستہ روکنے، انہیں ان کے کسی بھی مقصد میں کامیاب ہونے اور ان کے یہاں سے زندہ بچ کر نکل جانے کا ادراک کر سکتے ہیں۔“ — پرائم منسٹر نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”سر سیکرٹ سروس سے الگ ہو کر میں نے خود ہی اپنا احتساب کیا تھا۔ میں نے اور سیکرٹ سروس کے ممبران نے ان تمام پہلوؤں کا غور

تو کافرستان پر ایک بار پھر تباہی اور بربادی کے بادل منڈلانا شروع ہو جائیں گے۔ کافرستان کو ایک بار پھر خوفناک اور تباہ کن مراحل سے گزرنا پڑے گا۔ اس لئے میں نے اور صدر صاحب نے فیصلہ کیا ہے کہ اس سے پہلے کہ کافرستان کے مفادات کو نقصان پہنچانے والے مجرم یہاں آئیں۔ ان کا راستہ روکنے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کا انتظام کیا جاسکے۔ اس کے لئے ہمیں ایک ایسے انسان کی ضرورت ہے جو عمران اور اس کے ساتھیوں کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جائے اور انہیں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنے دے۔ اسی لئے ہم نے سیکرٹ سروس کو فعال اور انتہائی طاقتور بنانے کا سوچا ہے۔ آپ چونکہ ان سے بارہا شکست کھا چکے ہیں۔ اس لئے ہم آپ کی جگہ کسی ایسے شخص کو سیکرٹ سروس کا چیف بنانا چاہتے ہیں جو ان سے بڑھ کر خوبیوں کا حامل ہو۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”سر۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سلسلے میں جناب صدر سے بات کروں۔“ شاگل نے کہا۔

”کیا مطلب۔ تم صدر صاحب سے کیا بات کر دگے۔“ پرائم منسٹر نے چونک کر کہا۔

”سر۔ میں نے آپ کو بتایا ہے نا کہ میں اپنی تمام تر خامیوں کو دور کر چکا ہوں۔ میں نے سیکرٹ سروس کے ممبران کو بھی بدل لیا ہے۔ اس کے علاوہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو جس حد تک میں سمجھتا اور جانتا ہوں اتنا کوئی اور نہیں سمجھتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر مجھے صرف ایک

میری سروس اس قدر فعال، طاقتور اور باصلاحیت ہو چکی ہے کہ اب عمران اور اس کے ساتھی تو کیا ہمارے مقابلے پر اسرائیل اور اکیمریمیا کے ایجنٹس بھی آجائیں تو ہم ان کا فوراً احاطہ کر کے ان کا قلع قمع کر سکتے ہیں اور سراب جبکہ ہماری سیکرٹ سروس اس قدر پاورفل، فعال اور ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے اور ہر قسم کے معاملات سنبھالنے کی اہل ہو گئی ہے تو آپ سیکرٹ سروس ختم کر رہے ہیں۔“ شاگل ر کے بغیر تیز تیز بولتا چلا گیا۔

”میں نے سیکرٹ سروس ختم کرنے کی کوئی بات نہیں کی۔ میں نے سیکرٹ سروس کے چیف یعنی آپ کو سیکرٹ سروس سے الگ کرنے کا کہا ہے کیونکہ ہمارے سامنے ایک ایسا مسئلہ آ گیا ہے جس پر مجھے اور صدر صاحب کو یہ خدشہ ہے کہ شاید ایک بار پھر عمران اور اس کے ساتھی کافرستان آئیں گے۔“ پرائم منسٹر نے کہا تو شاگل بری طرح سے چونک پڑا۔

”اوہ۔ اس خدشے کی بنیاد کیا ہے سر۔“ شاگل نے کرسی پر بے چینی اور اضطراب بھرے انداز میں پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ کسی خیال کے تحت اس کی بھی ہوئی آنکھوں میں جیسے نئی روشنی سی پھوٹ پڑی تھی۔ اور اس کا زرد ہوتا ہوا چہرہ پھر سے بحال ہونا شروع ہو گیا تھا۔

”بنیاد بہت گہری ہے۔ میں اس کا آپ سے کوئی ذکر نہیں کروں گا۔ میں خدشے کی بات کر رہا ہوں اور ہمارا یہ خدشہ اگر سچ ثابت ہو گیا

جاتی اس وقت تک میں آپ سے کوئی بات شیئر نہیں کر سکتا۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے ویٹنگ روم میں تشریف رکھیں۔ میں صدر مملکت سے بات کرتا ہوں۔ پھر ان کا جو فیصلہ ہوگا۔ اس سے آپ کو بھی آگاہ کر دوں گا۔“ پرائم منسٹر نے سخت لہجے میں کہا تو شاگل کا چہرہ ایک بار پھر بجھ گیا اور پھر وہ اٹھا اور پرائم منسٹر کو سیلوٹ کر کے ان کے آفس سے باہر آ کر ویٹنگ روم کی جانب بڑھ گیا۔

اس کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید پریشانی اور الجھن مترشح تھی اور اس کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ صدر مملکت، پرائم منسٹر کی بات مان جائیں۔ عمران اور اس کے ساتھی جو نہ جانے کس مقصد کے لئے کافرستان میں آ رہے ہیں۔ وہ ایک بار پھر ان کے مد مقابل آنا چاہتا تھا اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر اسے موقع مل گیا تو وہ اس بار عمران اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ایسی تیز ترین اور تباہ کن کارروائیاں کرے گا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے کافرستان کی زمین پر قدم رکھنے بھی مشکل ہو جائیں گے۔ کیونکہ انہی کی وجہ سے اسے سیکرٹ سروس سے الگ کیا گیا تھا۔ ویسے بھی عمران اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ اس کا متعدد بار ٹکراؤ ہوا تھا اور وہ واقعی ان کے مقابلے میں قطعی طور پر ناکامیوں سے ہی دوچار ہوا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا کسی طرح عمران سے ٹکراؤ ہو جائے اور وہ اس سے گن گن کر بد لے لے۔ اور اب جبکہ عمران اور اس کے ساتھی پھر

موقع اور دیا جائے اور مجھے ان کے مد مقابل کھڑا کیا جائے تو میں ثابت کر سکتا ہوں کہ عمران اور اس کے ساتھی اب میرے سامنے ایک لمحے کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکیں گے۔ میں کافرستان کی زمین پر انہیں قدم نہیں رکھنے دوں گا۔ کافرستان کی زمین ان کے لئے اس قدر تنگ کر دوں گا کہ وہ اس بار کسی بھی طرح میرے ہاتھوں سے زندہ بچ کر نہیں جاسکیں گے۔“ شاگل نے قدرے جوش بھرے لہجے میں کہا۔

”ایسا آپ ہمیشہ کہتے رہے ہیں۔ مگر عملی طور پر آپ جو کچھ کرتے ہیں اس کے مثبت نتائج نہیں ملتے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”سر۔ یہ پہلے کی بات تھی۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ آپ ایک بار بلکہ آخری بار مجھ پر اعتماد کریں۔ اس بار میں ایسا انتظام کروں گا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو سوائے ناکامیوں اور ہلاکت کے کچھ نہیں ملے گا۔“ شاگل نے بڑے ملتیجیانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اگر آپ اس قدر خود اعتماد ہیں تو میں صدر صاحب سے خود بات کرتا ہوں۔“ پرائم منسٹر نے کہا تو شاگل کا بچھا ہوا چہرہ یکنخت کھل اٹھا۔

”سر۔ کیا آپ مجھے بطور ٹپ بتا سکتے ہیں کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کے کافرستان آنے کا خدشہ کیوں کیا جا رہا ہے۔“ شاگل نے کہا۔

”نہیں منسٹر شاگل۔ جب تک میری صدر مملکت سے بات نہیں ہو

”سر۔“ شاگل نے آفس میں داخل ہو کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

”آئیں۔“ پرائم منسٹر نے کہا تو شاگل آگے بڑھا اور پھر پرائم منسٹر کے اشارے پر وہ ایک بار پھر دھڑکتے دل کے ساتھ ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

”میری جناب صدر سے بات ہو گئی ہے۔“ پرائم منسٹر نے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

”یس سر۔“ شاگل نے ان کی جانب امید بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بڑے دھیمے لہجے میں کہا۔

”منسٹر شاگل۔ اس سے پہلے کہ میں آپ کو جناب صدر کا فیصلہ بتاؤں۔ میں آپ کو یہ بتا دوں کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کا کافرستان میں آنے کا خدشہ کیوں ہو رہا ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا تو شاگل کے چہرے پر یکلخت بشارت کے تاثرات نمایاں ہو گئے۔ پرائم منسٹر کے یہ الفاظ اس بات کا ثبوت تھے کہ انہیں صدر مملکت کی طرف سے اس کے لئے یقیناً کوئی مثبت جواب ملا ہے۔

”یس سر۔ پلیز سر۔“ شاگل نے بڑے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔ پرائم منسٹر نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میز کے نیچے ہاتھ لے جا کر کوئی ہٹن پریس کیا تو کمرے کے دروازے پر نہ صرف لاک لگ گیا بلکہ دیواروں پر ربڑ کی موٹی موٹی چادریں بھی چڑھتی چلی گئیں۔ پرائم منسٹر نے آفس کو مکمل طور پر ساؤنڈ پروف کر دیا

کسی مقصد کے لئے کافرستان آنے والے تھے تو پرائم منسٹر اور کافرستانی صدر نے اسے ایک بار پھر اس کے عہدے سے ہٹانے کا مژدہ سنا دیا تھا۔ سیکرٹ سروس سے دوسری بار الگ ہونے کے خیال سے ہی شاگل کو پسینے آرہے تھے۔

وہ پریشانی کے عالم میں ویٹنگ روم میں آ کر ایک آرام دہ صوفے پر بیٹھا بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ اس کے سامنے میز پر منرل واٹر کی بوتل اور تھیس گلاس پڑا تھا۔ لیکن وہ جب سے یہاں آیا تھا۔ اس نے پانی کی بوتل کی طرف دیکھا تک نہ تھا۔ اچانک اس کی نظر بوتل پر پڑی تو اس نے چونک کر اسے اٹھایا اور ڈھکن کھول کر پانی گلاس میں ڈالنے کی بجائے اس نے بوتل کو ہی منہ لگا لیا اور غٹا غٹ پانی پینے لگا۔ اسی لمحے ویٹنگ روم میں پرائم منسٹر کا ملٹری سیکرٹری داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی شاگل نے فوراً بوتل منہ سے ہٹائی اور میز پر رکھ دی۔

”سر آپ کو پرائم منسٹر یاد کر رہے ہیں۔“ ملٹری سیکرٹری نے مودبانہ لہجے میں شاگل سے کہا اور شاگل یہ سنتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھا اور ویٹنگ روم سے نکل کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا پرائم منسٹر کے آفس کی جانب چل پڑا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ شائد پرائم منسٹر نے صدر مملکت سے بات کر لی تھی اور صدر مملکت نے اس کے بارے میں نہ جانے کیا فیصلہ دیا تھا۔ یہی سوچتا ہوا وہ آگے بڑھا اور دوبارہ پرائم منسٹر کے آفس میں آ گیا۔ پرائم منسٹر کے چہرے پر بے حد سنجیدگی تھی۔

تھا۔

”یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ جہاں کافرستان ایک سے بڑھ کر ایک ایٹمی میزائل بنا رہا ہے وہاں پاکیشیا بھی اپنے ایٹمی میزائلوں کو جدید سے جدید بنانے اور انہیں مین ٹارگٹ پر ہٹ کرنے کے آئے دن تجربات کرتا رہتا ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے بے پناہ کامیابیاں بھی حاصل کر لی ہیں۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”لیس سر۔ اور جہاں تک میری معلومات ہیں۔ ان کی ٹیکنالوجی ہمارے میزائلوں کی ٹیکنالوجی سے کہیں زیادہ ایڈوانس ہے۔“ شاگل نے کہا۔

”ہاں۔ اور اس ٹیکنالوجی کو ایڈوانس کرتے ہوئے انہوں نے اپنے تمام میزائلوں کو کمپیوٹرائزڈ لائچرز میں ایڈجسٹ کرنا شروع کر دیا ہے۔ کمپیوٹرائزڈ لائچر ٹیکنالوجی انہیں حال ہی میں حکومت شوگران نے فراہم کی تھی۔ ان کمپیوٹرائزڈ لائچر کو کمپیوٹر لائچنگ سسٹم بھی کہا جاتا ہے جسے کوڈ میں سی ایل سسٹم بھی کہا جاتا ہے۔ سی ایل سسٹم کے تحت چلنے والے تمام میزائلوں کی رفتار نہ صرف دس گنا بڑھ جاتی ہے بلکہ وہ سو فیصد اپنے اس ٹارگٹ کو ہٹ کرتے ہیں جن کے لئے انہیں پروگرام کیا گیا ہو۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”لیس سر۔ میں اس جدید ٹیکنالوجی سے بخوبی واقف ہوں۔ ایسی ہی ٹیکنالوجی ہمیں بھی روسیاء نے فراہم کی ہے جو شوگرانی ٹیکنالوجی سے کہیں زیادہ ایڈوانس ہے۔“ شاگل نے کہا تو پرائم منسٹر اسے تیز

نظروں سے گھورنے لگے۔

”تمہارا بیچ میں مداخلت کرنا ضروری ہے۔“ پرائم منسٹر نے اسے گھورتے ہوئے کہا تو شاگل بوکھلا گیا۔

”اوہ۔ نہیں سر۔ سوری سر۔ آئی ایم ریگلی سوری۔“ شاگل نے جلدی سے کہا۔

”ہمارے فارن ایجنٹس نے شوگرانی سی ایل سسٹم کے بارے میں جاننے کے لئے سر توڑ کوششیں کیں مگر انہیں کوئی کامیابی نہیں ملی۔ نہ ہی انہیں اس بات کا علم ہو سکا تھا کہ پاکیشیا کو کتنی تعداد میں سی ایل سسٹم فراہم کئے گئے ہیں اور پاکیشیا نے ان سی ایل سسٹم کو کہاں اور کن لوکیشنز پر ایڈجسٹ کیا ہے۔ جس پر ہمیں بے حد تشویش تھی۔ سی ایل سسٹم سے ایٹمی میزائل مخصوص کوڈز کے ذریعے قاتر کیا جاتا ہے۔ کمپیوٹرائزڈ ڈیٹا میں ایسے کوڈز فیڈ کر دیئے جاتے ہیں جن کی ایڈجسٹمنٹ کے بعد محض ایک بٹن پر پریس کرنے سے ایک وقت میں کئی میزائل قاتر کئے جاسکتے ہیں۔ پھر ان میزائلوں کو نہ کسی طرح سے روکا جاسکتا ہے اور نہ انہیں راستے میں ہٹ کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال ہمیں ان سی ایل سسٹم کا کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ اور انہوں نے سی ایل سسٹم میں میزائل لائچ کر کے انہیں اپنے مخالف ملکوں پر ٹارگٹ کرنا بھی شروع کر دیا۔ اب وہ ایک بٹن دبا کر کافرستان پر درجنوں میزائلوں کی بارش کر سکتے ہیں۔ ان میزائلوں کو روکنے کے لئے ہمارے پاس کوئی سسٹم کوئی ٹیکنالوجی نہیں ہے۔ بہر حال پاکیشیا نے جن سائنسدانوں اور سافٹ

ہیں۔ ان سی ایل سسٹم کی رسائی کے بعد ہی ہم ان کے اور بجٹل کوڈز کو بدل سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”اوہ۔ ایسا کب اور کیسے ممکن ہو گا سر۔“ شاگل نے کہا۔

”اس کے لئے ہمارے سائنسدان اور سافٹ ویئر انجینئرز کام کر رہے ہیں۔ وہ ایسی ویوز بنانے کی کوشش کر رہے ہیں جنہیں کسی طرح پورے پاکیشیا میں پھیلا یا جاسکے۔ ان ویوز کے ذریعے سی ایل سسٹم کے پروگرامنگ کوڈز میں داخل ہوا جاسکے گا اور پھر اس پروگرامنگ میں موجود کوڈز کو بدلا جاسکے گا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کمپیوٹر ہیکر دوسرے کمپیوٹر کو ہیک کر کے اس کا نہ صرف تمام مواد حاصل کر لیتا ہے بلکہ اس کمپیوٹر میں اپنی مرضی کی تبدیلیاں بھی کر سکتا ہے اور اس کمپیوٹر میں فالٹ بھی پیدا کر سکتا ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”میں سمجھ گیا۔ لیکن سر۔ کیا ہمارے انجینئرز اور سائنسدان ایسی ویوز بنا سکتے ہیں جو زمین کی تہوں میں چھپے ہوئے سی ایل سسٹم تک پہنچ سکیں اور ان میں اپنی مرضی کی تبدیلیاں کر سکیں۔“ شاگل نے کہا۔

”ہاں۔ ہمارے پاس ایک سے بڑھ کر ایک کمپیوٹر سافٹ ویئر انجینئر، پروگرامر اور سائنسدان موجود ہے اور ان کے پاس ایسی ٹیکنالوجی ہے جس کے ذریعے وہ اس ناممکن کو ممکن بنا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے کام بھی شروع کر دیا ہے اور ابتدائی رپورٹ کے مطابق انہوں نے دس فیصد تک کامیابی بھی حاصل کر لی ہے۔“ پرائم منسٹر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

ویئر انجینئرز کے ساتھ مل کر سی ایل سسٹم میں میزائلوں کے جو کوڈز فیڈ کئے تھے وہ کوڈز ہمیں مل چکے ہیں اور اگر ان کوڈز میں معمولی رد و بدل کر دیا جائے تو سی ایل سسٹم میں موجود ایٹمی میزائل خود پاکیشیا کی تباہی کا باعث بن جائیں گے۔ کوڈز کی تبدیلی کی وجہ سے وہ پاکیشیا میں ہی بلاسٹ ہو جائیں گے اور پاکیشیا اپنے ہی بنائے ہوئے ایٹمی میزائلوں سے تباہی کا شکار ہو جائے گا۔“ پرائم منسٹر نے کہا تو شاگل کا چہرہ فرط مسرت سے کھل اٹھا۔

”دیری گڈ۔ یہ تو ہمارے لئے واقعی ایک بہت بڑی خوشخبری ہے۔“ شاگل نے کہا۔

”ہاں۔ ان کوڈز کے ہمارے ہاتھ آتے ہی پاکیشیا کا تقریباً تمام میزائل سسٹم ہمارے کنٹرول میں آچکا ہے اور ہم چاہیں تو یہاں بیٹھے بیٹھے پاکیشیا میں قیامت خیز تباہی لا سکتے ہیں۔ ایسی تباہی جو ان کے اپنے ہی بنائے ہوئے میزائلوں سے ہوگی اور دنیا کو اس بات کی کبھی خبر نہیں ہوگی کہ پاکیشیا کو تباہ کرنے اور اسے صفحہ ہستی سے مٹانے میں ہمارا ہاتھ ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”فٹاسٹک۔ ریٹلی فٹاسٹک سر۔ ان بلاسٹنگ کوڈز کے بل پر تو ہم جب چاہیں پاکیشیا کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔“ شاگل نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ ہماری رسائی ان سی ایل سسٹم تک ہو جائے جن پر ایٹمی میزائل نصب کئے گئے

”گڈ۔ سروری گڈ۔ جہاں انہوں نے دس فیصد کامیابی حاصل کی ہے۔ وہاں وہ جلد ہی باقی کامیابی بھی حاصل کر لیں گے۔“ شاگل نے کہا۔

”ان کی کامیابی تو طے ہے۔ مگر ہمیں جو خطرات لاحق ہیں۔ میں اس سلسلے میں تم سے ڈسکس کرنا چاہتا ہوں۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”لیس سر۔ ضرور سر۔ میں ہمد تن گوش ہوں۔“ شاگل نے فوراً کہا۔

”سی ایل سسٹم کے کوڈز جسے بلاسٹنگ کوڈز یا بی سی کہاں جاتا ہے۔ ہمارے لئے بے حد اہمیت کے حامل ہیں۔ ہم ویوز بنانے میں کامیاب ہو بھی جائیں تب بھی ہم اس صورت میں کامیاب ہو سکتے ہیں کہ بی سی ہمارے پاس رہے۔ اور ہمیں خطرہ ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اگر ذرا بھی بھٹک پڑ گئی تو وہ یہاں بی سی حاصل کرنے آسکتے ہیں۔ اور ہمیں جس شکل میں بی سی ملے ہیں اسے نہ تو کاپی کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی دوسری جگہ نوٹ کیا جاسکتا ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”کیا مطلب۔ ان کوڈز کو کاپی یا نوٹ کیوں نہیں کیا جاسکتا سر۔“

شاگل نے کہا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

”کوڈز ایک ایسی ڈیٹا ڈرائیو میں ہیں جسے یا تو اورینجیل سی ایل سسٹم کے کمپیوٹرز پر چلایا جاسکتا ہے یا پھر ڈی ایس سپر کمپیوٹر پر۔ اور

اگر اس ڈرائیو کو کسی بھی دوسرے کمپیوٹر میں لوڈ کرنے یا کاپی کرنے کی کوشش کی گئی تو ڈرائیو میں موجود فائل سسٹم میں وائرس آسکتا ہے۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس ڈرائیو کو اسی صورت میں سپر ماسٹر کمپیوٹر پر لایا جائے گا جب اس کمپیوٹر سے ہائی ویوز تیار کر کے پاکیشیا میں پھیلائی جائیں گی۔ ہمیں جس نے ڈیٹا ڈرائیو مہیا کی ہے اس نے جان بوجھ کر اس ڈرائیو میں ایسی ای ایکس ای فائل بنادی ہے جسے اوپن کر کے نہ تو نوٹ کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی اور ڈرائیو میں اسے لوڈ یا کاپی کیا جاسکتا ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”اوہ۔ وہ ڈرائیو کس نے مہیا کی تھی۔“ شاگل نے کہا۔

”پاکیشیا کی ایٹمی لیبارٹری کے ایک کمپیوٹر پروگرامر انجینئر نے ہمیں

وہ ڈرائیو لاکھوں ڈالر میں فروخت کی تھی۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”اوہ۔ تب تو دوبارہ اس انجینئر سے رابطہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ ہمیں ان کوڈز کی ایسی ڈیٹا ڈرائیو دے دے۔ جسے نوٹ بھی کیا جاسکے اور دوسرے کمپیوٹر ڈرائیو پر لوڈ اور کاپی بھی۔“ شاگل نے کہا۔

”نہیں۔ اب ایسا ممکن نہیں ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”وہ کیوں سر۔ کیا ہمارا اس انجینئر سے رابطہ نہیں ہے۔“ شاگل

نے حیران ہو کر کہا۔

”نہیں۔ رقم حاصل کرنے کے بعد وہ فرار ہو گیا تھا۔“ پرائم

منسٹر نے کہا تو شاگل کے ہونٹ سیٹی بجانے والے انداز میں سکڑ گئے۔

”اوہ۔ تب تو واقعی مشکل ہو جائے گی۔ یہاں ایک سوال اور بھی

لوٹ کر نہیں جائیں گے۔ اس بار ان کو بھیا تک اور دردناک موت کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا۔“ شاگل نے کہا۔

”صدر مملکت نے میری سفارش پر تمہیں ایک اور موقع دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اب تم نے ثابت کرنا ہے کہ تم واقعی اس اہل ہو کہ تم ہی کافرستان سیکرٹ سروس کے چیف رہ سکتے ہو۔“ پرائم منسٹر نے کہا تو شاگل کے کملا یا ہوا چہرہ کھل اٹھا۔

”تھینک یو۔ تھینک یو سر۔ آپ نے میری سفارش کر کے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ میں آپ کا یہ اعتماد کبھی نہیں ٹوٹنے دوں گا۔ اور میں اس بار حقیقتاً آپ کو یہ ثابت کر کے دکھا دوں گا کہ عمران اور اس کے ساتھی کافرستانی سیکرٹ سروس کے سامنے ایک لمحے کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ اول تو وہ یہاں نہیں آئیں گے اور اگر وہ آگئے تو میں ان کے گلڑے اڑا دوں گا۔“ شاگل نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اوکے۔ وٹس یو گڈ لک۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”تھینک یو سر۔ تھینک یو سر ویری مچ۔“ شاگل نے کہا۔

”اور کوئی بات۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”لیس سر۔ ایک دو باتیں ہیں اگر اجازت دیں تو۔“ شاگل

نے کہا۔

”پوچھو۔ کیا پوچھنا ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”بلاسٹنگ کوڈز کی ڈیٹا ڈرائیو پاکیشیا کے کس شخص سے حاصل کی گئی

پیدا ہوتا ہے سر۔ اگر اجازت ہو تو۔“ شاگل نے کہا۔

”کیا۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ اس نے ہمیں جو بلاسٹنگ کوڈز دیئے تھے وہ اصلی ہیں۔ یہ بھی تو ممکن ہے اس پروگرامر نے دولت کے حصول کے لئے ہمیں غلط کوڈز دے دیئے ہوں۔“ شاگل نے کہا۔

”نہیں۔ ایٹمی لیبارٹری کے کمپیوٹرائزڈ سسٹم سے اس نے جو کوڈز ڈاؤن لوڈ کئے تھے۔ اس وقت اس کے ہمراہ ہمارا ایک فارن ایجنٹ بھی تھا جسے وہ پروگرامر وہاں اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اس ایجنٹ کو ان کوڈز کی کافی حد تک معلومات تھیں۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ پروگرامر نے اس کے ساتھ کوئی چالاکی نہیں کی تھی۔ لیکن جب ڈیٹا ڈرائیو یہاں لایا گیا۔ تب پتہ چلا کہ وہ ڈیٹا ڈرائیو ایسا ڈرائیو ہے جسے کمپیوٹر پر صرف ایک بار ہی لگایا جاسکتا ہے۔ اور ہمیں عمران اور اس کے ساتھیوں سے یہی خطرہ ہے کہ وہ اس ڈیٹا ڈرائیو کے حصول کے لئے یہاں آسکتے ہیں۔“ پرائم منسٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھ گیا سر۔ اب آپ یہ بتا دیں کہ جناب صدر نے میرے بارے میں حکم دیا ہے۔ اگر انہوں نے میرے حق میں فیصلہ دیا ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس بار میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ اگر عمران اور اس کے ساتھی کافرستان میں آئے تو میں انہیں کسی بھی طرح اس ڈیٹا ڈرائیو تک نہیں پہنچنے دوں گا۔ وہ یہاں آئے تو زمرہ

تھی۔ اب وہ ڈرائیو کہاں ہے اور ویوز تیار کرنے والے انجینئرز اور سائنسدان کون ہیں اور وہ کہاں ہیں۔ اگر آپ مجھے ان کے بارے میں ساری تفصیلات بتا دیں تو میں عمران اور اس کے ساتھیوں کی یہاں آمد پر ان کا بہتر انداز میں احاطہ کر سکوں گا۔“ شاگل نے کہا اور اس کی بات سن کر پرائم منسٹر نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر انہوں نے میز کی سائیڈ دراز کھولی اور اس میں سے ایک سرخ جلد والی فائل نکال لی۔ فائل پر ٹاپ سیکرٹ کے الفاظ تھے۔

”اس فائل کا مطالعہ کر لو۔ تمہیں تمہاری تمام باتوں کا جواب مل جائے گا۔“ پرائم منسٹر نے کہا اور فائل شاگل کے آگے کر دی۔

”اوہ۔ یس سر۔ تھینک یو سر۔ کیا اس فائل کو میں ساتھ لے جا سکتا ہوں تاکہ میں اسے اطمینان سے پڑھ سکوں۔“ شاگل نے کہا۔

”لے جاؤ۔ مگر کل تک یہ مجھے واپس کر دینا۔ اس فائل کی مجھے ایک رپورٹ بنا کر صدر مملکت کو دینی ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا تو شاگل اثبات میں سر ہلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے فائل اٹھا کر پرائم منسٹر کو سیلوٹ کیا اور واپس جانے کے لئے جونہی مڑا پرائم منسٹر نے میز کے نیچے ہاتھ لے جا کر بٹن پریس کر کے دروازے کا لاک کھول دیا اور اس کے ساتھ ہی دیواروں پر ریڈ کی ٹہیں بھی سمٹی چلی گئی تھیں۔

عمران صوفی میں دھنسا صبح کا اخبار پڑھنے میں مصروف تھا۔ سلیمان سودا سلف لینے کے لئے بازار گیا ہوا تھا۔ اچانک ہانے میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے چونک کر فون کی جانب دیکھا اور اخبار ایک طرف رکھ کر رسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

”یس علی عمران۔ بندہ نادان ولد سر عبدالرحمان سپیکنگ۔“ عمران نے چپکتے ہوئے کہا۔

”سلطان سپیکنگ۔“ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

”سوری۔ رائگ نمبر۔“ عمران نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا اور رسیور رکھنے لگا ہی تھا کہ سر سلطان کی آواز آئی۔

”فوراً آفس آ جاؤ۔ تمہارے لئے ایک بری خبر ہے۔“ دوسری طرف سے سر سلطان نے تیز لہجے میں کہا۔

”بری خبر۔ ارے باپ رے۔ کہیں میری ہونے والی نے مجھے چھوڑ کر آپ کے ساتھ گھر بسانے کا فیصلہ تو نہیں کر لیا۔“ — عمران نے بڑے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ لیکن دوسری طرف سے سر سلطان نے رابطہ کاٹ دیا تھا۔

”بری خبر۔ میرے لئے۔ اللہ اپنا رحم کرے۔ ابھی تو میری شادی بھی نہیں ہوئی اور ایک بھی بچہ نہیں ہوا۔ پھر میرے لئے صبح صبح سر سلطان کے پاس کیا بری خبر ہو سکتی ہے۔“ — عمران نے رسیور رکھ کر حیرت بھرے انداز میں خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔ سر سلطان کی آواز میں بے پناہ سنجیدگی تھی۔ ورنہ وہ عمران کی کسی نہ کسی بات پر ہنستے ضرور تھے۔ عمران نے اپنی طرف سے انہیں ہنسانے کے لئے ہی وہ سب کچھ کہا تھا۔ مگر سر سلطان جیسے اس کی کسی بات پر توجہ ہی نہیں دے رہے تھے۔ عمران چند لمحے سوچتا رہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

دوسرے کمرے میں جا کر اس نے لباس تبدیل کیا اور پھر وہ فلیٹ سے نکل آیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اپنی ٹو سیٹر میں بیٹھا سیکرٹریٹ کی جانب اڑا جا رہا تھا۔ پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ سر سلطان کے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔

”اگر جان کی امان پاؤں تو سنجیدگی کے بادشاہ جناب سر سلطان کے دیوان خاص میں علی عمران ولد سر عبدالرحمن قوم چنگیز خان قدم رنجہ ہونے کی جرأت کر سکتا ہے۔“ — عمران نے سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا جو انہماکی سے ایک فائل پر جھکے ہوئے تھے۔ اس کی آواز سن

کر انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”اوہ۔ تم۔ آؤ۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔“ — سر سلطان نے کہا۔ ان کے چہرے پر ہنوز سنجیدگی کے تاثرات تھے۔

”شکریہ۔ شکریہ۔ بندہ اس عزت افزائی کے لئے جناب کو کورنش بجا لاتا ہے۔“ — عمران نے آگے بڑھ کر سر سلطان کو باقاعدہ شاہی انداز میں سلام کرتے ہوئے کہا۔

”عمران پلیز۔“ — سر سلطان نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”حیرت ہے۔ آج تک میں خود کو علی عمران ولد سر عبدالرحمن قوم چنگیز خان ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) سمجھتا رہا ہوں۔ آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرا اصل نام عمران پلیز ہے۔ واہ کس قدر پرکشش اور خوبصورت نام ہے۔ عمران پلیز۔ یہ نام میں جب اپنی اس سے سنوں گا تو کانوں کو کس قدر بھلا لگے گا۔ وہ کہے گی عمران پلیز یہ کرنا۔ عمران پلیز وہ کرنا۔ عمران پلیز۔“ — عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”یہاں آؤ اور بیٹھ جاؤ۔ مجھے تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔“ — سر سلطان نے جیسے اس کی سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

”اگر رشتے کی بات کرنی ہے تو میں ہمہ تن گوش ہوں۔“ — عمران نے کہا اور آگے بڑھ کر ان کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کیا تم تھوڑی دیر کے لئے سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔“ — سر سلطان نے اسے غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

صفحات پڑھتا رہا۔ پھر اس نے آخری صفحہ پڑھا اور فائل بند کر دی۔ اس کے چہرے پر یلکھت چٹانوں جیسی سختی اور سنجیدگی کے تاثرات جیسے منجمد سے ہو گئے تھے۔

”کہاں سے ملی ہے یہ فائل آپ کو؟“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یہ فائل ریحان ملک نے مجھے ذاتی طور پر بھجوائی ہے۔ سپیشل کوریئر کے ذریعے۔“ — سر سلطان نے کہا۔

”سمجھ میں نہیں آ رہا اگر اس نے یہ سب کام کیا ہے تو اس نے یہ ساری تفصیل آپ کو کیوں بتا دی ہے۔ اس ساری تفصیل سے وہ کیا ثابت کرنا چاہتا ہے؟“ — عمران نے کہا۔

”شاید اس کا ضمیر زندہ ہو اور اس نے جو کچھ بھی کیا ہو اس پر وہ پشیمان ہو۔“ — سر سلطان نے کہا۔

”ہونہ پشیمان۔ جان بوجھ کر ملک سے غداری کرنے والا کسی بات سے پشیمان ہو کر اپنے گناہوں کی تلافی کرے۔ میں اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔“ — عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”پھر تم ہی بتاؤ۔ جب اس نے ملک سے غداری کر کے سب کچھ دشمنوں کے حوالے کر دیا تھا اور اس کے بدلے کثیر رقم بھی حاصل کر لی تھی تب اسے اس طرح ہمیں سب کچھ بتانے کی کیا ضرورت تھی۔ جو کام اس نے کیا تھا وہ خاموشی سے اور انتہائی ذہانت سے کیا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو وہ اپنے اس فعل کو چھپا بھی سکتا تھا۔ مگر اس نے ایسا

”اگر میں سنجیدہ ہو گیا تو پھر آپ کو رنجیدہ ہونا پڑے گا۔ رنجیدہ ہونا صحت کے لئے برا ہوتا ہے۔ اس لئے نہ آپ رنجیدہ ہوں اور نہ مجھے سنجیدہ ہونے کے لئے کہیں۔“ — عمران نے کہا۔

”کیا تم پاکیشیا کی تباہی برداشت کر سکتے ہو؟“ — سر سلطان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب؟“ — عمران نے بری طرح سے چونک کر کہا۔ پاکیشیا کی تباہی کا سن کر اس کے چہرے پر یلکھت حماقت کے نقاب غائب ہو گئے تھے۔ یہ دیکھ کر سر سلطان نے سکون کا سانس لیا۔

”پاکیشیا ایک انتہائی نازک اور خوفناک صورتحال کا شکار ہونے جا رہا ہے عمران اور یہ صورتحال پاکیشیا کی مکمل تباہی اور بربادی میں بھی بدل سکتی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم سنجیدگی اختیار کرو۔ اور میری بات غور سے سنو۔“ — سر سلطان نے کہا۔

”فرمائیں۔ میں سنجیدہ ہوں۔“ — عمران نے واقعی انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ایک نظر اس فائل کو دیکھ لو پھر بات کرتے ہیں۔“ — سر سلطان نے کہا اور سامنے رکھی ہوئی فائل اٹھا کر عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے ان سے فائل لی۔ فائل میں چند پرنٹڈ صفحات تھے۔ جس پر ٹاپ سیکرٹ کے الفاظ تھے۔ عمران نے پہلے صفحے پر نظر ڈالی اور پھر وہ اس فائل میں منہمک ہو گیا۔ جوں جوں وہ فائل پڑھتا جا رہا تھا اس کی فراخ پیشانی پر بل پڑتے جا رہے تھے۔ کچھ دیر تک وہ فائل کے

”لیس۔“ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔
 ”علی عمران بول رہا ہوں۔ میری سرداور سے بات کرائیں۔“
 عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ”لیس سر۔ ہولڈ آن کریں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔
 ”لیس داور سپیکنگ۔“ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے سر
 داور کی آواز سنائی دی۔

”علی عمران، ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بذبان خود بول
 رہا ہوں۔“ عمران نے کہا تو اس کے لہجے سے سنجیدگی کا عنصر
 غائب ہوتے دیکھ کر سرسلطان نے بے اختیار ہونٹ بھیج لئے۔ حالانکہ
 جس طرح عمران سنجیدہ نظر آ رہا تھا اور اس نے سرداور سے بات کرنے
 کے لئے جس سنجیدگی سے اپنا نام لیا تھا اس سے سرسلطان کا خیال تھا
 کہ وہ سرداور سے بھی اسی انداز میں بات کرے گا۔ مگر اب اس کا بدلہ
 ہوا انداز اس بات کا غماز تھا کہ وہ سنجیدہ ہو کر بھی سنجیدہ نہیں رہ سکتا تھا۔
 ”اگر اس بدزبانی سے پہلے سلام و دعا ہو جاتی تو کیا وہ بہتر نہیں
 تھا۔“ دوسری طرف سے سرداور کی ہنستی ہوئی آواز سنائی دی۔
 انہوں نے بذبان کو بڑی خوبصورتی سے بدزبانی میں بدل دیا تھا۔
 ”ارے۔ ارے۔ میں بھول ہی گیا تھا۔ اسلام و علیکم ورحمۃ اللہ
 وبرکاتہ۔ عزت مآب جناب قبلہ وکعبہ حضور ظل سبحانی آپ کے کیا حال
 ہیں۔ ویسے آپ ناراض کیوں ہیں۔“ عمران کی زبان ایک بار
 پھر چل پڑی تھی۔

نہیں کیا۔ اس نے ساری تفصیلات مجھے بھیج دی ہیں۔“
 سلطان نے کہا۔

”اس میں کیا پلٹ کیوں اور کیسے ہوئی ہے۔ اس کا جواب تو وہ خود
 ہی دے سکتا ہے۔ آپ نے سرداور سے بات کی ہے۔ کیا ریحان ملک
 اب بھی لیبارٹری میں ہی ہے۔“ عمران نے سر جھٹک کر پوچھا۔
 ”نہیں۔ میری کسی سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ یہ معاملہ بے حد اہم
 اور حساس نوعیت کا ہے۔ ابھی ایک گھنٹہ قبل فائل مجھے موصول ہوئی۔
 میں نے اسے پڑھا تو تمہیں بلا لیا تاکہ اس کا جلد سے جلد ازالہ کیا
 جاسکے۔ اور چونکہ اس معاملے کو ٹاپ سیکرٹ رکھا گیا ہے اس لئے میں
 نہیں چاہتا کہ فی الوقت اس کے بارے میں کسی اور کو علم ہو۔ اگر ایسا
 ہوا تو ہر طرف کھرام مچ جائے گا۔ حکومت کی بنیادیں تک ہل جائیں
 گی۔“ سرسلطان نے کہا۔

”مجھے اس سلسلے میں سرداور سے بات کرنی ہوگی۔ جب تک میں
 ان کو اعتماد میں نہیں لے لیتا۔ اس سلسلے میں مزید پیشرفت ممکن نہیں ہو
 سکتی۔“ عمران نے کہا۔

”کیا بات کرو گے تم ان سے۔ کس طرح تم انہیں اعتماد میں لو
 گے۔“ سرسلطان نے کہا۔

”اس کے بارے میں ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ عمران
 نے کہا پھر اس نے ان کا ایک فون اپنی طرف کھسکایا اور رسیور اٹھا کر
 نمبر پرپیں کرنے لگا۔

داور نے کہا۔

”نہیں جناب۔ میری زبان صرف ایک جملے پر کیسے اٹک سکتی ہے۔ میں تو آپ سے صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ آپ ناراض کیوں ہیں۔“ — عمران نے کہا۔

”گلتا ہے تم نے فون اپنا اور میرا وقت برباد کرنے کے لئے کیا ہے۔“ — دوسری طرف سے سرداور نے قدرے ناراض سے لہجے میں کہا۔

”دیکھا۔ میں نے کہا تھا نا کہ آپ ناراض ہیں۔ مگر کیوں۔ آپ ناراض کیوں ہیں۔“ — عمران نے اسی انداز میں کہا۔

”عمران۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔“ — دوسری طرف سے سرداور نے تیز لہجے میں کہا۔

”فون تو آپ بند کر ہی دیں گے۔ مگر یہ تو بتا دیں کہ آپ ناراض کیوں ہیں۔“ — عمران نے کہا تو دوسری طرف سے کٹاک سے فون بند کر دیا گیا۔

”ارے باپ رے۔ وہ تو سخت ناراض ہیں۔ دیکھا آپ نے انہوں نے فون ہی بند کر دیا۔“ — عمران نے سر سلطان کی طرف بے چارگی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”آ خر تمہیں بیٹھے بٹھائے ہو کیا جاتا ہے۔ اچھے بھلے سنجیدہ ہوتے ہو پھر یکدم پنزی سے اتر جاتے ہو۔“ — سر سلطان نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں خیریت سے ہوں۔ اور یہ تم نے کیا کہا کہ میں ناراض کیوں ہوں۔ کس سے۔ میں بھلا کسی سے ناراض کیسے ہو سکتا ہوں۔“ — دوسری طرف سے سرداور کی ہنستی ہوئی آواز سنائی دی۔

”مجھے آپ کے لب و لہجے سے شک ہوا تھا جیسے آپ مجھ سے ناراض ہوں۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔“ — دوسری طرف سے سرداور نے کہا۔

”پھر ٹھیک ہے۔ اور سنائیں کیا ہو رہا ہے آج کل۔ آپ ناراض کیوں ہیں۔“ — عمران نے کہا۔

”ظاہر ہے اپنے کام میں ہی مصروف ہوں اور میں کیا کام کرتا ہوں یہ تم جانتے ہی ہو۔ اور میں نے تم سے کہا ہے نا کہ میں ناراض نہیں ہوں۔“ — دوسری طرف سے سرداور نے کہا۔

”شکریہ۔ شکریہ۔ مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ آپ ناراض نہیں ہیں۔ مگر۔“ — عمران کہتے کہتے رک گیا۔

”مگر۔ مگر کیا۔“ — دوسری طرف سے سرداور نے کہا۔

”آپ ناراض کیوں ہیں۔“ — عمران نے کہا تو اس کی بات سن کر سر سلطان کے ہونٹوں پر بھی بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

”پھر وہی بات۔ کیا تمہاری ہر بات اسی ایک جملے پر ہی اٹک گئی ہے جو بار بار ایک ہی بات کر رہے ہو۔“ — دوسری طرف سے سرداور نے کہا۔

سلطان اسے گھور کر رہ گئے۔

”اب مجھ پر الٹ پڑے ہو۔“ — سلطان نے بے اختیار مسکرا کر کہا۔

”تو کیا کروں۔ آپ کے سوا یہاں کوئی اور نظر بھی تو نہیں آ رہا۔“
عمران نے جواباً مسکرا کر کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”اب کہاں جا رہے ہو۔“ — سلطان نے پوچھا۔

”اب مجھے ریڈ لیبارٹری میں جا کر سردار سے ملنا پڑے گا۔ وہ پتہ نہیں مجھ سے اس قدر ناراض کیوں ہیں کہ فون پر میری کوئی بات ہی نہیں سن رہے۔ اب یہ بات ان سے میں لیبارٹری میں ہی جا کر پوچھوں گا۔“ — عمران نے میز پر رکھی فائل اٹھاتے ہوئے کہا تو سر سلطان بے اختیار ہنس پڑے۔

”کیا یہ فائل تم نہیں دکھاؤ گے۔“ — سلطان نے اسے فائل اٹھاتے دیکھ کر کہا۔

”ہاں۔ فائل کے حوالے سے مجھے ان سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ ہو سکتا ہے اس کے تدارک کا وہ خود ہی کوئی حل نکال لیں۔“
عمران نے کہا تو سر سلطان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر عمران نے انہیں سلام کیا اور وہاں سے نکل کر ریڈ لیبارٹری کی طرف روانہ ہو گیا۔
اگلے ایک گھنٹے بعد وہ ریڈ لیبارٹری میں سردار کے سامنے تھا۔ وہ عمران کو لے کر اپنے آفس میں آ گئے تھے۔

”اگر یہاں یہ پوچھنے آئے ہو کہ میں ناراض کیوں ہوں تو فوراً

”کیا کروں۔ بڑے بزرگوں کے سامنے بیٹھتے ہی میرے دماغ کے انجن کی بیٹری ڈاؤن ہو جاتی ہے اور پھر گاڑی خود بخود پٹری سے اتر جاتی ہے۔“ — عمران نے دوبارہ نمبر پریس کرتے ہوئے کہا تو سر سلطان خاموش ہو گئے۔

”دیکھو عمران۔ میرے پاس تمہاری فضول باتیں سننے کے لئے وقت نہیں ہے۔ اگر تمہیں مجھ سے کوئی کام ہے تو ٹو دی پوائنٹ بات کرو ورنہ اگلی بار میں تمہارا فون نہیں سنوں گا۔“ — دوسری طرف سے رابطہ ملتے ہی سردار کی تیز اور غصیلی آواز سنائی دی۔

”آپ تو سچ سچ ناراض ہو گئے ہیں۔ میں تو آپ سے صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ آپ۔“ — عمران نے اتنا ہی کہا تھا کہ دوسری طرف سے ایک بار پھر رابطہ کاٹ دیا گیا۔ شاید سردار اس کی باتوں سے زچ ہو گئے تھے۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”عمران۔ سردار اور رتبے میں مجھ سے بھی بڑے ہیں۔ ان سے بات کرتے ہوئے کچھ تو خیال کر لیا کرو۔“ — سلطان نے اسے رسیور کریڈل پر رکھتے دیکھ کر کہا۔

”سردار تو سردار۔ اب تو آپ بھی مجھے ناراض لگ رہے ہیں۔ وہ نہیں بتاتے تو آپ ہی بتا دیں۔“ — عمران نے کہا۔

”کیا بتا دوں۔“ — سلطان نے کہا۔

”یہی کہ آپ ناراض کیوں ہیں۔“ — عمران نے کہا تو سر

واپس چلے جاؤ۔ میں بہت مصروف ہوں۔ صرف چند لمحوں کے لئے لیبارٹری سے نکل کر تمہاری بات سننے آیا ہوں۔ گیٹ سے تم نے اگر یہ نہ کہا ہوتا کہ ملکی مفادات کا معاملہ ہے تو میں شاید تمہیں لیبارٹری کے اندر بھی نہ آنے دیتا۔“ سرداور نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

”آپ ناراض کیوں ہیں اس کے بارے میں آپ سے میں پھر کبھی پوچھ لوں گا۔ فی الحال تو میں آپ کے لئے یہ ایک فائل لایا ہوں۔ جو آپ کی لیبارٹری کے ایک سپیشل کمپیوٹر سافٹ ویئر انجینئر ڈاکٹر ریحان ملک نے سر سلطان کو ارسال کی تھی۔“ عمران نے فائل ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

”ریحان ملک۔ کیا مطلب۔ اس نے کون سی فائل سر سلطان کو بھیجی تھی۔ کیا ہے اس میں۔“ سرداور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”خود ہی دیکھ لیں۔“ عمران نے کہا تو سرداور چند لمحے غور سے عمران کو دیکھتے رہے پھر انہوں نے سر جھٹک کر فائل کھولی اور اسے پڑھنے لگے اور پھر وہ اچانک اسی بری طرح سے اچھلے جیسے اچانک ان کی کرسی میں ہزاروں وولٹ کرنٹ دوڑ گیا ہو۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ۔ یہ ریحان ملک۔ یہ۔ اس نے کیا لکھا ہے۔ بلاسٹنگ کوڈز اس نے لیبارٹری کے سپر کمپیوٹرز سے نکال کر کافرستانی ایجنٹوں کے حوالے کر دیئے ہیں۔“ سرداور نے ہکلاتے ہوئے

کہا۔

”آگے پڑھیں۔ پوری فائل دیکھیں۔ پھر بات کرتے ہیں۔“ عمران نے کہا تو سرداور جلدی جلدی فائل پڑھنے لگے۔ جوں جوں وہ فائل پڑھتے جا رہے تھے ان کا رنگ اڑتا جا رہا تھا اور ان کے چہرے پر حیرت اور پریشانی کے ساتھ ساتھ شدید غصے کے تاثرات بھی نمایاں ہوتے جا رہے تھے۔

”اوہ۔ میرے خدا۔ یہ کیا ہو گیا۔ یہ ریحان ملک نے کیا کر دیا۔ اس نے پاکیشیا کی بقاء اور سالمیت داؤ پر لگا دی۔ ایٹمی میزائلوں کے کوڈز اس نے کافرستان کے حوالے کر دیئے ہیں۔ اف۔ اگر کافرستانی ان کوڈز میں رد و بدل کر دیں اور ان کوڈز کو دوبارہ سوپر کمپیوٹرز میں فیڈ کر دیا جائے تو ہمارے میزائل وہ ہمارے ہی خلاف استعمال کر سکتے ہیں۔ اوہ۔ اوہ۔ یہ ریحان ملک غدار اور اس قدر گرا ہوا انسان ہو سکتا ہے اس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔“ سرداور نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ اس فائل کے مطابق ڈاکٹر ریحان ملک جو آپ کی ریڈ لیبارٹری میں سپیشل سافٹ ویئر انجینئر کمپیوٹر کوڈز میکر اور ڈیٹا میکر ہے۔ اس نے اپنے ہی بنائے ہوئے کوڈز ایک ڈیٹا ڈرائیو میں منتقل کر کے کافرستانی ایجنٹوں کو فروخت کر دیئے ہیں۔ وہ لیبارٹری میں باقاعدہ ایک کافرستانی ایجنٹ کو لایا تھا۔ اس نے اس کے سامنے ہی سارا ڈیٹا کمپیوٹر سے نکال کر اسے دیا تھا۔ اب ایک تو ان میزائلوں کے کوڈز

کسی قسم کا کوئی رسک لینا پسند نہیں کرتے۔“ — عمران نے کہا۔

”اوہ۔ پھر۔“ — سرداور نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”پھر کیا۔ آپ مجھے ریحان ملک کے بارے میں تفصیل بتائیں۔

وہ ریڈ لیبارٹری کب سے تھا اور یہاں اس کی ذمہ داریاں کیا کیا تھیں۔“ — عمران نے پوچھا۔

”وہ پچھلے دو سالوں سے یہاں تھا۔ بے حد شریف، خوش مزاج اور

انتہائی ذہین انسان تھا۔ اس نے ماسٹر کرنے کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر

پروگرامنگ اور کوڈ ورڈنگ کی بھی سپیشل ڈگریاں حاصل کر رکھی تھیں۔

اسے یہاں کوڈ ورڈنگ میننگ کا بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ نئے اور جدید

کوڈ ایجاد کر کے ان کی پروگرامنگ کرتا تھا اور ان کوڈز کی کمپیوٹر میں

فیڈنگ بھی خود ہی کرتا تھا۔ یہ ایسا کام تھا جس کے لئے اسے اپنے

ساتھ کسی اسسٹنٹ کو بھی رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ریڈ لیبارٹری میں

اور بہت سے کمپیوٹر ہیں مگر سپیشل فائر ڈیٹا کمپیوٹر صرف ایک ہی ہے جس

کا وہ انچارج تھا۔ اس کمپیوٹر میں دس ایٹمی میزائلوں کے سپیشل کوڈز فیڈ

کئے گئے تھے جن سے کافرستان کے دس بڑے اور حساس شہروں کو رٹج

میں لے کر انہیں ٹارگٹ کیا گیا تھا۔ اس ماسٹر کمپیوٹر کی مدد سے ان دس

میزائلوں کو ایک ساتھ فائر کیا جاسکتا تھا جو اپنی پاور سے دوگنی رفتار پر

پرداز کرتے ہوئے اپنے ٹارگٹ پر ہٹ ہونے کی صلاحیت رکھتے

تھے۔“ — سرداور تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ آپ تو بے حد حیران کر دینے والی بات بتا رہے ہیں کہ اس

کافرستان پہنچ چکے ہیں۔ دوسرے ریڈ لیبارٹری کا محل وقوع بھی

انہیں معلوم ہو گیا ہے۔ جو سب سے بڑی اور خطرناک بات ہے۔

ریحان ملک نے یہ سب کچھ دولت کے حصول کے لئے کیا تھا اور پھر

اس نے اتنے بڑے جرم کا ارتکاب کرنے کے بعد اپنے جرم کو چھپانے

کے بجائے ساری تفصیل لکھ کر سر سلطان کو بھیج دی جو میرے لئے

حیران کن بات تھی۔ اسی لئے اس فائل کو لے کر میں آپ کے پاس

آ گیا ہوں۔“ — عمران کہتا چلا گیا۔

”لیکن ریحان ملک ہے کہاں۔ وہ پچھلے کئی روز سے لیبارٹری میں

نہیں آیا ہے اور نہ ہی وہ اپنی رہائش گاہ پر ہے۔“ — سرداور نے

کہا۔

”کیا آپ نے اس کی رہائش گاہ پر کسی کو بھیجا تھا۔“ — عمران

نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں۔ میں نے ایک دو بار اس کا پتہ کرایا تھا مگر اس کی رہائش گاہ

کو تالا لگا ہوا ہے۔ اس کا سیل فون بھی آف ہے۔ مجھے اس سے چند

ضروری کمپیوٹرائزڈ معلومات پر ڈسکس کرنی تھی مگر وہ نجانے کہاں چلا

گیا ہے۔ اب اس فائل کو دیکھ کر لگ رہا ہے کہ وہ پاکیشیا میں نہیں

ہے۔ کافرستانی دولت حاصل کر کے وہ یہاں سے فرار ہو گیا ہے۔“

سرداور نے غصے اور پریشانی سے ہونٹ بھیجنے ہوئے کہا۔

”ضروری نہیں کہ وہ فرار ہوا ہو۔ ایسے کام کرانے کے بعد ہو سکتا

ہے کافرستانی ایجنٹوں نے اسے ہلاک کر دیا ہو۔ وہ ایسے معاملات میں

لئے میں نے اس کے کام میں کبھی مداخلت نہیں کی تھی۔ سارے کمپیوٹرائزڈ سسٹم کا وہ یہاں اکیلا ہی انچارج تھا۔“ سرداور نے کہا۔

”اب کیا کیا جائے۔ اگر ہم نے ان کمپیوٹروں کو چھیڑنے یا ان میں کسی بھی کوڈ کی تبدیلی کی کوشش کی تو ہمارے لئے بے پناہ مشکلات کھڑی ہو سکتی ہیں۔ اور ریحان ملک کے کہنے کے مطابق اگر واقعی یہ میزائل یہاں بلاسٹ ہو گئے تو پاکیشیا میں تو قیامت آجائے گی۔“ عمران نے پریشانی کے عالم میں ہونٹ بھیختے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اس خوفناک تباہی سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ریحان ملک خود یہاں آجائے۔“ سرداور نے کہا۔

”مجھے تو ایسا ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔“ عمران نے کہا۔

”تب تو صورت حال بہت خوفناک ہو جائے گی عمران۔“ سرداور نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”کیا ان میزائلوں کو اس کمپیوٹر سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔“ عمران

نے پوچھا۔

”یہ ممکن نہیں ہے۔ تمام میزائل کمپیوٹرائزڈ لائپروں میں فکسڈ ہیں۔

انہیں کھولنے یا ان میں سے ایٹمی مواد نکالنے کی کوشش بھی کی گئی تو وہ

سب کچھ ہو جائے گا جس کے تصور سے ہی روح کانپ جاتی ہے۔

البتہ ان میزائلوں کو اسی ماسٹر کمپیوٹر سے الگ کیا جاسکتا ہے جب کمپیوٹر

کوڈز کے بغیر اپن ہو ورنہ نہیں۔“ سرداور نے کہا۔

کا یہاں کوئی اسسٹنٹ نہیں تھا۔ اگر ریحان ملک کو واقعی کچھ ہو گیا ہو تو اس کمپیوٹر کو اور اس سے منسلک میزائلوں کو اب کون ہینڈل کرے گا۔“ عمران نے کہا۔

”اسی بات سے تو میں پریشان ہو رہا ہوں۔“ سرداور نے کہا۔

”ریحان ملک نے آپ کو کبھی یہ بتایا تھا کہ ضرورت پڑنے پر ان سپیشل کوڈز کو تبدیل بھی کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔ اس نے کہا تھا کہ اس نے جو پروگرامنگ کی ہے۔ اگر اس پروگرامنگ کو کسی بھی وجہ سے تبدیل کیا جانا مقصود ہو تو اس کے لئے چند ایک بنیادی کوڈز بدلنے پڑیں گے۔ مگر ان کوڈز کے لئے بھی باقاعدہ پروگرامنگ کرنی پڑے گی اور یہ بھی صرف وہی جانتا تھا۔“ سرداور نے کہا۔

”اس نے فائل میں یہ بھی لکھا ہے کہ ماسٹر کمپیوٹر میں اس نے ایک ایسا کوڈ لاک لگا رکھا ہے جسے بدلنا یا اوپن کرنا ناممکن ہے۔ اگر اس کوڈ کو بدلنے یا غلط طریقے سے کھولنے کی کوشش کی گئی تو اس کمپیوٹر سے منسلک دس کے دس میزائل تکنیکی فالٹ کی وجہ سے یہیں بلاسٹ بھی ہو سکتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ اس نے مجھ سے اس بات کا بھی ذکر کیا تھا۔ وہ بے حد ذہین تھا۔ مجھے چونکہ وہ اپنے کام میں ماہر اور محبت وطن نظر آتا تھا۔ اسی

ایک اینٹ چیک کریں۔ اگر لیبارٹری میں آپ کو کوئی غیر معمولی تبدیلی یا چیز نظر آئے تو فوراً اس کا تذکرہ کریں۔ میں تب تک ریحان ملک کا آفس چیک کرتا ہوں۔ شاید کوئی ایسی چیز مل جائے جس سے اس سنگین مسئلے کا کوئی حل نکلتا ہو۔ ہمیں ہر حال میں پاکیشیا کے تحفظ اور اس کی سالمیت کو برقرار رکھنا ہے۔ اور ہمیں یہ کام جلد سے جلد کرنا ہو گا۔“

عمران نے کہا تو سردار سر ہلا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان دونوں کے چہروں پر شدید پریشانی اور آنے والے خوفناک حالات کی سنگینی کے تاثرات جیسے منجمد سے ہو گئے تھے۔ اور سردار کے اٹھتے ہی عمران بھی اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ دونوں ایک ساتھ آفس سے نکلتے چلے گئے۔

”میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کافرستان نے اس قدر خطرہ رقم دے کر کوڈز کیوں حاصل کئے ہیں۔ وہ ان کوڈز کا کیا کریں گے۔ جب تک کوڈز میں تبدیلیاں لا کر انہیں دوبارہ اس ماسٹر کمپیوٹر میں پروگرام نہ کر دیا جائے اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ ان کوڈز میں چاہے جتنی مرضی تبدیلیاں کر دیں مگر ان بدلے ہوئے کوڈز کو یہاں لانا اور انہیں ماسٹر کمپیوٹر میں فیڈ کرنا ان کے لئے کیسے ممکن ہے۔ ایسا تو تب ہی ممکن تھا جب یہ کمپیوٹر ان کے پاس ہوتے یا ان تک ان کی رسائی ہوتی۔“ — عمران نے سوچتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ یہ بھی درست ہے۔ یہ سب وہ ریڈ لیبارٹری میں داخل ہوئے بغیر نہیں کر سکتے۔ اور ریڈ لیبارٹری میں داخل ہونا ان کے لئے مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔“ — سردار نے کہا۔

”خیر ایسا نہ کہیں۔ ان کا ایک ایجنٹ ریحان ملک کے ساتھ یہاں آ چکا ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے یہاں ایسا کچھ کر دیا ہو جس سے وہ دوبارہ یہاں آنے کا راستہ بنا گیا ہو۔ یا وہ یہاں کوئی ایسی سائنسی ایجاد چھوڑ گیا ہو جسے وہ دور بیٹھ کر ان کمپیوٹرز کو کنٹرول کر سکتے ہوں۔“

عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ایسی صورت میں تو ریڈ لیبارٹری کو ان سے شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔“ — سردار نے عمران کی بات سن کر بری طرح سے اچھلتے ہوئے کہا۔

”آپ تمام حفاظتی اور سرچ سسٹم آن کرائیں اور لیبارٹری کی ایک

لایا اور اٹھ کر ایک الماری کی طرف بڑھ گیا اور پھر وہ ایک لانگ ریج ٹرانسمیٹر لے آیا اور عمران کو دے دیا۔ عمران نے اس سے ٹرانسمیٹر لے کر اس پر ایک فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور کال دینے لگا۔ چند ہی لمحوں میں دوسری طرف رابطہ قائم ہو گیا۔

”لیس، اوور۔“ دوسری طرف سے کافرستانی ایجنٹ ناثران کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”ایکسٹو اوور۔“ عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

”اوہ لیس چیف۔ ناثران سپیکنگ اوور۔“ دوسری طرف سے

ناثران نے فوراً ہی مؤدبانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

”ناثران۔ میں تمہیں کافرستان کے ایک فارن ایجنٹ کا حلیہ بتا رہا ہوں۔ اس حلیے کو نوٹ کرو اور اس کے بارے میں پتہ لگاؤ کہ وہ کون ہے اور اس کا تعلق کس ایجنسی یا سروس سے ہے۔ مجھے اس کے بارے میں جلد سے جلد اور مفصل رپورٹ چاہئے۔ اوور۔“ عمران نے کہا۔

”لیس سر۔ اوکے سر۔ آپ حلیہ بتائیں۔ اوور۔“ دوسری

طرف سے ناثران نے کہا تو عمران اسے حلیہ بتانے لگا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی سے سرچ آپریشن شروع کر دیتا ہوں۔ جیسے ہی اس کے بارے میں مجھے کچھ پتہ چلے گا میں فوراً اس کے بارے میں آپ کو مطلع کر دوں گا۔ اوور۔“ دوسری طرف سے ناثران نے کہا۔

”جیسے ہی نہیں۔ میں نے کہا ہے نا۔ مجھے ہر حال میں اس کے

عمران جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا۔ بلیک زیرو اس کے احترام میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”کیا بات ہے عمران صاحب۔ بڑے پریشان اور تھکے تھکے سے

نظر آ رہے ہیں۔“ سلام و دعا کے بعد بلیک زیرو نے عمران کے

چہرے پر پریشانی اور تھکاوٹ کے تاثرات دیکھتے ہوئے کہا۔

”پاکیشیا بے حد سنگین اور خوفناک صورتحال سے دوچار ہونے جا رہا ہے طاہر۔ میں پریشان نہ ہوں تو اور کیا کروں۔“ عمران نے

تھکے تھکے انداز میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ ایسا کیا ہو گیا۔“ عمران کی بات سن کر بلیک زیرو نے

چونکتے ہوئے کہا۔

”بتاتا ہوں۔ پہلے مجھے ایک کال کرنے دو۔ مجھے لانگ ریج

ٹرانسمیٹر لا دو۔“ عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر

”یہ پوچھو۔ اس نے کیا نہیں کیا۔ وہ پاکیشیا سے پاکیشیا کا دل نکال کر لے گیا ہے اور اسے دل نکال کر دینے والا کوئی غیر نہیں اپنے ہی ملک کا ایک خدار ہے۔“ — عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”پاکیشیا کا دل۔“ — بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ پاکیشیا نے حال ہی میں ریڈ لیبارٹری میں ایک جدید کمپیوٹر انزڈ ٹیکنالوجی حاصل کی تھی جو ماسٹر کمپیوٹر کی شکل میں تھی۔ اس ماسٹر کمپیوٹر کی جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ ایٹمی میزائلوں کے لائچر منسلک کئے جاتے تھے۔ اور پھر اس کمپیوٹر میں جدید اور نئے کوڈز فیڈ کئے جاتے تھے۔ ان کوڈز کو بلاسٹنگ کوڈز کہا جاتا ہے۔ اور بلاسٹنگ کوڈز بنانے والا اور کمپیوٹر میں اس کی فیڈنگ کرنے والا ایک ہی ماسٹر مائنڈ تھا جس کا نام ڈاکٹر ریحان ملک تھا۔ سر داوڑ نے اس ڈاکٹر کی مدد سے پاکیشیا کے دس طاقتور وار ہیڈز سے لیس میزائل لائچج کئے تھے جو کافرستان کی تباہی اور بربادی کے لئے کافی تھے۔ ان میزائلوں کو لائچر میں فلکڈ کر کے ماسٹر مائنڈ ڈاکٹر ریحان ملک نے ماسٹر کمپیوٹر میں نئے اور جدید بلاسٹنگ کوڈز فیڈ کر کے انہیں ہر لحاظ سے اوکے کر دیا تھا۔

لیبارٹری میں جس ماسٹر کمپیوٹر میں کوڈز فیڈ کئے گئے تھے اس کا کنٹرول صرف ڈاکٹر ریحان کے پاس ہی تھا۔ اس جیسا ذہن کوئی دوسرا ماسٹر مائنڈ نہ ہونے کی وجہ سے کسی اور کو اس کا اسٹنٹ بھی نہیں بنایا گیا تھا اور ڈاکٹر ریحان ملک تمام کوڈز ماسٹر کمپیوٹر پر ہی بناتا تھا اور وہ جو کچھ کرتا تھا اس کی فائل رپورٹنگ بھی نہیں کرتا تھا۔ وہ سب کچھ اپنے

بارے میں رپورٹ چاہئے۔ سمجھے تم۔ اور۔“ — عمران نے غرا کر کہا۔

”لیس۔ لیس چیف۔ ایسا ہی ہوگا۔ مگر چیف۔“ — دوسری طرف سے ناثران نے ایکسٹو کا سر دلہجہ سن کر بوکھلاتے ہوئے کہا۔

”اگر مگر مت کرو۔ تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ میں نے جو حلیہ بتایا ہے وہ میک اپ زدہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور۔“ — عمران نے کہا۔

”لیس چیف۔ میں یہی کہنا چاہتا تھا۔ اور۔“ — دوسری طرف سے ناثران نے کہا۔

”مجھے کیا احمق سمجھتے ہو تم۔ اور۔“ — عمران نے غرا کر کہا۔

”اوہ۔ نو چیف۔ مم۔ میں۔ میں۔ اور۔“ — ناثران نے اور زیادہ بوکھلاتے ہوئے کہا۔

”ٹائننس۔ میں نے تمہیں اصلی آدمی کا حلیہ بتایا ہے۔ اور۔“ — عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوکے چیف۔ میں اس آدمی کے لئے رجسٹریشن آفس سے لے کر وزارت داخلہ و خارجہ کے آفس تک چھان بین کروں گا۔ میں جلد ہی اس کے بارے میں پتہ چلا لوں گا۔ اور۔“ — دوسری طرف سے ناثران نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے۔ اور اینڈ آل۔“ — عمران نے کہا اور اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ بلیک زیرو خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

”کون ہے یہ فارن ایجنٹ اور اس نے کیا کیا ہے۔“ — بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

ذہن میں رکھنے کا عادی تھا۔ حالانکہ حساس اور قیمتی ترین پراجیکٹس کی باقاعدہ فائل ورکنگ کی جاتی تھی اور جہاں پر صرف ایک فرد ہی کام کر رہا ہو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے چھوٹے سے چھوٹے کام کی بھی فائل بنائے تاکہ کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں اس کی رپورٹ سے استفادہ حاصل کیا جاسکے مگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ البتہ اس کا کہنا تھا کہ اس نے ایک پرسنل ڈائری بنا رکھی ہے جس پر وہ فارغ اوقات میں کام کرتا ہے اور ضرورت پڑنے پر وہ اس ڈائری سے رپورٹنگ فائل تیار کر سکتا ہے چونکہ میزائل کمپیوٹر پر حال ہی میں پروگرام کئے گئے تھے اور اس پر ابھی کام جاری تھا اس لئے سر داور اسی پر اکتفا کر رہے تھے۔ مگر نہ جانے کیا ہوا کہ ایک روز ڈاکٹر ریحان ملک انتہائی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے ساتھ ریڈ لیبارٹری میں ایک کافرستانی ایجنٹ کو لے گیا۔

اس نے یہ کام اس دوران میں کیا تھا جب سر داور ایک کانفرنس میں شرکت کے لئے بیرون ملک گئے ہوئے تھے۔ ان کی غیر موجودگی میں ریڈ لیبارٹری کے انچارج ڈاکٹر سبط الحسن تھے جو ایک دن علالت کے باعث ریڈ لیبارٹری میں نہیں جاسکے تھے اور ان کی غیر موجودگی میں لیبارٹری کا چارج ڈاکٹر ریحان ملک کے پاس آ گیا تھا۔ ظاہر ہے جب چارج اس کے پاس تھا تو وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اس روز نہ صرف وہ غیر ملکی ایجنٹ کو اپنے ساتھ ریڈ لیبارٹری میں لے گیا بلکہ اس نے ایک ڈیٹا ڈرائیو پر ماسٹر کمپیوٹر کے وہ تمام بلاسٹنگ کوڈز اسے کاپی کر

کے دے دیئے جو کافرستان کے حساس مقامات کی طرف ٹارگٹ تھے۔ ڈاکٹر ریحان ملک نے اس ایجنٹ کو خفیہ راستے سے ریڈ لیبارٹری سے واپس بھجوا دیا تھا۔ پھر کچھ دنوں بعد اس نے خود ہی اپنے اس جرم کی تفصیل تیار کی اور سر سلطان کے ایڈریس پر بھیج دی اور غائب ہو گیا۔ سر سلطان کو اس نے جو رپورٹ بھیجی تھی اس میں خود اس نے اقرار کیا تھا کہ اس نے بہت بڑی رقم کے لالچ میں کافرستان کے ایک ایجنٹ کو ماسٹر کمپیوٹر سے تمام کوڈز کاپی کر کے دے دیئے ہیں۔ اس نے لکھا تھا کہ اس نے ملک سے غداری کی ہے اور وہ اپنے اس جرم پر پکھتا رہا ہے۔ اس سے جو غلطی سرزد ہوئی ہے اس کا کسی بھی طرح ازالہ نہیں کیا جاسکتا۔ کمپیوٹر میں اس نے جو کوڈز فیڈ کئے ہیں۔ انہیں تبدیل کرنا یا ان کی مزید کوڈنگ کرنا صرف اس کے اختیار میں ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں اگر ماسٹر کمپیوٹر کو چھیڑا گیا یا کمپیوٹر پروگرام اوپن کیا گیا تو اس سے ناقابل تلافی نقصان کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ بہر حال اس نے جو کچھ کیا ہے۔ اس کے مطابق بلاسٹنگ کوڈز اس کمپیوٹر میں لاکڈ ہو چکے ہیں۔ جنہیں نہ تو کسی طرح توڑا جاسکتا ہے نہ بدلا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کمپیوٹر کے لائبریریوں سے لنک میزائلوں کو ان سے الگ کیا جاسکتا ہے۔

اس کے اس عمل سے دو انتہائی خوفناک خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ دس کے دس قیمتی اور طاقتور میزائل ناکارہ ہو جائیں گے۔ دوسرا جو سب سے بڑا خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک ماہ کے اندر اندر اگر

ناکارہ ہو کر رہ جائیں یا پھر وہ ری فریش نہ ہونے کی وجہ سے خود ہی کافرستان کی طرف قار ہو جائیں۔ یہاں ایک سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس نے کافرستان کو یہ بتایا ہے کہ اس نے ریڈ لیبارٹری کے کمپیوٹر لاکڈ کر دیئے ہیں۔ اگر ایسا ہو چکا ہے تو پاکیشیا کے پاس کیا باقی رہ جاتا ہے۔ کافرستان تو کبھی بھی اور کسی وقت بھی پاکیشیا کے خلاف جارحانہ اقدام کر سکتا ہے اور چونکہ ہمارے میزائل لاکڈ ہو چکے ہیں اس لئے جوابی کارروائی کے طور پر ہم ان کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔ پھر ڈاکٹر ریحان ملک کا روپوش ہونا بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ اس نے یہ سب کچھ کر بھی لیا ہے۔ خود بھی غائب ہو گیا ہے اور اپنی غداری کا احوال بھی اس نے سرسلطان کو لکھ بھیجا ہے۔ ان عجیب و غریب اور الجھی ہوئی باتوں نے مجھے چکرا کر رکھ دیا ہے۔ میں نے سرداور کے ساتھ مل کر ریڈ لیبارٹری کا تمام حفاظتی سسٹم چیک کیا ہے مگر وہاں دوسری کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی تھی۔

بہر حال احتیاط کے طور پر سرداور نے وہاں کا حفاظتی نظام بدل دیا ہے۔ میں نے ڈاکٹر ریحان ملک کے کمپیوٹرز اور اس کا کیبن بھی چیک کیا تھا مگر وہاں مجھے ایسی کوئی چیز نہیں مل سکی اور نہ ہی مجھے وہاں سے ڈاکٹر ریحان ملک کی وہ پرسنل ڈائری ملی جس میں اس نے کمپیوٹر کے کوڈز نوٹ کر رکھے تھے۔ اس کے علاوہ میں نے ڈاکٹر ریحان ملک کی رہائش گاہ بھی چیک کی ہے۔ ڈاکٹر ریحان ملک کی بیوی اور دو بچے گریٹ لینڈ میں رہتے ہیں۔ یہاں اس کا نہ کوئی عزیز ہے اور نہ رشتہ دار۔ رہائش گاہ

ان کوڈز سے کمپیوٹر کو ری بوٹ یا ری فریش نہ کیا جائے تو کمپیوٹر انڈ مشینری خود بخود آن ہو سکتی ہے اور میزائل خود بخود ایکٹیو ہو کر لانچنگ پیڈ سے قار ہو سکتے ہیں۔

ایسی صورت میں ظاہر ہے میزائل کافرستان میں مقررہ اہداف پر جا گریں گے اور پھر وہاں ہر طرف خوفناک تباہی پھیل جائے گی۔ ایسی تباہی جسے روکنا ناممکن ہو گا۔ ادھر سے جیسے ہی میزائل قار ہوں گے ادھر کافرستان کے پاور ہاؤسز سے انہیں فوراً پتہ چل جائے گا اور پھر ان کی طرف سے بھی فوراً میزائل قار کر دیئے جائیں گے جس کا نتیجہ ظاہر ہے پاکیشیا کی تباہی کی صورت میں ہو گا۔ ڈاکٹر ریحان ملک کی اس حماقت نے دونوں ملکوں کو آتش فشاں کے دبانے پر پہنچا دیا ہے۔ یہ سب کچھ اس نے کیوں کیا ہے اور وہ خود کہاں غائب ہو گیا ہے اس کے بارے میں فی الحال کچھ پتہ نہیں چل رہا۔

اس نے کافرستانی ایجنٹ کو جس ڈیٹا ڈرائیو میں بلاسٹنگ کوڈز کاپی کر کے دیئے ہیں وہ ڈیٹا ڈرائیو ایسی ڈسپوزیبل ڈرائیو ہے جسے صرف ایک ہی بار استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ اس ڈسپوزیبل ڈرائیو سے نہ ان کوڈز کو کسی دوسرے کمپیوٹر میں فیڈ کیا جاسکتا ہے اور نہ کاپی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کافرستان ان کوڈز سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اگر ڈاکٹر ریحان ملک نے کوڈز کافرستان کے حوالے کر بھی دیئے تھے تو اس نے ماسٹر کمپیوٹر کو لاک کیوں کیا تھا اور ایسی صورتحال کیوں بنا دی ہے کہ یا تو ہمارے میزائل قطعی طور پر

”یہ آپ کہہ رہے ہیں۔“ — بلیک زیرو نے حیران ہو کر کہا۔
 ”ہاں۔ میں صحیح کہہ رہا ہوں۔ میں نے حالات کا جائزہ لیا ہے اور
 خود ان کمپیوٹرائزڈ مشینوں کو چیک کیا ہے۔ اگر ریحان ملک نے ان
 کمپیوٹروں میں اپنے نئے اور جدید کوڈز فیڈ نہ کئے ہوتے تو ان کوڈز کو
 تبدیل کیا جاسکتا تھا اور کمپیوٹروں کو ری پروگرام بھی کیا جاسکتا تھا۔ مگر
 اس نے بالکل نئی اور انتہائی حیرت انگیز کوڈنگ کی ہے جسے سمجھنا کم از کم
 میری ریڈی میڈ کھوپڑی کے بس کی بھی بات نہیں ہے۔“ — عمران
 نے کہا۔

”حیرت ہے۔ کیا ڈاکٹر ریحان ملک کو اس بات کا اندازہ نہیں تھا
 کہ اس کی یہ حماقت کس قدر بھیا تک اور خوفناک تباہی کا باعث بن سکتی
 ہے۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”اسے سب معلوم تھا۔ اس نے سر سلطان کو جو رپورٹ بھیجی ہے۔
 اس میں جان بوجھ کر اس نے اپنی غداری کا اعتراف کیا ہے اور اس
 نے یہ بھی باور کرا دیا ہے کہ وہ دونوں ملکوں کی تباہی چاہتا ہے اور اس
 نے جو کچھ کیا ہے اسے کسی بھی طرح روکا نہیں جاسکتا۔“ — عمران
 نے کہا۔

”اوہ۔ اور وہ ری فریش کرنے والی بات۔“ — بلیک زیرو نے
 کہا۔

”ہاں۔ یہ بات بھی مجھے بے حد الجھا رہی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ
 اس نے جس ڈیٹا ڈرائیو میں کوڈز کاپی کئے تھے۔ اگر اس ڈرائیو کو ماسٹر

میں وہ ملازمین کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کی رہائش گاہ میں ان تمام
 ملازمین کی لاشیں پائی گئی ہیں اور وہاں سے تمام فائلیں اور ریڈ لیبارٹری
 کا تمام تر مواد غائب ہے۔ میرے اندازے کے مطابق ڈاکٹر ریحان
 ملک نے اپنے ملازمین کو خود ہی ہلاک کیا تھا۔ پھر وہ سب کچھ سمیٹ کر
 وہاں سے غائب ہو گیا۔“ — عمران کے بغیر مسلسل بولتا چلا گیا۔
 ”اوہ۔ یہ تو واقعی انتہائی خوفناک معاملہ ہے۔ ڈاکٹر ریحان ملک
 نے ماسٹر کمپیوٹر کو لاکڈ کر کے نہ صرف کافرستان بلکہ پاکیشیا کو بھی تباہی
 کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے۔“ — بلیک زیرو نے ساری تفصیل سن
 کر خوف بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ ایسا ہی ہے۔ میں نے وائچ ٹرانسمیٹر پر سیکرٹ سروس کے
 ممبران کو ڈاکٹر ریحان ملک کی تلاش پر لگا دیا ہے۔ مگر مجھے نہیں لگ رہا
 کہ وہ اسے تلاش کر سکیں گے۔ وہ پچھلے چار روز سے لاپتہ ہے اور ان
 دنوں میں وہ کہیں کا کہیں نکل گیا ہو گا۔“ — عمران نے کہا۔
 ”کہاں جانا ہے اس نے۔ زیادہ سے زیادہ وہ گریٹ لینڈ میں
 اپنے بیوی بچوں کے پاس ہی گیا ہو گا۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”شاید۔ بہر حال اس کا زندہ رہنا پاکیشیا کے لئے بے حد ضروری
 ہے۔ اگر وہ کافرستانی ایجنٹوں کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے تو پھر سمجھ لو کہ
 کافرستان اور پاکیشیا کی تباہی اٹل ہو چکی ہے۔ ایٹمی میزائلوں کو ایک ماہ
 سے زیادہ کسی بھی صورت میں روکا نہیں جاسکتا۔“ — عمران نے
 کہا۔

اس کے ساتھ ریڈ لیبارٹری میں کیسے آ گیا تھا۔“ — عمران نے کہا۔
 ”واقعی۔ یہ بھی ایک اہم پوائنٹ ہے۔ لیکن آپ نے ناٹران کو جو
 حلیہ بتایا ہے۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس حلیے کے آدمی نے ہی ریڈ
 لیبارٹری میں قدم رکھے تھے۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”سر داور نے روز مرہ چیکنگ کے لئے لیبارٹری میں کیمرے لگا
 رکھے ہیں جن سے لیبارٹری کے ایک ایک حصے کو نہ صرف دیکھا جاسکتا
 ہے بلکہ اس کی فلم بندی بھی کی جاتی ہے۔ میں نے اس ریکارڈنگ کو
 بھی چیک کیا تھا۔ مگر ڈاکٹر ریحان ملک نے فلم کے ان حصوں کو کاٹ
 دیا تھا مگر تھوڑا سا حصہ کٹنے سے بچ گیا تھا جس میں مجھے ایک انجانا سا
 میک اپ زدہ چہرہ نظر آ گیا تھا۔

”اس کا ایک سیدھا سا داخل میرے پاس بھی ہے۔ اگر کہیں تو۔“

بلیک زیرو نے کہا۔

”کیا۔“ — عمران نے کہا۔

”مگر اس سلسلے میں کافرستان سے سفارتی تعلقات پر بات کی
 جائے یا کافرستانی پرائم منسٹر سے بات کی جائے تو کیا اس کے حوصلہ افزا
 نتائج نہیں ملیں گے۔ ظاہر ہے وہ بھی نہیں چاہیں گے کہ کافرستان میں
 اس قدر خوفناک اور تہہ رکنے والی تباہی برپا ہو۔ ہو سکتا ہے وہ خود ہی وہ
 ڈرائیو ہمیں واپس دے دیں۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”اول تو وہ اس حقیقت کو تسلیم ہی نہیں کریں گے کہ ایک معمولی ڈیٹا
 ڈرائیو سے اس قدر خوفناک تباہی برپا ہو سکتی ہے۔ دوسرا اگر وہ مان بھی

کمپیوٹر میں لگا کر کمپیوٹر کو ری بوٹ کیا جائے تو کمپیوٹر کے کوڈز خود بخود
 کھل جائیں گے اور کمپیوٹر ری فریش ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ اور جو ڈیٹا
 ڈرائیو اس نے کافرستانی ایجنٹ کے حوالے کی ہے وہ ڈسپوز ایبل
 ڈرائیو ہے۔ جو صرف ایک بار استعمال ہو سکتی ہے۔ اس ڈرائیو سے نہ
 دوبارہ استفادہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی اور جگہ کاپی کیا ج
 سکتا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”ہو سکتا ہے۔ اس نے سر سلطان کو یہ پیغام دیا ہو کہ اس ڈیٹا
 ڈرائیو کو کافرستان سے واپس لایا جائے اور اس کے ذریعے ہی کمپیوٹر کو
 ری بوٹ کیا جائے۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ لیکن تمہارا کیا خیال ہے۔ کافرستان والے
 اس ڈرائیو کو صرف دیکھتے رہیں گے۔ اگر انہوں نے اس ڈرائیو کو چیک
 کرنے کے لئے اوپن کیا تو ڈرائیو کا ڈیٹا خود بخود ختم ہو جائے گا۔
 اور ظاہر ہے وہ اس ڈیٹا ڈرائیو کو کسی کمپیوٹر پر ہی اوپن کریں گے۔
 دوسری بار اگر اس ڈرائیو کو اوپن کرنے کی کوشش کی تو اس میں ایک ایسا
 وائرس آ جائے گا جس سے بچنا ناممکن ہو گا۔“ — عمران نے کہا۔

”واقعی حیرانی کی بات ہے۔ کافرستان والے ان بلاسٹنگ کوڈز
 سے آخر کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جس کے لئے انہوں نے ڈاکٹر ریحان
 ملک کو اس قدر خطرہ رقم دی۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”اس سے زیادہ حیرانی کی بات یہ ہے کہ ڈاکٹر ریحان ملک جیسے
 ذمہ دار آدمی کے ساتھ اس کافرستانی ایجنٹ کا رابطہ کیسے ہوا تھا۔ اور وہ

بلبلاتی رہے۔“ بلیک زیرو نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”ایسا ہی ہوگا۔“ عمران نے کہا اور پھر وہ کرسی سے اٹھ کر
 لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آپریشن روم سے باہر نکلتا چلا گیا۔ اس کا انداز
 ایسا تھا جیسے وہ کسی فیصلہ کن نتیجے پر پہنچ گیا ہو۔

جائیں تب بھی وہ اپنا وہ مقصد تو حاصل کریں گے جس کے لئے انہوں
 نے اس قدر خطر رقم خرچ کی ہے۔“ عمران نے کہا۔
 ”پھر بھی عمران صاحب۔ وہ کچھ بھی کر لیں۔ کم از کم یہ تو طے
 ہے کہ جب تک وہ اس ڈیٹا ڈرائیو کو ہمارے ماسٹر کمپیوٹر میں نہ لگا
 دیں وہ اس کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور ریڈ لیبارٹری
 میں ان کے لئے اب داخل ہونا آسان نہ ہوگا۔“ بلیک زیرو
 نے کہا۔

”جو بھی ہو۔ میں نے سر سلطان سے بات کی ہے۔ وہ اس سلسلے
 میں صدر صاحب سے بات کریں گے اور صدر صاحب کا فرستانی صدر یا
 پرائم منسٹر سے بات کریں گے۔ اگر دوسری طرف سے امید افزا جواب
 نہ ملا تو ہمیں لازمی طور پر حرکت میں آنا پڑے گا اور اس ڈیٹا ڈرائیو کو
 واپس لانا ہوگا تاکہ اس ممکنہ خطرے سے بچنا جاسکے۔“ عمران
 نے کہا۔

”اوہ۔ اس لئے آپ نے ناٹران کو اس کا فرستانی ایجنٹ کی تلاش
 پر مامور کیا ہے۔“ بلیک زیرو نے کہا۔
 ”ہاں۔ اس کا ملنا بھی بہت ضروری ہے۔ بس دعا کرو کہ وہ زندہ
 ہو۔“ عمران نے کہا۔

”اللہ کرے وہ زندہ ہو۔ اس غدار انسان نے کروڑوں انسانوں کی
 زندگیاں خطرے میں ڈال دی ہیں۔ ایسے بد فطرت اور سنگدل انسان کو
 ایسی سزا ملنی چاہیے کہ مرنے کے بعد بھی اس کی روح صدیوں تک

ذکر جواب نہیں دے رہے۔“ دوسری طرف سے کافرستانی پرائم
منسٹر نے الجھے ہوئے اور قدرے پریشان لہجے میں کہا۔
”کیا بات ہو گئی ہے سر۔ مجھے بتائیں۔ شاید میں آپ کی کوئی مدد
کر سکوں۔“ شاگل نے فوراً کہا۔

”اسی لئے تو تمہیں فون کیا ہے۔ بہر حال میں نے تمہیں جس ڈیٹا
ڈرائیو کے بارے میں بتایا تھا۔ اس کے لئے ابھی تھوڑی دیر پہلے میری
پاکیشیائی پریذیڈنٹ سے تفصیلی بات ہوئی ہے۔“ دوسری طرف
سے پرائم منسٹر نے کہا تو شاگل بے اختیار چونک پڑا۔

”پاکیشیائی پریذیڈنٹ۔ کیا مطلب۔ انہیں اس ڈیٹا ڈرائیو کے
بارے میں کیسے علم ہو گیا۔“ شاگل نے انتہائی حیرت بھرے لہجے
میں کہا۔

”انہوں نے مجھ سے کھل کر بات کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ریڈ
لیبارٹری کے ڈاکٹر ریحان ملک نے جو ڈیٹا ڈرائیو کافرستانی ایجنٹ کو
فروخت کی تھی۔ ایک تو وہ ڈسپوزیبل ہے اور دوسرے اس میں جو کوڈز
ہیں وہ ہمارے لئے قطعی بے کار اور غیر مفید ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا
ہے کہ ڈاکٹر ریحان ملک نے ڈیٹا ڈرائیو کافرستانی ایجنٹ کے حوالے
کرنے کے بعد ذاتی طور پر ایک رپورٹ تیار کی تھی اور پھر وہ رپورٹ
اس نے وزارت خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان کو کوریئر کر دی تھی۔ اس
رپورٹ میں اس نے کچھ ایسی باتیں تحریر کی ہیں جس سے دونوں ممالک
یعنی پاکستان اور کافرستان کو شدید ترین خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔“

شاگل اپنے آفس میں بیٹھا تھا کہ میز پر پڑے ہوئے مختلف رنگ
کے فون سیٹوں میں سے سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ فون پر نظر
پڑتے ہی شاگل چونک پڑا۔ سرخ رنگ کا فون کافرستانی پرائم منسٹر اور
صدر کے لئے مخصوص تھا جس پر شاگل ان سے کسی بھی ایمرجنسی کی
صورت میں ہاٹ لائن کے طور پر بات کر سکتا تھا۔
”لیس سر۔ شاگل سپیکنگ۔“ شاگل نے رسیور اٹھا کر بڑے
مودبانہ انداز میں کہا۔

”پرائم منسٹر سپیکنگ۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر کی آواز
سنائی دی۔

”لیس سر۔ حکم سر۔“ شاگل کا لہجہ مودبانہ تھا۔

”شاگل۔ ایک عجیب و غریب صورتحال پیدا ہو گئی ہے۔ اس سلسلے
میں میری جناب صدر سے بھی بات ہوئی ہے لیکن وہ مجھے کوئی قابل

”میں سمجھا نہیں سر۔ کیا کرنا چاہئے سے آپ کی کیا مراد ہے۔“
شاگل نے کہا۔

”ڈاکٹر ریحان ملک نے جس طرح کمپیوٹر لاکڈ کیا ہے۔ اس کمپیوٹر کو ریفریش کرنے کے لئے پاکیشیا ہم سے اس ڈیٹا ڈرائیو کا مطالبہ کر رہا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب تک ڈیٹا ڈرائیو سے کمپیوٹر کو ریفریش نہیں کیا جائے گا وہ اس سنگین اور خوفناک معاملے پر قابو نہیں پاسکتے۔“
پرائم منسٹر نے کہا۔

”اوہ۔ کیا آپ نے اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ ڈیٹا ڈرائیو ہمارے پاس ہے۔“ شاگل نے ایک بار پھر چونک کر کہا۔
”نہیں۔ میں نے اس بات سے یکسر انکار کر دیا ہے کہ ہمارے کسی ایجنٹ نے ایسا کوئی کام کیا ہے اور چونکہ یہ سارا کام غیر قانونی طور پر کیا گیا تھا اس لئے میں بھلا اس کی ذمہ داری کیسے لے سکتا تھا۔ میں نے بہر حال پاکیشیائی صدر سے کہہ دیا ہے کہ میں اس سلسلے میں باقاعدہ انکوائری کراؤں گا اور اگر میرے نوٹس میں ایسی کوئی بات آئی تو میں انہیں ضرور انفارم کروں گا اور ممکن ہو تو ڈیٹا ڈرائیو بھی ان کے حوالے کیا جاسکتا ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ بات محض ڈرائیو حاصل کرنے کے لئے کی ہو۔“ شاگل نے کہا۔
”ممکن ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”لیکن سر۔ ڈاکٹر ریحان ملک کہاں ہے۔ کیا وہ زندہ ہے۔“ شاگل

پرائم منسٹر نے کہا اور پھر وہ شاگل کو اس رپورٹ کے بارے میں تفصیل بتانے لگے جو ڈاکٹر ریحان ملک نے سرسلطان کو بھیجی تھی۔

”اوہ۔ یہ تو انتہائی خوفناک اور سنگین صورتحال ہے۔ دس وار ہیڈز سے لیس میزائل کافرستان پر ٹارگٹ ہیں اور کافرستان کسی بھی وقت ان میزائلوں سے تباہ ہو سکتا ہے۔“ شاگل نے ساری تفصیل سن کر سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ یہی بات پریشان کن ہے۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے کہا۔

”لیکن سر۔ ایک انسان اس طرح کروڑوں انسانوں کی ہلاکت کا موجب کیسے بن سکتا ہے۔ اس ڈاکٹر ریحان ملک نے ایسا کیوں کیا ہے۔ اس نے پاکیشیائی میزائلوں کو ٹارگٹ پر لاکڈ کر کے اگر کافرستان کی تباہی کا پروگرام بنایا تھا تو کیا وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ جوابی کارروائی کے طور پر ہم بھی پاکیشیا پر ایٹمی میزائل برسا سکتے ہیں۔ اگر کافرستان تباہ ہو گا تو کیا پاکیشیا جوابی طور پر اس خوفناک تباہی سے محفوظ رہ سکے گا۔“ شاگل نے انتہائی پریشانی کے عالم میں کہا۔

”یہی تو کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے۔ وہ انسان ہے یا درندہ، وہ کروڑوں انسانوں کو موت کے منہ میں کیوں جھونک رہا ہے۔“ شاگل نے کہا۔

”ایسا ہی لگتا ہے۔ بہر حال اب تم بتاؤ۔ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

دھار کر یہاں آسکتے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ اگر ڈیٹا ڈرائیو تک پہنچ گئے اور اسے یہاں سے لے جانے میں کامیاب ہو گئے تو ہمارا سارا کیا دھرا تمام ہو کر رہ جائے گا۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”ان کی آپ فکر نہ کریں سر۔ میں نے اس خدشے کے پیش نظر پہلے ہی تمام انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔ عمران اور اس کے ساتھی کافرستان میں آکر ہمارے ہاتھوں سے نہیں بچ سکیں گے۔ انہیں قدم قدم پر موت کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس بار شاگل ان کے سامنے موت کا روپ دھار کر آئے گا۔ ایسی موت کا روپ جس سے بچ نکلنا ان کے لئے ناممکن ہو گا۔ قطعی ناممکن۔“ شاگل نے ٹھوس اور بڑے سخت لہجے میں کہا۔

”میں ایک بار پھر آپ پر بھروسہ کر رہا ہوں مسٹر شاگل۔ امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے کہا۔

”میں آپ کو یقین دلاتا ہوں سر۔ اس بار میرا اور عمران کا ٹکراؤ بے حد بھیانک ہو گا اور اس ٹکراؤ میں فتح سو فیصد ہماری ہوگی اور عمران کے حصے میں سوائے شکست اور ہلاکت کے اور کچھ نہیں آئے گا۔“ شاگل نے ٹھوس اور پر اعتماد لہجے میں کہا۔

”گڈ۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”سر۔ کیا میں آپ سے ایک بات پوچھ سکتا ہوں۔“ شاگل نے کہا۔

نے کہا۔

”وہ فرار ہو چکا ہے اور اس کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”تب پھر آپ کیا چاہتے ہیں۔ کیا ہمیں ڈیٹا ڈرائیو انہیں واپس دے دی جانی چاہئے۔“ شاگل نے کہا۔

”پاکیشیائی صدر نے کہا ہے کہ انہیں اگلے دس سے پندرہ دنوں تک اگر ڈیٹا ڈرائیو واپس نہ ملی اور ماسٹر کمپیوٹر کو اس سے ری فریش نہ کیا گیا تو دونوں ممالک کے لئے مشکلات کھڑی ہو جائیں گی۔ ادھر ہمارے سائنسدان اور انجینئرز سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں کہ کسی طرح وہ اس ڈسپوزیبل ڈیٹا ڈرائیو کے ڈیٹا کو اور بجل حالت میں اپنے پاس محفوظ کر سکیں۔ لیکن یہاں ایک اور خدشہ سر اٹھا رہا ہے مسٹر شاگل۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”وہ کیا سر۔“ شاگل نے کہا۔

”اس وقت ڈیٹا ڈرائیو پاکیشیا کے لئے بے حد اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اس ڈیٹا ڈرائیو کی وجہ سے ایک لحاظ سے ان کا ایٹمی پروگرام بھی خطرے میں آ گیا ہے۔ اس لئے وہ ڈیٹا ڈرائیو حاصل کرنے کی سر توڑ کوششیں کریں گے۔ سفارتی بنیادوں پر تو انہیں ناکامی کا ہی سامنا کرنا پڑے گا۔ مگر وہ اس کے حصول کے لئے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کو بھی حرکت میں لا سکتے ہیں۔ اب جس طرح سب پر ساری صورتحال واضح ہو گئی ہے۔ عمران اور اس کے ساتھی آندھی اور طوفان کا روپ

اور لاسٹ وارننگ سمجھو۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے کہا۔
 یہ سب کہتے ہوئے ان کے لہجے میں بے پناہ سرد پن آ گیا تھا۔
 ”یس سر۔ میں اس مرتبہ آپ کو شکایت کا کوئی موقع نہیں دوں
 گا۔“ شاگل نے کہا تو دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے رسیور
 رکھ دیا۔ شاگل نے بھی رسیور کریڈل پر رکھا اور کرسی کی پشت سے ٹیک
 لگا کر یوں گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ جیسے بڑی دور سے دوڑ لگا کر
 آیا ہو اور اس کا سانس پھول گیا ہو۔

”پرائم منسٹر نے مجھے فائل اور لاسٹ وارننگ دی ہے۔ اب اگر
 عمران یہاں آیا تو مجھے اس کے ساتھ اپنی ہاتھوں سے نپٹنا پڑے گا۔
 اس بار اگر وہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا اور میرے ہاتھوں بچ کر نکل
 گیا تو پرائم منسٹر مجھے یقیناً فائرنگ اسکواڈ کے سامنے کھڑا کر دیں گے۔
 نہیں۔ نہیں۔ میں ایسی نوبت نہیں آنے دوں گا۔ میں عمران اور اس
 کے ساتھیوں کو کسی بھی صورت میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ اس
 مرتبہ عمران اور اس کے ساتھیوں کا مقدر صرف موت بنے گی۔ بھیانک
 اور یقینی موت۔“ شاگل خود کلامی کے انداز میں کہتا چلا گیا۔ اس
 کے چہرے پر چٹانوں جیسی سختی اور درندوں کی سی وحشت ابھر آئی تھی
 اور اس کی آنکھیں یوں سرخ ہو گئی تھیں جیسے اس کے سارے جسم کا
 بخون سمٹ کر اس کی آنکھوں میں آ گیا ہو۔

”پوچھو۔“ پرائم منسٹر کی آواز سنائی دی۔

”میں آپ سے یہ تو نہیں پوچھوں گا کہ وہ ڈیٹا ڈرائیو کہاں ہے۔
 اور اس پر کام کرنے والے کون ہیں۔ لیکن مجھے آپ صرف یہ بتادیں
 کہ جس ایجنٹ کے ساتھ ڈاکٹر ریحان ملک کی ڈیل ہوئی تھی وہ کون
 تھا۔ اس کا تعلق کس ایجنسی سے تھا اور وہ اب کہاں ہے۔“ شاگل
 نے کہا۔

”اس کا تعلق ٹاپ سیکرٹ ایجنسی سے تھا۔ جب وہ ڈیٹا ڈرائیو لایا
 تھا تو اسے اسی وقت ہلاک کر دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ ریڈ لیبارٹری میں جا
 چکا تھا اور ہمیں یقین تھا کہ ریڈ لیبارٹری کے خفیہ کیمروں نے اس کی
 اور بجٹل تصاویر لے لی ہوں گی۔ عمران اس ایجنٹ کے کلیو کو مد نظر رکھ کر
 کافرستان پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے ہم نے اس کلیو کو ہی ختم کر دیا ہے۔“
 پرائم منسٹر نے کہا۔

”یہ بہت اچھا کیا ہے آپ نے۔ میرے ذہن میں یہی خدشہ سر
 ابھار رہا تھا کہ عمران اس سیکرٹ ایجنٹ تک اگر پہنچ گیا تو اس کے
 ذریعے اسے اس بات کا ضرور علم ہو جائے گا کہ اس نے ڈیٹا ڈرائیو کس
 کے حوالے کیا تھا۔“ شاگل نے کہا۔

”میں اس بات کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ بہر حال اب میں نے
 ساری صورتحال تم پر واضح کر دی ہے۔ اگر عمران اور اس کی ٹیم
 کافرستان آئی تو اسے سنبھالنا تمہارا کام ہے۔ اس بار میں تمہاری طرف
 سے ناکامی کی کوئی بات نہیں سنوں گا۔ اسے تم میری طرف سے فائل

”کیا صدر صاحب نے انہیں خطرناک صورتحال اور اس کی سنگینی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”سب کچھ بتایا تھا۔ یہاں تک کہ میرے ایما پر کافرستانی پرائم منسٹر کوڈاکٹر ریحان ملک کی وہ رپورٹ بھی فیکس کر دی گئی تھی جو اس نے سرسلطان کو بھیجی تھی۔ مگر کافرستانی پرائم منسٹر اپنی کسی ایجنسی کو مورد الزام ٹھہرانے کے لئے تیار ہی نہیں ہو رہے۔“ — عمران نے کہا۔

”پھر اب کیا کیا جائے۔ ادھر ڈاکٹر ریحان ملک بھی گدھے کے سر کے سینک کی طرح غائب ہے۔ اس نے سارے کام اس قدر ذہانت اور صفائی سے کئے ہیں کہ اپنے پیچھے کوئی چھوٹا سا کلیو بھی نہیں چھوڑا۔ یہی نہیں فارن ایجنٹس کی رپورٹ کے مطابق اس کے بیوی بچے بھی گریٹ لینڈ سے غائب ہو گئے ہیں۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”اس سے یہ بات تو طے ہو گئی ہے کہ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے اپنی مرضی سے ہی کر رہا ہے۔ مگر کیوں۔ اس سوال کا جواب ملنا ابھی باقی ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”ناٹران کی بھی رپورٹ آ گئی ہے۔“ — بلیک زیرو نے کہا تو عمران چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا بتایا ہے اس نے۔“ — عمران نے پوچھا۔

”اسے صرف اس حد تک علم ہوا ہے کہ مذکورہ آدمی کا نام کرشن تھا اور اس کا تعلق کافرستان کی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی سے تھا۔ وہ پچھلے دنوں دارالحکومت میں دیکھا گیا تھا مگر اس کے بعد سے وہ بھی غائب ہے۔“

عمران کو آپریشن روم میں داخل ہوتے دیکھ کر بلیک زیرو فوراً اس کے احترام میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”مسئلے کا کوئی حل نکلا ہے۔“ — سلام و دعا کے بعد اس نے

عمران کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جس کے چہرے پر بدستور سنجیدگی تھی اور وہ سوچ میں ڈوبا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

”ابھی نہیں۔“ — عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے ایک طویل

سانس لے کر کہا۔

”صدر مملکت نے کافرستانی پرائم منسٹر سے بات کی تھی۔ کیا جواب

دیا ہے انہوں نے۔“ — بلیک زیرو نے پوچھا۔

”وہی۔ جو میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ اس حقیقت کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے کہ ان کے کسی ایجنٹ نے کوڈز حاصل کئے ہیں۔“

عمران نے کہا۔

بلیک زیرو نے کہا۔

”ٹاپ سیکرٹ ایجنسی۔ اوہ۔ تو وہ ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا آدمی تھا۔“
عمران کے منہ سے نکلا۔ اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کوئی جواب دینا
اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو نے ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور
اٹھالیا۔

”ایکسٹو۔“ بلیک زیرو نے ایکسٹو کے مخصوص انداز میں کہا۔
”جولیا بول رہی ہوں چیف۔“ دوسری طرف سے جولیا کی
آواز سنائی دی۔

”لیں جولیا۔ کوئی رپورٹ۔“ بلیک زیرو نے کہا اور اس نے
لاؤڈز کا بٹن آن کر دیا تاکہ اس کی اور جولیا کی باتیں عمران بھی سن
سکے۔

”لیں چیف۔ ایک اہم بات کا پتہ چلا ہے۔“ دوسری طرف
سے جولیا کی پر جوش آواز سنائی دی۔

”کس بات کا پتہ چلا ہے۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”چیف۔ ہم نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ ڈاکٹر ریحان ملک نے کن
ذرائع سے اور کہاں کافرستانی ایجنٹوں سے ڈیل کی تھی۔“ دوسری
طرف سے جولیا نے کہا تو بلیک زیرو کے ساتھ عمران بھی چونک پڑا۔

”گڈ۔ تفصیل بتاؤ۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”ہم نے ڈاکٹر ریحان ملک کی رہائش گاہ کے ارد گرد سے معلومات
اکٹھی کی ہیں۔ کچھ لوگوں نے اس رہائش گاہ میں کئی لوگوں کو آتے

دیکھتے دیکھا تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جن کا تعلق جرائم کی
دنیا سے تھا۔ یہاں کے ایک رہائشی نے ڈاکٹر ریحان ملک کی رہائش گاہ
میں کچھ عرصہ قبل شارک کلب کے بدنام زمانہ جیکی دادا کو کئی بار آتے
دیکھا تھا۔ جیکی دادا رات کی تاریکی میں آتا تھا جب ڈاکٹر
ریحان ملک گھر میں ہوتا تھا۔ وہ کئی کئی گھنٹے ڈاکٹر ریحان ملک کے پاس
بہرتا تھا۔ پھر دو ہفتے پہلے اس نے جیکی دادا کے ساتھ ایک اور آدمی کو
بھی رہائش گاہ میں آتے دیکھا تھا۔ وہ آدمی وہی ہے جو ڈاکٹر ریحان
ملک کے ساتھ ریڈ لیبارٹری گیا تھا۔ ہم نے اسے اس آدمی کا فوٹو گراف
دکھا کر تصدیق کرائی ہے۔ اس آدمی کا جیکی دادا کے ساتھ آنے کا
مغرب صاف ہے کہ ڈاکٹر ریحان ملک کے جیکی دادا کے ساتھ تعلقات
تھے اور اسی کے توسط سے وہ کافرستانی ایجنٹ اس سے ملا تھا۔“ دوسری
طرف سے جولیا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ تم اس وقت کہاں ہو اور کون ہے تمہارے ساتھ۔“ بلیک
زیرو نے پوچھا۔

”تمام ممبر میرے ساتھ ہیں اور ہم شارک کلب کے کچھ فاصلے پر
ہیں۔“ جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ عمران اس کی بات سن
کر اٹھا اور اس نے بلیک زیرو کے ہاتھ سے رسیور لے لیا۔

”کیوں۔ تم نے سب کو وہاں کیوں بلایا ہے۔“ عمران نے
ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔

”چیف۔ جیکی دادا انتہائی سفاک، بے رحم اور خطرناک انسان ہے۔

لئے میں نے اس پر خاص توجہ نہیں دی تھی البتہ ٹائیکر کو اس کے ماتھے ضرور لگا دیا تھا تاکہ وہ اس پر کڑی نظر رکھے اور اگر وہ اسے ملک کے خلاف کسی جرم میں ملوث ہوتا دیکھے تو وہ اس کا راستہ خود ہی روک دے۔ اب اگر سیکرٹ سروس کے ممبران شارک کلب میں جاتے تو ان کا لازماً اس کے غنڈوں سے مقابلہ ہو جاتا۔ اور میں چونکہ انہیں فوراً کافرستان لے جانا چاہتا ہوں اس لئے میں فی الحال کسی کے جسم پر معمولی سی بھی خراش دیکھنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔“ — عمران نے کہا۔

”چلیں اسی بہانے اندھیرے میں ہمیں کوئی تو راستہ نظر آیا ہے۔ اب جیکو دادا بے کم از کم یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کافرستان ایجنٹ کون تھا اور اس کا کافرستان کی کس ایجنسی سے تعلق تھا۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”ہوش کے ناخن لو۔ تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ ناثران نے تمہیں انفارم کیا ہے کہ اس ایجنٹ کا نام کرشن تھا اور اس کا تعلق کافرستان کی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی سے تھا۔“ — عمران نے اسے گھور کر کہا۔

”اوہ۔ ہاں۔ سوری۔ میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔“ — بلیک زیرو نے شرمندگی سے کہا۔

”اس لئے کہتا ہوں۔ ہوش میں رہا کرو۔ اگر ایکسٹو کے ذہن سے ہی باتیں نکلنے لگ گئیں تو ممبران کا تو پھر اللہ ہی حافظ ہے۔“ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

اس کے بارے میں یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اس نے شارک کلب میں غنڈوں کی ایک بہت بڑی فوج پال رکھی ہے جو کلب میں غیر متعلق آدمی کو داخل ہوتے دیکھ کر فوراً گولی مار دیتے ہیں۔ اس کلب میں سوائے کلب کے ممبران کے اور کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔ ہمارا ہدف جیکو دادا ہے۔ اس لئے اس تک پہنچنے کے لئے وہ غنڈے ہمارے آڑے آسکتے ہیں۔ اس لئے میں نے سب کو بلا لیا تھا۔“ — دوسری طرف سے جولیا نے کہا۔

”نہیں۔ تم میں سے کسی کو شارک کلب میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جیکو دادا تک پہنچنے کا میں خود ہی کوئی انتظام کر لوں گا۔ تم سب فوراً واپس آ جاؤ۔ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ تیار رہو۔ تم سب کو کسی بھی وقت کافرستان مشن پر جانا پڑ سکتا ہے۔“ — عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

”لیس چیف۔ جیسے آپ کا حکم۔“ — دوسری طرف سے جولیا نے کہا تو عمران نے رسیور کریدل پر رکھ دیا۔

”یہ کیا۔ آپ نے انہیں جیکو دادا کے خلاف ایکشن لینے سے منع کیوں کر دیا ہے۔“ — بلیک زیرو نے عمران کو رسیور رکھتے دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں جیکو دادا کے بارے میں بخوبی جانتا ہوں۔ وہ واقعی شیطانوں کا شیطان ہے۔ انسانوں کو گاجر مولیٰ کی طرح کاٹنا اس کے لئے معمولی بات ہے۔ اس کی چونکہ جرائم پیشہ افراد سے ٹھنی رہتی ہے

”اب میں ٹائیگر سے بات کر لوں۔“ — عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے ٹرانسمیٹر آن کیا اور ٹائیگر کی مخصوص فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔ اور۔“ — عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”ییس باس۔ ٹائیگر انڈنگ یو۔ اور۔“ — دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”ٹائیگر۔ لگتا ہے تمہاری صلاحیتوں کو زنگ لگ گیا ہے یا پھر تم نکلے ہو تے جا رہے ہو۔ اور۔“ — عمران نے ٹائیگر کی آواز سن کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”بب۔ باس۔ میں نے کیا کیا ہے۔ اور۔“ — دوسری طرف سے ٹائیگر کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ تم نے کیا کیا ہے۔ تم شاید اب آنکھیں بند کر کے کسی پنجرے کے کونے میں پڑے رہنے کے عادی ہو گئے ہو۔ جب تک کوئی بھی یا دوسرا جانور تمہیں پنچہ نہ مارے تم آنکھیں ہی نہیں کھولتے۔ اور۔“ — عمران نے اسی طرح غصیلے لہجے میں کہا۔

”پپ۔ پلیز باس۔ ایسی باتیں کر کے آپ میرا دل دہلا رہے ہیں۔ آخر ہوا کیا ہے۔ میں نے ایسی کون سی غلطی کی ہے۔ جس کے لئے آپ میری اس قدر سخت سرزنش کر رہے ہیں۔ اور۔“ دوسری طرف سے ٹائیگر نے انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔

”سوری عمران صاحب۔“ — بلیک زیرو نے پھر شرمندہ لہجے میں کہا۔

”مجھے ٹرانسمیٹر لا کر دو۔ میں ٹائیگر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“

عمران نے سر جھٹک کر کہا تو بلیک زیرو سر ہلا کر اٹھا اور دوسرے کمرے سے ایک جدید ٹرانسمیٹر لے آیا۔

”ایک بات کہوں برا تو نہیں مانیں گے۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”برا ماننے والی ہوئی تو ضرور مانوں گا۔“ — عمران نے اس انداز میں کہا کہ بلیک زیرو نہ چاہتے ہوئے مسکرا دیا۔

”جب اس بات کا تعین ہو چکا ہے کہ ڈاکٹر ریحان ملک سے ملنے والا کافرستانی ایجنٹ کرشن تھا اور اس کا تعلق کافرستان کی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی سے تھا۔ پھر آپ جیکی دادا سے اب کیا پوچھیں گے۔“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”یہ کہہ رہے ہو یا پوچھ رہے ہو۔“ — عمران نے کہا۔

”پوچھ رہا ہوں۔“ — بلیک زیرو نے مسکرا کر کہا۔

”بھلے آدمی۔ اگر جیکی دادا ڈاکٹر ریحان ملک کو کسی کافرستانی ایجنٹ سے ملا سکتا ہے تو یہ بھی تو ہو سکتا ہے اسے غائب کرنے میں بھی اسی کا ہاتھ ہو۔ ممکن ہے ڈاکٹر ریحان ملک اسی کے ذریعے خدار بنا ہو۔“

عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ہاں۔ یہ بھی ممکن ہے۔“ — بلیک زیرو نے فوراً کہا۔

”میں نے تمہیں جیکی دادا پر نظر رکھنے کے لئے کہا تھا۔ اور۔“

عمران نے سر دلچے میں کہا۔

”جی ہاں۔ وہ مسلسل میری نظروں میں ہی ہے۔ مگر۔ اور۔“ ٹائیگر کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

”مگر۔ مگر کیا۔ اور۔“ — عمران نے اسی انداز میں کہا۔

”چند روز پہلے اس کے کلب پر چند نامعلوم افراد نے حملہ کیا تھا۔ کلب کے اندر اور باہر زبردست فائرنگ کا تبادلہ ہوا تھا۔ اس معرکے میں خود جیکی دادا بھی لڑتا ہوا کلب سے باہر آ گیا تھا اور وہ تاک تاک کر حملہ آوروں کو مار رہا تھا۔ لیکن پھر ایک طرف سے ایک اندھی گولی آ کر اس کے سینے میں لگی اور وہ وہیں گر گیا۔ دو گھنٹوں کی مسلسل فائرنگ کے بعد وہاں خاموشی چھا گئی۔ اس معرکے میں جیکی دادا کے کئی غنڈے بھی ہلاک ہوئے تھے جبکہ حملہ آوروں کے لاتعداد آدمی ہلاک و زخمی ہو گئے تھے جنہیں وہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ادھر جیکی دادا کے ساتھیوں نے اسے انتہائی تشویشناک حالت میں اٹھا کر ایک قریبی ہسپتال پہنچا دیا اور آپریشن کے بعد اس کے جسم سے گولی نکال لی گئی تھی۔ جس سے اس کی حالت خطرے سے باہر آ گئی تھی۔ اور وہ ابھی تک سول ہسپتال میں ہی ہے۔ اور۔“ — دوسری طرف سے ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ یہ کب کا واقعہ ہے۔ اور۔“ — عمران نے پوچھا۔

”آج اس واقعہ کو چھ روز ہو گئے ہیں۔ اور۔“ — ٹائیگر نے

جواب دیا تو عمران کے چہرے پر حیرتوں کی آبشار بہنے لگی۔

”چھ روز۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ جیکی دادا ہی ہے۔ اور۔“

عمران نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ میں آج صبح ہی اس سے ملنے ہسپتال گیا تھا۔ اور۔“

ٹائیگر کی آواز سنائی دی اور تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

”جب شارک کلب پر حملہ ہوا تھا۔ تم اس وقت کہاں تھے اور کیا ان حملہ آوروں کے بارے میں کچھ معلوم ہوا ہے۔ اور۔“ — عمران نے ایک لمحے کے توقف کے بعد کہا۔

”حملہ آدھی رات کے بعد کیا گیا تھا۔ اس وقت میں اپنے فلیٹ میں تھا۔ اگلے روز جب میں شارک کلب گیا تب مجھے معلوم ہوا کہ وہاں کیا ہوا تھا۔ اس کے بعد میں فوراً جیکی دادا سے ملنے چلا گیا۔ میں نے اسے اپنا اچھا دوست بنا رکھا ہے۔ سب مجھے جانتے ہیں اس لئے مجھے اس سے ملنے سے نہیں روکا گیا۔ میں نے اس سلسلے میں جیکی دادا سے بات کی تھی مگر وہ ان حملہ آوروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اور۔“ — دوسری طرف سے ٹائیگر نے کہا۔

”اب تم کہاں ہو۔ اور۔“ — عمران نے چند لمحے توقف کے بعد کہا۔

”فی الحال تو اپنے فلیٹ میں ہی ہوں اور ہسپتال جانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ آپ کی کال آ گئی۔ اور۔“ — ٹائیگر نے کہا۔

”میں باس۔ اوور۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”اوکے۔ اوور اینڈ آل۔“ عمران نے کہا اور اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”اب تو سارے کا سارا معاملہ ہی الجھا ہوا نظر آ رہا ہے۔ حیرت ہے اگر جیکی دادا ہسپتال میں پڑا ہے تو ڈاکٹر ریحان ملک کی رہائش گاہ میں آنے والا جیکی دادا کون تھا۔“ بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ عمران نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے ایک بار پھر ٹرانسمیٹر آن کیا اور فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔ فریکوئنسی ایڈجسٹ کر کے اس نے چند ثن پر لیس کئے اور پھر وہ کال کرنے لگا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ ایکسٹو کالنگ۔ ہیلو۔ اوور۔“ عمران نے بار بار

کال دیتے ہوئے کہا۔

”لیس چیف۔ ناٹران انڈنگ یو۔ اوور۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ناٹران کی آواز سنائی دی۔

”ناٹران۔ تم نے جس ٹاپ سیکرٹ ایجنٹ کے بارے میں بتایا تھا۔ مجھے اس کے بارے میں مزید تفصیلات چاہئیں۔ اوور۔“ عمران نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔

”کیسی معلومات چیف۔ اوور۔“ دوسری طرف سے ناٹران

نے کہا۔

”ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا چیف کون ہے۔ اس ایجنسی میں کتنے ممبران ہیں اور ان کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ اوور۔“ عمران نے

”ٹھیک ہے۔ تم ہسپتال جاؤ اور جا کر جیکی دادا سے ملو۔ میں تم سے پھر بات کروں گا۔ اوور۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن باس۔ مسئلہ کیا ہے۔ آپ کے وہ سخت الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے۔ اوور۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”ایک گھمبیر اور انتہائی خوفناک مسئلہ ہو گیا ہے اور اس مسئلے میں جیکی دادا کا نام سامنے آیا ہے اور اسی سلسلے میں تمہیں میں نے کال کی تھی۔ اوور۔“ عمران نے کہا۔ پھر اس نے کچھ سوچ کر ٹائیگر کو ساری تفصیل بنا دی۔

”اوہ۔ اگر جیکی دادا کو ڈاکٹر ریحان ملک کی رہائش گاہ میں آتے جاتے دیکھا گیا تھا تو ہسپتال میں کون ہے۔ اوور۔“ ساری تفصیل سن کر ٹائیگر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”یہی تو میں سوچ رہا ہوں۔ بہر حال تم ہسپتال جا کر جیکی دادا کو بغور دیکھو۔ ہو سکتا ہے ہسپتال میں موجود جیکی دادا کے میک اپ میں کوئی اور ہو یا پھر کوئی اور جیکی دادا کے روپ میں ڈاکٹر ریحان ملک سے ملتا رہا ہو۔ اگر ایسا ہے تو انہوں نے بڑے اونچے لیول پر گیم کھیلی ہے اور ہمیں ہر حال میں اس گیم کا پتہ لگانا ہے۔ اوور۔“ عمران نے کہا۔

”اوکے باس۔ میں آپ کو ایک گھنٹے میں فون کروں گا۔ آپ فلیٹ میں ہی ہیں۔ اوور۔“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”نہیں۔ تم کال مت کرنا۔ میں تم سے خود رابطہ کر لوں گا۔ اوور۔“ عمران نے کہا۔

کہا۔

”اوکے چیف۔ میں یہ سب معلوم کر لوں گا۔ اور۔“ ناثران

نے کہا۔

”اور اگر چیف اور ایجنسی کے ممبران کا بائیوڈیٹا اور ان کے

فوٹو گرافس بھی مل جائیں تو زیادہ بہتر رہے گا۔ اور۔“ عمران

نے کہا۔

”لیس چیف۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ اور۔“ دوسری طرف

سے ناثران نے کہا۔

”کوشش نہیں نانسس۔ مجھے یہ سب ہر حال میں چاہئے۔ سمجھے تم۔

ہر حال میں۔ اور۔“ عمران نے کرخت لہجے میں کہا۔

”لیس چیف۔ میں یہ سب کر لوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ اور۔“

ایکسٹو کا کرخت لہجہ سن کر دوسری طرف سے ناثران نے گھبرا کر کہا۔

”میں تمہیں کل کال کروں گا۔ کل تک مجھے تمام تفصیلات مل جانی

چاہئے۔ اور۔“ عمران نے کہا۔

”لیس چیف۔ اور۔“ دوسری طرف سے ناثران نے کہا۔

”اوکے۔ اور اینڈ آل۔“ عمران نے کہا اور اس نے

ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”کیا بات ہے۔ ناثران سے آپ بڑے سخت لہجے میں بات کر

رہے تھے۔ پہلے تو کبھی آپ نے اس سے ایسے لہجے میں بات نہیں کی

تھی۔“ بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”پہلے اس نے بھی کبھی نہیں کہا تھا کہ وہ کوشش کرے گا۔ وہ اچھی

مرح جانتا ہے کہ میں حتمی اور مفصل رپورٹ مانگتا ہوں اور اسے جو بھی

کام کہا جائے اسے پورا کرنا اس کی ذمہ داری ہے اور کوشش کا لفظ کہہ

کر کوئی اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرے۔ کم از کم یہ ایکسٹو برداشت

نہیں کر سکتا۔“ عمران نے ہونٹ بھیچتے ہوئے کہا۔

”یہ بات بھی ٹھیک ہے۔“ بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا

کر کہا۔

”آخر ڈاکٹر ریحان ملک جا کہاں جا سکتا ہے۔“ عمران نے

بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”اگر ٹائیگر کی رپورٹ کے مطابق ہسپتال میں اصلی جیکی دادا ہوا تو

پھر آپ کیا کریں گے۔“ بلیک زیرو نے پوچھا۔

”پھر مجھے ایک بار پھر ڈاکٹر ریحان ملک اور جیکی دادا کو چیک کرنا

پڑے گا۔ ڈاکٹر ریحان ملک کا کلیو مل ہی جائے گا۔ وہ ہے تو اسی دنیا

میں ہی۔ میں اسے کھود نکالوں گا۔“ عمران نے کہا۔

”ہمارے لئے کیا ضروری ہے۔ ڈاکٹر ریحان ملک یا کافرستان

میں موجود ڈیٹا ڈرائیو۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”ہمارے لئے دونوں ضروری ہیں۔ ڈیٹا ڈرائیو کے ذریعے ریڈ

لیبارٹری کا ماسٹر کمپیوٹری فریش کیا جائے گا اور رہا ڈاکٹر ریحان ملک۔

تو وہ ریڈ لیبارٹری کے بارے میں بہت کچھ بلکہ سب کچھ جانتا ہے اور

اگر وہ دولت کے لالچ میں بلاسٹنگ کوڈز دشمن ملک کے حوالے کر سکتا

ہے تو اس جیسے غدار انسان سے کوئی بعید نہیں کہ وہ کسی دن ساری ریڈ لیبارٹری ہی دشمنوں کے حوالے کر دے۔ ایسے انسان کو تو میں جب تک اپنے ہاتھوں سے زندہ درگور نہ کر دوں میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔“ عمران نے کہا۔ آخری الفاظ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں بے پناہ سرد پن آ گیا تھا۔ اس کی بات سن کر بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”جب تک مائیکر کچھ معلوم نہیں کر لیتا تب تک تم جولیا کو کال کرو۔ وہ تمام ممبران کو لے کر یہاں آ جائے۔ میں انہیں کافرستان لے جانے کے لئے بریف کرنا چاہتا ہوں۔“ — عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلایا اور فون کا رسیور اٹھا کر جولیا کے نمبر پر پریس کرنے لگا۔

شاگل اپنے آفس میں موجود تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔

”ہی۔۔۔ اس نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”آئند بول رہا ہوں سر۔ انچارج پاکیشیائی سیکشن۔“ — دوسری

طرف سے آواز سنائی دی۔

”یہ بتا کر کہ تم پاکیشیائی سیکشن کے انچارج ہو مجھ پر رعب ڈال

رہے ہو۔ ٹانس۔“ — شاگل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سوری سر۔ مجھے اسی سیکشن کے تحت آپ سے ایک ضروری بات

کرنی تھی۔ اسی لئے میں نے یہ بات کی تھی۔“ — دوسری طرف

سے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

”بولو۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔“ — شاگل نے کہا۔ لہجہ غصیلہ ہی

تھا۔

پیش قدمی کی تو صورتحال انتہائی مخدوش ہو جائے گی۔ اب جیسے آپ حکم دیں۔“ — دوسری طرف سے آنند نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا تمہارے آدمیوں نے ان کے سپیشل ڈیپارٹمنٹل کیمروں سے فوٹو گرافس نہیں لئے۔ جن سے پتہ چل سکے کہ وہ میک اپ میں ہیں یا نہیں۔“ — شاگل نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”ان کی تصویریں لی گئی تھیں سر۔ مگر ان کے میک اپ چیک نہیں ہو سکے۔ شاید انہوں نے خاص قسم کے میک اپ کر رکھے ہیں۔ جس سے ان کی ڈیپارٹمنٹل کیمروں میں اصلی تصویریں نہیں آئیں۔“ — آنند نے کہا۔

”اگر ایسا ہے تو ہانسس۔ وہ کوئی اور بھی ہو سکتے ہیں۔“ — شاگل نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یس سر۔ ممکن ہے سر۔“ — آنند نے کہا۔

”یو ہانسس۔ احمق۔ کیا تم میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ جب تک تمہارے پاس حتمی اطلاع نہیں تھی تو تم نے مجھے کال ہی کیوں کی ہے۔ پہلے ان کے بارے میں معلوم کرتے۔ پھر مجھے بتاتے۔ ہانسس۔“ — شاگل نے غصے کی شدت سے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

”یس۔ یس سر۔ وہ۔ وہ۔“ — آنند نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”جناب۔ سورج نگر سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں چند اجنبی آئے ہیں اور وہ سورج نگر کے سردار کے ہاں ٹھہرے ہیں۔“ — آنند نے کہا۔

”اجنبی۔ کون ہیں وہ۔ کتنی تعداد ہے ان کی۔“ — شاگل نے بری طرح سے چونک کر کہا۔

”ان کی تعداد سات ہے چیف۔ ان میں دو عورتیں بھی ہیں۔“ — آنند نے جواب دیا۔

”ان سات افراد کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا۔“ شاگل نے تیز لہجے میں پوچھا۔

”میں نے تمام سرحدی علاقوں میں اپنے گروپ کے آدمی بھیج دیئے تھے۔ ان کے پاس عمران اور اس کے ساتھیوں کے حلیے اور قد و قامت کی انفارمیشن بھی تھی۔ اسی طرح میں نے دارالحکومت اور اردگرد کے علاقوں میں بھی اپنے آدمی پھیلا رکھے ہیں۔ دارالحکومت سے تو کوئی اطلاع نہیں ملی البتہ سورج نگر سے ابھی کچھ دیر پہلے اطلاع آئی ہے کہ سات اجنبی سورج نگر کے سردار سورج سنگھ کے گھر آئے ہیں اور وہ ابھی وہیں ہیں۔ ان سب کے حلیے عمران اور اس کے ساتھیوں جیسے تو نہیں ہیں مگر ان کے قد و قامت سے ضرور اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ عمران اور اس کے ساتھی ہی ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ سورج نگر اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں قبائلی نظام رائج ہے اور سورج نگر ان تمام قبیلوں کا سردار ہے۔ اگر ہم نے ان کے گھر کی طرف

”سنتوش۔ عمران کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔ تمہارا گروپ
کی نگرانی کر رہا ہے یا نہیں۔“ شاگل نے کہا۔
”لیس باس۔ ہم مسلسل اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔“ دوسری
طرف سے سنتوش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا رپورٹ ہے۔ کہاں ہے وہ۔“ شاگل نے کہا۔

”وہ عام طور پر اپنے فلیٹ میں ہی رہتا ہے باس۔ جب تک وہ
فلٹ میں رہتا ہے ہماری نگرانی میں رہتا ہے۔ مگر جب وہ فلیٹ سے
نکل کر کہیں جاتا ہے تو ہمیں اس پر نظر رکھنی مشکل ہو جاتی ہے۔ اس کی
ہماری مشینری میں کمی ہے۔ اگر ہم اس کا تعاقب کریں تو ہمیں فوراً
اس کے نظروں میں آنے کا خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے ہم صرف اس
فلیٹ کی حد تک ہی نگرانی کرتے ہیں۔“ سنتوش نے جواب
دیتے ہوئے کہا۔

”بے وقوف۔ میں پوچھ رہا ہوں۔ وہ اب کہاں ہے۔“ شاگل
نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے فلیٹ میں آیا تھا باس اور اب تک وہ
فلیٹ میں ہی ہے۔“ دوسری طرف سے سنتوش نے بوکھلاتے
ہوئے کہا۔

”کیا تمہیں کفرم ہے کہ وہ فلیٹ میں ہی ہے۔“ شاگل نے
لہا۔

”لیس باس۔ میں نے اسے فلیٹ میں خود جاتے دیکھا تھا۔“ دوسری

”شٹ اپ۔ بے وقوف آدمی انہیں وہاں سے اغوا کر دو اور ان سے
پوچھ گچھ کرو۔ اور اگر ان پر ہلکا سا بھی شک ہو تو انہیں مہلت دینے بغیر
ہلاک کر دو۔ گولیاں مار کر ان کی لاشیں لانا میرے سامنے۔ سمجھے
تم۔“ ٹانسس نے کہا۔

”لیس۔ لیس سر۔ مم۔ میں اب یہی کروں گا۔ بالکل کروں۔ یہی
کروں گا۔“ آئندہ نے اسی طرح بوکھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا
تو شاگل نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

”ہونہ۔ ٹانسس۔ صحیح ڈھنگ سے ان سے کوئی کام ہوتا نہیں۔
بس مجھے کال ملا لیتے ہیں۔“ شاگل نے غصے سے ہونٹ پیچتے
ہوئے کہا۔ پھر اس نے انٹر کام کا رسیور اٹھایا اور ایک نمبر پر لیس کر دیا۔
”لیس سر۔“ دوسری طرف سے اس کے پی اے کی آواز

سنائی دی۔

”سپیشل فون پر میری پاکیشیا میں وہاں کے گروپ انچارج سنتوش
سے بات کراؤ۔ ابھی۔“ شاگل نے تیز لہجے میں کہا۔

”لیس سر۔“ دوسری طرف سے پی اے نے کہا تو شاگل
نے رسیور رکھ دیا۔ شاگل گہری سوچ میں کھو گیا تھا۔ پھر تقریباً دس منٹ
بعد فون کی گھنٹی بجی تو شاگل نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔
”لیس۔“ شاگل نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”باس۔ میں سنتوش بول رہا ہوں۔ پاکیشیا سے۔“ دوسری

طرف سے کھر دری سی آواز سنائی دی۔

گھبراہٹ ہوئی آواز سنائی دی۔

”کیوں فون کیا ہے۔ اور تمہاری آواز میں گھبراہٹ کیوں ہے۔“

شاگل نے تیز لہجے میں کہا۔

”کنفرم ہو گیا ہے باس۔ وہ عمران اور اس کے ساتھی ہی ہیں۔“

دوسری طرف سے آئند نے کہا تو شاگل اس بری طرح سے اچھلا جیسے

اسے ہزاروں دلدل کا کرنٹ لگ گیا ہو۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ عمران اور اس کے ساتھی۔ کیا مطلب۔“

کیسے معلوم ہوا۔۔۔ اس بار شاگل نے قدرے بوکھلائے ہوئے

لہجے میں کہا۔

”ان کے جو مجھے فوٹو گرافس بھجوائے گئے تھے۔ میں نے ان کے

پرنٹ بلیو لائیٹ سکیئر سے چیک کئے ہیں۔ بلیو لائیٹ سکیئر نے ان کے

اصلی چہرے نمایاں کر دیئے ہیں اور میں ان سب کو بخوبی پہچانتا ہوں۔

وہ عمران اور اس کے ساتھی ہی ہیں۔۔۔ دوسری طرف سے آئند

نے کہا اور اس کی بات سن کر شاگل کے چہرے کا رنگ یکلخت متغیر ہو

گیا۔

”اوہ۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میری ابھی پاکیشیا میں موجود فادرن

ایجنٹ سے بات ہوئی ہے۔ اس نے تو کہا ہے کہ عمران پاکیشیا میں اپنی

رہائش گاہ میں ہی ہے۔“ شاگل نے انتہائی حیرت زدہ لہجے میں

کہا۔

”اس نے آپ کو غلط رپورٹ دی ہے سر۔ میں نے بلیو لائیٹ سکیئر

طرف سے سنتوش نے کہا۔

”اوکے۔ تم اس کی نگرانی وسیع کر دو۔ وہ کسی بھی وقت اپنے

ساتھیوں کے ساتھ کافرستان کے خلاف کام کرنے کے لئے کافرستان کا

رخ کر سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ایئر پورٹ، بندرگاہ یا کسی بھی

راستے سے ملک سے باہر نکلنے کی کوشش کرے تو تم مجھے فوراً اطلاع دو۔

اس سلسلے میں اگر تم نے ذرا سی بھی کوتاہی کی تو میں تمہیں اپنے ہاتھوں

سے گولی مار دوں گا۔ سمجھ گئے تم۔“ شاگل نے کہا۔

”یس باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں ہر ممکن طریقے سے عمران کو

اپنی نظر میں رکھوں گا۔“ دوسری طرف سے سنتوش نے جواب

دیتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ اوکے بائے۔“ شاگل نے کہا اور اس نے رسیور

کریڈل پر رکھ دیا۔

”ہونہ۔ عمران اگر پاکیشیا میں ہے تو پھر وہ ون مین شو کی طرح

سورج نگر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیسے نظر آ سکتا ہے۔ آئند کو یقیناً

کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ نانسس۔ نکمے۔ کام چور۔ کام تو انہیں کرنا ہی

نہیں آتا۔ مفت میں روٹیاں توڑ رہے ہیں سب کے سب نانسس۔“

شاگل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ایک بار پھر فون کی گھنٹی بج

اٹھی تو شاگل نے ایک بار پھر رسیور اٹھالیا۔

”یس۔“ اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”آئند بول رہا ہوں چیف۔“ دوسری طرف سے آئند کی

”او کے سر۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں انہیں ابھی ہدایات دے دیتا ہوں۔“ آئند نے فوراً کہا۔

”ان کے فوٹو گرافس لے کر جلد میرے پاس آؤ۔ ہری اپ۔“ شاگل نے کہا اور دوسری طرف سے آئند کا جواب سنے بغیر رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر حیرت اور الجھن کے ملے جلے سے تاثرات نمایاں ہو رہے تھے کہ اگر سنتوش کی اطلاع کے مطابق عمران ابھی پاکیشیا میں ہی ہے تو پھر اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ وہ کون ہے جسے آئند کہہ رہا ہے کہ وہ عمران ہے۔ وہ کافی دیر سوچتا رہا۔ مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اب وہ آئند کے آنے کا بے چینی سے انتظار کرنے لگا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

سے ان کے دوسرے پرنٹ نکال لئے ہیں۔ اگر کہیں تو وہ پرنٹ میں آپ کو بھجوا دوں۔“ دوسری طرف سے آئند نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم خود پرنٹس لے کر فوراً میرے پاس آ جاؤ۔“ شاگل نے کہا۔

”لیس سر۔ میں زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے تک آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔“ دوسری طرف سے آئند نے کہا۔

”ایک گھنٹہ۔ اوہ۔ نانسنس۔ ایک گھنٹے میں تو نہ جانے کیا ہو جائے۔ وہ کسی اور طرف نکل گئے تو۔ سورج نگر میں تمہارے کتنے آدمی ہیں۔“ شاگل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”دس آدمی ہیں سر۔“ آئند نے کہا۔

”دس آدمی۔ ہونہ۔ اگر وہ لوگ عمران اور اس کے ساتھی ہیں تو وہ تمہارے ان دس آدمیوں کو تو سالم ہی نکل جائیں گے۔ تم نہیں جانتے وہ سب عفریت ہیں۔ خوفناک عفریت۔“ شاگل نے غصے سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”لیس۔ لیس سر۔“ دوسری طرف سے آئند نے کہا۔

”کیا لیس سر۔ لیس سر کی رٹ لگا رہے ہو۔ نانسنس۔ اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ ان سے دور رہ کر جدید مشینوں سے ان کی نگرانی جاری رکھیں۔ وہ کسی بھی حال میں ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے چاہئیں۔ اگر ایسا ہوا تو میں تمہیں اور تمہارے سارے سیکشن کو زندہ دفن کر دوں گا۔“ شاگل نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

کراس کرانے میں بھی معاون ثابت ہوتے تھے۔ اس لئے عمران کے حکم سے وہ ایسے افراد سے زیادہ سے زیادہ تعلقات رکھتا تھا اور آج یہی تعلق عمران اور اس کے ساتھیوں کو کافرستان میں داخل کرانے کا موجب بن گیا تھا۔ ٹائیگر کے سورج سنگھ کے ساتھ گہرے اور خاص تعلقات تھے اور سورج سنگھ ٹائیگر کی صلاحیتوں، اس کی ذہانت اور اس کی کارکردگی سے بے حد متاثر تھا۔ اس لئے اس کے کہنے پر وہ راتوں رات عمران اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو چرواہوں کے بھیس میں کافرستان لے آیا تھا۔ اور اب وہ سب اس کے مہمان تھے۔ عمران اور اس کے ساتھی جلد سے جلد وہاں سے نکلنا چاہتے تھے مگر سورج سنگھ نے ٹائیگر سے کہہ کر انہیں ایک رات کے لئے اپنا مہمان بنا لیا تھا۔ انہیں رہنے کے لئے بہترین رہائش گاہ کے ساتھ ان کی ضرورت کی ہر چیز انہیں فراہم کر دی تھی۔

وہ سب میک اپ میں تھے اور عمران ان کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھا انہیں تفصیلات بتا رہا تھا کہ انہیں وہاں کیا کرنا ہے۔ ناثران کی رپورٹ عمران کو مل چکی تھی۔ اس نے ایکسٹو کو ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے بارے میں تمام معلومات فراہم کر دی تھیں۔ ادھر ٹائیگر نے بھی عمران کو بتا دیا تھا کہ ہسپتال میں جیکی دادا کے میک اپ میں کوئی اور نہیں بلکہ وہ خود ہی تھا۔ جس سے عمران سمجھ گیا کہ جس جیکی دادا کو ڈاکٹر ریحان ملک کی رہائش گاہ میں آتے جاتے دیکھا گیا تھا اس کا تعلق بھی کسی کافرستانی ایجنسی سے ہی ہوگا اور یقیناً انہوں نے ہی اصلی جیکی دادا کو

عمران اپنے چھ ساتھیوں جولیا، صفدر، تنویر، کیپٹن شکیل، کراسی اور ٹائیگر کے ساتھ کافرستان کے سرحدی علاقے سورج نگر سے نکل کر رات کی تاریکی میں دو جیپوں میں سوار قریبی شہر آسون جا رہے تھے۔ سورج نگر کا سردار سورج سنگھ وہاں قدیم دور کے مشہور قبیلے راگانا سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ نسل در نسل وہاں صدیوں سے رہتے چلے آ رہے تھے۔ ان کا بظاہر پیشہ لکڑیاں کاٹنا اور بھیڑ بکریاں پالنا تھا۔ لیکن درحقیقت سورج سنگھ ایک بہت بڑا سمگلر تھا۔ جو کافرستان اور پاکستان سے اسلحے اور منشیات کے ساتھ ساتھ انسانی سمگلنگ کا بھی بے تاج بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کا ارد گرد کے علاقوں میں زبردست اثر و رسوخ تھا۔ وہ دیکھنے میں ایک عام اور بوڑھا سا آدمی تھا۔ مگر حقیقت میں وہ بے حد چالاک اور خطرناک ترین انسان تھا۔

ٹائیگر کا چونکہ ایسے لوگوں سے گٹھ جوڑ رہتا تھا اور ایسے لوگ سرحد

ملک کیا تھا اور سب کچھ سمیٹ کر وہاں سے فرار ہو گیا تھا اور پھر اس طرح یہ کہ گریٹ لینڈ میں اس کے بیوی بچوں کو بھی غائب کر دیا گیا تھا۔ جس سے اس بات کو تقویت ملتی تھی کہ ڈاکٹر ریحان ملک اپنے بچوں کو بھی گریٹ لینڈ سے نکال لے گیا ہے۔ کافرستانی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے ایجنٹوں نے اس بار واقعی عمران کو بری طرح سے الجھا کر رکھ دیا تھا مگر ڈاکٹر ریحان ملک کی لاش ملتے ہی تمام معاملے سلجھتے چلے گئے۔ اور عمران کو آخر یہی فیصلہ کرنا پڑا کہ وہ اپنی ٹیم کے ساتھ کافرستان جائے اور کافرستان کی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کو ٹریس کر کے نہ صرف ان کا تاروپود بکھیرے بلکہ ان سے بلاسٹنگ کوڈز کی ڈیٹا ڈرائیو بھی ہر صورت میں واپس ڈائے۔ چنانچہ اس نے ٹائیگر سے بات کی اور اس کے کہنے پر ٹائیگر نے سورج نگر کے سردار سورج سنگھ سے رابطہ کیا۔ اس طرح وہ کافرستان کے سرحدی علاقے میں پہنچ گئے۔

عمران کو اس بات کا بھی پتہ تھا کہ اس کے فلیٹ کی بھرپور نگرانی کی جا رہی ہے۔ گو نگرانی کرنے والے اس کے سامنے تو نہیں تھے۔ مگر عمران نے اپنے فلیٹ کے ارد گرد چند ریزز اور ان کی چمک محسوس کی تھی جس سے اسے پتہ چل گیا تھا کہ اس کی جدید آلات اور مشینری سے چیکنگ کی جا رہی تھی۔ اور ایسا ظاہر ہے کافرستانی کوئی ایجنسی یا پھر ٹاپ سیکرٹ ایجنسی ہی کر رہی تھی تاکہ اگر عمران بلاسٹنگ کوڈز کے لئے وہاں سے نکلے تو انہیں پیشگی اطلاع مل سکے۔ اس لئے عمران نے سلیمان سے کہہ دیا تھا کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں چند دن اس کے

اس حال میں پہنچایا تھا تاکہ وہ اس کی آڑ میں اپنا کام کر سکیں اور دوسروں کی نظروں میں آنے پر یہی ظاہر ہو کہ اس سارے معاملے میں جسکی دادا کا ہاتھ ہے۔ عمران نے جسکی دادا کے کلب میں اس کے آفس اور پھر اس کی رہائش گاہ کو بھی چیک کیا تھا مگر اسے وہاں سے ایسا کوئی کلیو نہیں ملا تھا جس سے یہ ثابت ہوتا کہ جسکی دادا کی کبھی ڈاکٹر ریحان ملک سے بات ہوئی ہو۔ اس کے بعد عمران ایک بار پھر ڈاکٹر ریحان ملک کی رہائش گاہ میں گیا۔ وہاں باریک بینی سے جائزہ لینے کے باوجود جب اسے کچھ نہ ملا تو اسے ڈاکٹر ریحان ملک کے ان ملازمین کا خیال آیا جنہیں زہر سے ہلاک کیا گیا تھا۔

ان ملازمین کی تعداد پانچ تھی جبکہ ارد گرد کے رہائشیوں سے جو معلومات ملی تھیں ان کے مطابق ملازمین کی تعداد صرف چار تھی۔ ان میں پانچواں ملازم کون تھا اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ ان سب کو گولیاں ماری گئی تھیں۔ عمران نے سردخانے میں جا کر ان لاشوں کو چیک کیا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ پانچواں ملازم ڈاکٹر ریحان ملک ہی تھا۔ جسے ملازموں جیسا میک اپ کر کے اور لباس پہنا کر ہلاک کیا گیا تھا۔ ظاہر ہے یہ سارا چکر معاملے کو الجھانے کے لئے کیا گیا تھا۔ کافرستانی ایجنٹوں نے ذہانت سے کام لیتے ہوئے ڈاکٹر ریحان ملک سے بلاسٹنگ کوڈ بھی حاصل کر لئے تھے اور اسے ہلاک بھی کر دیا تھا۔

رہائش گاہ سے ظاہر ہے جب ڈاکٹر ریحان ملک کی لاش ہی نہ ملتی تو یہی کیا خیال جانا تھا کہ ڈاکٹر ریحان ملک نے ہی اپنے ملازمین کو

میک اپ میں رہے اور کسی کو ایسا کوئی تاثر نہ دے جس سے یہ پتہ چل سکے کہ وہ عمران نہیں بلکہ سلیمان ہے۔

ڈیٹا ڈرائیو کہاں تھی اور اسے کافرستان والوں نے کس مقصد کے لئے حاصل کیا تھا۔ یہ بات ابھی عمران کو معلوم نہ ہو سکی تھی۔ اس کے سامنے صرف ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا نام آیا تھا اور ناٹران نے بتایا تھا کہ ٹاپ ایجنسی کا چیف کوئی کرنل ترپاٹھی ہے اور عمران نے فوری طور پر اس کے خلاف کام کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا۔ ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے ایجنٹ جنہوں نے ڈاکٹر ریحان ملک سے بلاسٹنگ کوڈز حاصل کئے تھے۔ ظاہر ہے انہوں نے وہ ڈیٹا ڈرائیو اپنے چیف کو ہی پہنچائی ہوگی۔ اس کے بعد اس ڈرائیو کو آگے کہیں بھجوا دیا گیا ہوگا۔ عمران کے پاس اب یہی ایک راستہ تھا کہ وہ کسی طرح ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے چیف کرنل ترپاٹھی تک پہنچ جاتا۔ اس سلسلے میں ناٹران نے خاصا کام کیا تھا۔ اس نے ایکسٹو کو بتایا تھا کہ ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا مین ہیڈ کوارٹر کافرستان کے جنوب میں ساماگانا نامی جنگل میں ہے۔ جس کا ایک حصہ جنگل اور دوسرا ریگستان پر مشتمل تھا۔ اور یہ علاقہ بستیوں اور عام آبادیوں سے بہت دور تھا۔ جہاں کسی عام و خاص کو آنے جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ناٹران نے انتہائی کوششوں کے بعد ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے چیف کا نام بھی معلوم کر لیا تھا مگر چیف کرنل ترپاٹھی کہاں رہتا تھا اور وہ کس روپ میں تھا اس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔ ناٹران کی رپورٹ کے مطابق کرنل ترپاٹھی کا اپنے ہیڈ کوارٹر میں بھی آنا جانا نہیں

تھا۔ وہ ہی اس کی ایجنسی کے افراد اسے اصلی نام اور اصلی شکل سے پہچانتے تھے۔ کرنل ترپاٹھی کا اپنے ممبران سے فون اور ٹرانسمیٹر پر ہی رابطہ رہتا تھا اور وہ احکامات کے لئے مخصوص کوڈز استعمال کرتا تھا جسے اس کی ایجنسی کے ممبران ہی سمجھتے تھے۔

عمران نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر پروگرام بنایا تھا کہ وہ سب دو حصوں پر کام کریں گے۔ جولیاء، صفدر، تنویر، کراچی اور کیپٹن گل ساماگانا جنگل میں جا کر ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے جبکہ عمران اپنے ساتھ ٹائیگر کو لے جائے گا اور اس کا کام ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے چیف کرنل ترپاٹھی کو **کھس کرنے کا ہوگا۔** اسے اس بات کی قوی امید تھی کہ بلاسٹنگ کوڈز **انہیں** یا تو ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر سے ملیں گے یا پھر کرنل ترپاٹھی سے۔ اس لئے عمران انہیں جنگل کی طرف جانے والے راستوں کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے انہیں ہدایات دے رہا تھا۔ عمران نے انہیں یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس مشن پر کام کرتے ہوئے کافرستان کی دوسری ایجنسیاں بھی آڑے آ سکتی ہیں مگر انہیں ان ایجنسیوں سے ہر حال میں بچ کر اپنے مین ٹارگٹ تک پہنچنا ہوگا۔ چاہے اس کے لئے انہیں تیز رفتار ایکشن سے ہی کیوں نہ کام لینا پڑے۔ اور وہ ساماگانا جنگل میں ان ایکشن ہو کر ہی پہنچ سکتے ہیں۔ تنویر اس بات سے بے حد خوش تھا کہ وہ کافرستان میں کھل کر اور اپنے مخصوص ڈیٹنگ انداز میں کام کر سکتا ہے۔

”اپنے فائدے کے لئے۔“ — عمران نے مسکرا کر کہا۔
 ”اپنے فائدے کے لئے۔ کیا مطلب۔ اس میں تمہارا کیا فائدہ ہے۔“ — جولیا نے حیران ہو کر کہا۔ جیسے وہ عمران کی بات نہ سمجھ سکی ہو۔

”دن کے اجالے میں یہ موقع ملتا نہ ملتا۔ کم از کم رات کے سفر میں تو تم میری ہمسفر ہو۔ کیا یہ میرا فائدہ نہیں ہے۔“ — عمران نے کہا تو اس کی بات سن کر جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

”اس میں بھلا تمہارا کیا فائدہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔“ — جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”دو فائدے ہیں۔ ایک تو تنویر ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ دوسرے میں تم سے اپنے دل کی بات کر سکتا ہوں۔“ — عمران نے کہا۔

”دل کی بات۔ ہونہ۔ تمہارے پاس دل ہے۔ یہ واقعی آج ہی معلوم ہوا ہے۔“ — جولیا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”چلو معلوم تو ہو گیا۔ اب تو تم اس کی پرسان حال بن سکتی ہو نا۔“ — عمران نے کہا۔

”فضول باتیں مت کرو۔ جو میں پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو۔“ — جولیا نے سر جھٹک کر کہا۔

”تم نے جو پوچھنا ہے بعد میں پوچھ لینا۔ پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو۔“ — عمران نے کہا۔

”کون سے سوال کا جواب۔“ — جولیا نے چونک کر کہا۔

ٹائیگر کے کہنے پر سورج سنگھ نے عمران کو اپنی معاونت کا یقین دلاتے ہوئے اس کی خواہش کے مطابق ان کی مرضی کا سامان مہیا کر دیا تھا۔ اور انہیں سورج نگر سے شہر پہنچانے کا بھی انتظام کر دیا تھا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے یہی پروگرام بنایا تھا کہ وہ رات وہیں گزار کر صبح اپنے اپنے راستوں پر چلے جائیں گے۔ اور پھر عمران اور اس کے ساتھی گھومنے پھرنے کی غرض سے جیسے ہی باہر نکلے۔ عمران کو فوراً معلوم ہو گیا کہ وہ اور اس کے ساتھی کسی کی نظروں میں آ گئے ہیں اور ان کی بھرپور نگرانی کی جا رہی ہے۔ تب عمران نے سورج نگر سے راتوں رات نکلنے کا پروگرام بنالیا۔ اس سلسلے میں ایک بار پھر سورج سنگھ کا تعاون حاصل کیا گیا۔ جس نے انہیں رات کے اندھیرے میں چند خفیہ راستوں سے نکال کر سورج نگر سے دور بھجوا دیا۔ اور انہیں دو جیپیں فراہم کر دی گئیں۔ جس سے وہ قریبی شہر آسوں جا سکتے تھے۔ اگلی جیپ میں عمران کے ساتھ ٹائیگر اور جولیا تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ٹائیگر تھا جبکہ پچھلی جیپ میں صفدر کے ساتھ کیپٹن شکیل، تنویر اور کراچی تھے۔ تنویر کو اس بات سے بے حد کوفت ہو رہی تھی کہ جولیا عمران کے ساتھ اگلی جیپ میں کیوں گئی تھی مگر وہ ساتھیوں کی موجودگی میں خاموش ہو گیا تھا۔

”آخر تمہیں راتوں رات یہاں سے نکلنے کی کیا ضرورت آن پڑی تھی۔ اچھا بھلا تم نے خود ہی صبح یہاں سے جانے کا پروگرام بنایا تھا۔“ — جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

ہیں آنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بالکل سچ۔ مجھے اس رات کی تاریکی میں جیب کی ڈرائیونگ سکرٹے ہوئے ٹائیگر اور اس سارے سامان کی قسم جو جیب میں رکھا ہے۔ جولیا۔ اگر تم اجازت دو تو میں آج ٹائیگر کو اپنا گواہ بنا کر کہہ دوں۔“ — عمران نے یہ سب کچھ اس انداز میں کہا کہ ٹائیگر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔ جبکہ جولیا اس کی طرف ایسی نظروں سے دیکھنے لگی تھی کہ جیسے عمران ایک بار پھر اس کے جذبات کا مذاق اڑانے کی کوشش میں ہو۔

”عمران پلیز۔ کم از کم میرے ساتھ ایسی باتیں نہ کرو۔ مجھے تمہاری کسی بھی بات پر یقین نہیں ہے۔“ — جولیا نے کہا۔

”میں جانتا تھا کہ تم میری باتوں پر یقین نہیں کرو گی۔ میں کچھ بھی کہوں تم اسے جھوٹ ہی سمجھو گی۔ مگر ہائے افسوس۔ تمہیں میرے دل کی حالت معلوم نہیں ہے۔ میرا دل۔ میرا دل۔“ — عمران نے کہا۔ اور پھر اچانک اس کی آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی۔ چاند کی روشنی میں اس کی چمکدار آنکھوں میں نمی دیکھ کر جولیا حقیقتاً بوکھلا گئی۔

”تمہاری آنکھیں۔ اوہ۔ کیا تم رو رہے ہو۔“ — جولیا نے بڑے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم ان بھیگی آنکھوں پر ہی یقین کر لو۔

کہ میرا دل کیا چاہ رہا ہے۔“ — عمران نے روہانے انداز میں کہا۔

”عمران۔ تمہارا یہ انداز۔ اوہ۔ اوہ۔ اب تو میرا بھی دل دھڑکنا

”کیا تمہیں میری حالت پر کوئی ترس نہیں آتا۔“ — عمران نے کہا۔ اس کا لہجہ ڈھیٹ عاشقوں جیسا تھا۔

”کیا ہوا ہے تمہاری حالت کو۔ اچھے بھلے تو ہو۔“ — جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

”یہ میرا نہیں۔ تمہاری آنکھوں کا قصور ہے جو تمہیں میری دلگداز حالت نظر نہیں آرہی۔ میں پاگل ہو رہا ہوں دیوانہ ہو رہا ہوں۔ میرے دل و دماغ میں بس ایک ہی طوفان برپا ہو رہا ہے۔“ — عمران نے اسی انداز میں کہا۔

”کیسا طوفان۔“ — جولیا نے حیران ہو کر کہا۔ عمران کی باتیں سن کر اس کی آنکھوں میں قدرے دلچسپی سی ابھر آئی تھی اور اس کا چہرہ سرخ ہونا شروع ہو گیا تھا جیسے عمران واقعی اس کے دل کی بات کہنا چاہ رہا ہو۔

”وہی طوفان جس نے میرے تمام احساسات، تمام خیالات کو تہہ و بالا کر رکھا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”پھر وہی بات۔ کچھ بولو گے تو پتہ چلے گا نا کہ تمہارے دل میں کون سے طوفان اٹھ رہے ہیں۔“ — جولیا نے کہا۔

”میرا دل چاہ رہا ہے کہ آج میں تم سے وہ بات کہہ دوں جسے میں کب سے دل میں سمائے بیٹھا ہوں۔“ — عمران نے والہانہ لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت بھری ہوئی تھی۔

”کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔“ — جولیا نے اس کی طرف جیسے نہ

اسی انداز میں کہا تو ٹائیگر کو یوں لگا جیسے وہ ان دونوں کے درمیان
موجود کو چغد محسوس کر رہا ہو۔

”کیا واقعی تم بھی یہی سوچ رہی ہو جو میں سوچ رہا ہوں۔“ عمران
نے کہا۔

”ہاں۔ بالکل۔ میری اور تمہارے دل کی دھڑکنیں ایک ہو گئی
ہیں۔“ جولیا نے کہا۔

”سچ۔“ عمران نے بھرپور وارنٹی سے کہا۔

”بالکل سچ۔“ جولیا نے بھی اسی انداز میں کہا۔

”تو پھر پہلے تم کہو نا۔“ عمران نے کہا۔

”نہیں۔ پہلے تم۔“ جولیا نے اٹھلا کر کہا۔

”اوہ۔ نہیں۔ لیڈیز فرسٹ۔ تم نہیں جانتی۔ جب کوئی لڑکی کسی
کے سے کچھ کہتی ہے تو لڑکے کا سیر دل خون بڑھ جاتا ہے۔“ عمران

نے کہا۔

”نہیں۔ میں نہیں کہوں گی۔ پہلے تم بولو۔“ جولیا نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اگر تم کہتی ہو تو پہلے میں ہی اپنے دل کا حال
تمہارے سامنے عیاں کر دیتا ہوں۔“ عمران نے کہا تو ٹائیگر کا

سٹیرنگ پر بے اختیار بہک گیا اور جیپ ایک لمحے کے لئے لہر اسی
میں۔

”ارے۔ ارے کیا کر رہے ہو۔ جیپ سنبھالو۔ تم کیوں۔ دو دلوں
کا آواز ایک ہونے سے پہلے جدا کرنا چاہتے ہو۔“ عمران نے

شروع ہو گیا ہے۔“ جولیا نے کہا۔

”اپنے دل کی دھڑکنیں روکو۔ اور میرے دل کی دھڑکنیں سنو۔ جو تم

سے کچھ کہی رہی ہیں۔“ عمران نے اسی انداز میں کہا۔ اب
ٹائیگر کے چہرے پر بھی حیرانی ابھر آئی تھی۔ اس نے عمران کا یہ انداز

پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس کی طرف حیرت بھری نظروں سے دیکھ
رہا تھا کہ عمران آخر جولیا سے کیا کہنا چاہ رہا ہے اور اس کا یہ والہانہ

انداز کیا وہ واقعی جولیا سے اظہار محبت کرنا چاہ رہا ہے۔

”میں تمہارے دل کی دھڑکنیں سن رہی ہوں عمران۔ تمہاری

دھڑکنوں کے ساتھ اب تو میری دھڑکنیں بھی مل گئی ہیں۔ میرا بھی وہی

دل چاہ رہا ہے جو تمہارا چاہ رہا ہے۔“ جولیا نے بھی جیسے عمران

کے رنگ میں رنگتے ہوئے کہا اور ان کی یہ باتیں سن کر ٹائیگر کے
چہرے پر بوکھلاہٹ ناچنے لگی۔

”ب۔ باس۔“ اس نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”خاموشی سے گاڑی چلاؤ ٹائیگر۔ اپنی آنکھیں سکرین پر رکھو اور

کان بند کر لو۔ آج پہلی بار دو دلوں کی دھڑکنیں ایک دوسرے سے کچھ
کہنے جا رہی ہیں۔ تم ہمارے درمیان آ کر ظالم سماج بننے کی کوشش مت

کرو۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں ٹائیگر۔ تم خاموش رہو۔ آج پہلی بار عمران مجھ سے اس انداز

میں باتیں کر رہا ہے جسے سننے کے لئے میرے کان نہ جانے کب سے
ترس رہے تھے۔ بولو عمران بولو۔ کہہ دو اپنے دل کی بات۔“ جولیا

کہا۔

”بب۔ ہاس۔“ — ٹائیگر ایک بار پھر کراہا۔

”جولیا۔“ — عمران نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے

کہا۔

”ہاں عمران۔“ — جولیا نے کہا۔

”میں کہنے لگا ہوں۔“ — عمران نے کہا۔

”کہو نا عمران۔ اب کیوں میرے کانوں کو ترسا رہے ہو۔“ جولیا

نے کہا۔

”تو سنو۔ میں۔ میں۔“ — عمران نے اس انداز میں کہا جیسے

الفاظ اس کا ساتھ نہ دے رہے ہوں یا اس میں کچھ کہنے کی ہمت نہ ہو

رہی ہو۔

”ہاں۔ ہاں۔ میں سن رہی ہوں بولو عمران۔ بولو۔“ — جولیا

نے کہا۔

”ٹائیگر۔ تم نے اپنے کان بند کر رکھے ہیں نا۔“ — عمران نے

ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس ہاس۔ اگر آپ کہیں تو میں جیپ روک کر باہر چلا جاؤں۔“

ٹائیگر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ جیپ نہ روکنا۔ مجھے جو کہنا ہے وہ میں چلتی ہوئی جیپ

میں بھی کہہ سکتا ہوں۔ کیوں جولیا۔“ — عمران نے کہا۔

”نہیں۔ ٹائیگر کا خیال درست ہے ہمیں جیپ روک لینی چاہئے۔“

نے کہا۔

”اوہ۔ ٹھیک ہے۔ ٹائیگر روک لو جیپ۔“ — عمران نے کہا۔

”یس ہاس۔“ — ٹائیگر نے کہا اور اس نے فوراً جیپ روک

لی۔ جیپ رکتے ہی وہ جیپ لگا کر جیپ سے اتر گیا۔

ابھی ٹائیگر کے قدم زمین پر لگے ہی تھے کہ عمران بری طرح سے

چونک پڑا۔ اسے اس طرح چونکتے دیکھ کر جولیا بھی چونک پڑی۔ عمران

سراٹھا کر غور سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

”کیا ہوا۔“ — جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ظالم سماج۔“ — عمران کے منہ سے بے اختیار نکلا اور پھر وہ

ٹائیگر کی طرف مڑا۔

”ٹائیگر فوراً گاڑی میں بیٹھو اور ہیڈ لائٹس آف کر دو۔ ہری اپ۔“

عمران نے تیز لہجے میں کہا تو ٹائیگر دوبارہ جیپ لگا کر ڈرائیونگ سیٹ پر

بیٹھا اور اس نے فوراً ہیڈ لائٹس آف کر دیں۔

جیسے ہی ٹائیگر نے ہیڈ لائٹس آف کیں۔ عمران نے جیپ سے سر

نکل کر پیچھے آنے والی جیپ کو مخصوص اشارہ کیا تو پچھلی جیپ کی

ڈرائیونگ سیٹ پر موجود صفدر نے بھی ہیڈ لائٹس بجھا دیں۔

”آخر بات کیا ہے۔ تم اس قدر پریشان کیوں ہو رہے ہو۔“ جولیا

نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ٹائیگر۔ انجن بھی بند کر دو۔ جلدی۔“ — عمران نے جولیا کو

جواب دینے کے بجائے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا تو ٹائیگر نے فوراً

میں بھی سن لیا تھا۔ حیرت ہے۔ عمران صاحب کی قوت سماعت بے حد تیز ہے۔“ — کیپٹن ٹکلیل نے حیرت زدہ لہجے میں

”یہ آوازیں میری جیپ رکستے ہی مجھے سنائی دی تھیں۔ بہر حال یہ عمران ہونے کا نہیں ہے۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا ہے۔ چلو جیپوں سے اپنا سامان نکالو اور اس پہاڑی پر چڑھ جاؤ۔“ عمران نے کہا تو وہ سر ہلا کر تیزی سے جیپوں سے اپنے سفری بیگ اور سامان نکالنے لگے۔ چند ہی لمحوں میں وہ کاندھوں پر بیگ ڈال کر پہاڑیوں میں مشین گنیں پکڑے تیزی سے دائیں پہاڑی پر چڑھتے چلے گئے۔ جیپوں اور دوسری گاڑیوں کی آوازیں اب واضح ہوتی جا رہی تھیں۔ شاید وہ نہایت تیز رفتاری سے اس طرف آرہے تھے۔

پہاڑی کی بلندی پر آ کر عمران نے ایک چٹان کے پیچھے سے سر نکال کر دوسری طرف دیکھا اور پھر مطمئن ہو کر وہ اور اوپر آ گیا۔ اس کے پیچھے باقی سب بھی اوپر آ گئے۔ ان کے سامنے ایک اور پہاڑی تھی جس کے عقب سے انہیں آنے والی گاڑیوں کی تیز سرچ لائٹس نظر آرہی تھیں۔

”ان کی تعداد تو کافی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔“ — تنویر نے کہا۔

”ہاں۔ لگ تو ایسا ہی رہا ہے۔“ — کراسٹی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

جیپ کو دائیں پہاڑی کی طرف کیا اور جیپ روک کر انجن بند کر دیا۔ اس کے پیچھے آنے والی دوسری جیپ بھی رک گئی۔ جیپ رکستے ہی عمران فوراً جیپ سے اتر گیا۔

”کیا ہوا عمران صاحب۔ پہلے آپ نے مجھے ہیڈ لائٹس آف کرنے کا اشارہ کیا تھا اب جیپ روک لی ہے۔“ — صفدر نے جیپ سے نیچے آ کر عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ باقی افراد بھی جیپوں سے نکل آئے تھے۔

”آگے خطرہ ہے۔“ — عمران نے کہا تو اس کی بات سن کر وہ سب چونک پڑے۔

”خطرہ۔ کیا مطلب۔ یہاں تو ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی ہے۔“ جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ انہیں وہاں واقعی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

”لگتا ہے تم سب بہرے ہو گئے ہو۔ غور کرو۔ دوسری طرف سے آنے والی جیپوں اور گاڑیوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی ہیں۔“ عمران نے کہا تو وہ جیسے کان لگا کر آوازیں سننے لگے اور پھر انہیں واقعی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

”اوہ۔ عمران صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اس طرف بیسیوں گاڑیاں آرہی ہیں۔ اوہ۔ حیرت ہے۔ آنے والی گاڑیوں کی آوازیں بے حد کم ہیں جس سے صاف اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ ابھی یہاں سے بہت دور ہیں۔ عمران صاحب آپ نے ان آوازوں کو چلی جیپ کی

نہایت سے بہت دور ہیں۔“ — عمران نے کہا۔
 لیکن۔“ — تنویر نے کہنا چاہا۔

کوئی لیکن ویکن نہیں۔ نکلویہاں سے۔ ہری اپ۔“ — عمران
 لہجے میں کہا اور تیزی سے پہاڑی کی دوسری طرف اترنے لگا۔
 دیکھا دیکھی اس کے باقی ساتھی بھی پہاڑی سے نیچے اترتے
 گئے۔ پھر وہ دوسری پہاڑی کی طرف بڑھے۔ اس پہاڑی کے
 طرف ایک راستہ سا جاتا دکھائی دے رہا تھا۔

”اس طرف چلو۔“ — عمران نے کہا اور وہ سب اسی راستے کی
 دوڑنے لگے۔ اور ابھی وہ تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ اچانک فضا
 بھر چپوں اور ٹوکوں کی آوازوں سے گونجنے لگی۔

”وہاں ہماری خالی جیبیں دیکھ کر وہ سمجھ نہیں جائیں گے کہ ہم کس
 طرف گئے ہیں۔“ — جولیا نے دوڑتے ہوئے عمران سے مخاطب
 ہو کر کہا۔

”یہ کھلا اور چنیل علاقہ ہے۔ کچھ آگے جا کر ہم ایک میدان میں
 جائیں گے۔ اس میدان کے آگے ایک چھوٹا سا جنگل ہے جس کی
 ہری طرف آسون شہر ہے۔ ایک بار ہم اس جنگل میں پہنچ گئے تو
 اس سے ہم دوسرا میک اپ کر کے شہر کی طرف آسانی سے نکل جائیں
 گے۔ میں نے جیبیں بائیں طرف رکوائی تھیں اور ہم دائیں پہاڑی پر
 بڑھے تھے۔ آنے والوں کو یقیناً یہی تاثر ملے گا کہ ہم بائیں طرف
 پہاڑیوں میں گئے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر وہ اس طرف آئے تو

”کون ہو سکتے ہیں وہ۔ کیا سیکرٹ سروس؟“ — صدر
 عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ان کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ شاید انہیں ہمارے سورج
 سے نکلنے کی خبر مل گئی ہے اور ہمیں گھیرنے کے لئے شاگل نے پاگل
 کی پوری فورس بھیج دی ہو۔“ — عمران نے کہا۔

”شاگل۔ کافرستان سیکرٹ سروس کا چیف تو پنڈت نارائن ہے۔
 کیپٹن کھلیل نے حیرت سے کہا۔

”نہیں۔ پنڈت نارائن کی جگہ سیکرٹ سروس کا چارج ایک بار
 شاگل کو دے دیا گیا ہے اور شاگل کو تو تم لوگ جانتے ہی ہو۔ وہ ایک
 کی جگہ دس افراد بھیجتا ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو ہمیں ان سے چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ آنے دو انہیں۔
 ہمارے بازوؤں میں اتنا دم ہے کہ ہم ان کی بڑی سے بڑی فورس
 مقابلہ کر سکیں۔“ — تنویر نے کہا۔

”فضول باتیں مت کرو تنویر۔ ہم یہاں ایک اہم مشن پورا کر
 آئے ہیں۔ ہمیں سیکرٹ سروس اور ان کی فورس میں الجھ کر اپنا وقت
 برباد نہیں کرنا۔“ — عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب۔ تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ اس مشن کو مکمل کرنا
 کے لئے ہمیں ان ایکشن ہونا پڑے گا۔“ — تنویر نے منہ بنا کر
 کہا۔

”وہ سب ہم ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے لئے کریں گے۔ ابھی ہم

سیدھے اسی میدان کی طرف آرہے تھے ان کے ہیلی کاپٹر پر لگی سرج لائٹس اس قدر طاقتور تھیں کہ اگر وہ نیچے آ جاتے تو وہ میدان میں موجود ایک معمولی تنکے کو بھی آسانی سے دیکھ سکتے تھے۔ اور عمران اور اس کے ساتھی بھلا ان کی نظروں میں آنے سے کیسے چھپ سکتے تھے۔ ہیلی کاپٹر روشنیاں بکھیرتے ہوئے پوری رفتار سے نیچے آتے جا رہے تھے اور عقب سے آنے والی نارچوں کی جھلملاتی روشنیاں بھی اسی طرف آرہی تھیں۔ وہ گھر چکے تھے۔ اب شاید ان کے پاس بچنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ موت دونوں جانب سے ان کی جانب بڑھ رہی تھی اور پھر وہ دوڑتے دوڑتے اچانک رک کر یوں ساکت ہو گئے جیسے کسی نے جادو کی چھڑی گھما کر انہیں پتھروں کے بتوں میں تبدیل کر دیا ہو۔

اس وقت تک ہم ان سے کافی دور جا چکے ہوں گے۔ بس یہ دعا کرو کہ ہیلی کاپٹروں کا اسکوڈ اس طرف نہ آجائے ورنہ ان کی نظروں سے بچ ہمارے لئے مشکل ہو جائے گا۔“ — عمران نے کہا۔

اس کی باتیں سب نے سن لی تھیں چنانچہ وہ اور زیادہ تیزی سے دوڑنے لگے۔ اونچے نیچے راستوں، چٹانوں اور بڑے بڑے پتھروں کو پھلانگتے ہوئے وہ پہاڑی راستے سے نکل کر میدان میں آ گئے۔ اور پھر میدان میں آتے ہی ان کی رفتار اور زیادہ تیز ہو گئی۔ چاند کی درمیانی راتوں کی روشنی ان کی معاونت کر رہی تھی۔ ورنہ ان پہاڑیوں میں چٹانوں پر اور اونچے نیچے راستوں پر ان کا اس طرح بھاگنا مشکل ہو جاتا۔

میدان دور دور تک خالی دکھائی دے رہا تھا۔ چمنیل میدان ہونے کی وجہ سے ان کے قدموں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں مگر وہ بگشت بھاگے چلے جا رہے تھے۔ اب انہیں عقب میں پہاڑیوں پر نارچوں کی جھلملاتی روشنیاں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ شاید فورس ان جیپوں تک پہنچ گئی تھی اور وہ پہاڑیوں پر چڑھ گئے تھے۔

”تیز بھاگو۔ اور تیز۔“ — عمران نے کہا تو انہوں نے اور زیادہ تیز رفتاری سے دوڑنا شروع کر دیا۔ مگر پھر وہ ہو گیا جس کا عمران کو خدشہ تھا۔ اچانک ماحول ہیلی کاپٹروں کی تیز گڑگڑاہٹوں کی آوازوں سے گونج اٹھا۔ پھر سامنے انہیں چار ہیلی کاپٹر دکھائی دیے۔ ان ہیلی کاپٹروں پر ہیوی سرج لائٹس نصب تھیں۔ وہ خاصی بلندی پر تھے۔ مگر

اے ہیلی کاپروں کے ساتھ ساتھ جنگی ہیلی کاپٹر بھی شامل تھے۔

زیرد اسکواڈ کی کمانڈ کرنل یادپو کے ہاتھ میں تھی۔ کرنل یادپو صرف شاگل کو ہی جواب دہ تھا۔ اس نے دارالحکومت اور دوسرے بہت سے علاقوں میں بے شمار اڈے بنائے تھے جہاں سے وہ ایمرجنسی کی صورت میں زیرد اسکواڈ کی بڑی فورس کو بلا سکتا تھا۔

زیرد اسکواڈ کا ہیڈ کوارٹر بھی دارالحکومت میں ہی تھا اور کرنل یادپو نے دارالحکومت کے شمال میں جہاں کھیتوں کا طویل سلسلہ پھیلا ہوا تھا زمین دوز ہیڈ کوارٹر بنا رکھا تھا۔ وہ زیادہ تر اپنے ہیڈ کوارٹر میں ہی رہتا تھا۔ ہیڈ کوارٹر میں اس کا جہازی سائز کا آفس تھا۔ جہاں اس نے قیمتی آرائش کا سامان بجا رکھا تھا۔ اس اسکواڈ میں مردوں اور عورتوں کی بہت بڑی تعداد تھی جو صرف کرنل یادپو کی سنتے تھے اور اسی کی مانتے تھے۔ اس وقت بھی کرنل یادپو اپنے آفس میں بیٹھا فون پر کسی سے بات کر رہا تھا کہ اچانک میز پر پڑے ہوئے سرخ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔

سرخ فون ڈائریکٹ شاگل کے لیے مخصوص تھا۔ اس فون پر اس سے شاگل ہی رابطہ کرتا تھا اور کرنل یادپو شاگل کو بطور چیف جانتا تھا۔ ”اوہ۔ ڈیر۔ میں تمہیں تھوڑی دیر بعد کال کرتا ہوں۔ چیف کی کال آرہی ہے۔ اوکے بائے۔“ سرخ فون کی گھنٹی بجتے دیکھ کر کرنل یادپو نے جلدی سے کہا اور دوسری طرف کا جواب سنے بغیر اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور ہاتھ بڑھا کر فوراً ریڈ فون کا رسیور اٹھا کر

کافرستان سیکرٹ سروس کا چارج سنبھالنے کے بعد شاگل نے سیکرٹ سروس میں کئی تبدیلیاں کی تھیں۔ اپنے ارد گرد سے اس نے کئی چہروں کو ہٹا کر ان کی جگہ نئے چہرے لے آیا تھا۔ مختلف سیکشنوں کی از سر نو تشکیل کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے سیکرٹ سروس کا ایک الگ سے نیا اور سپیشل اسکواڈ بھی بنایا تھا۔ جو مشکل اور سخت ترین حالات کا بھی ہمت اور دلیری سے مقابلہ کر سکتا تھا۔ اس اسکواڈ کو زیرد اسکواڈ کہا جاتا تھا۔

زیرد اسکواڈ کو شاگل نے طاقتور آرمی کمانڈ کی طرح منظم کر رکھا تھا۔ اس اسکواڈ کے پاس ہر قسم کی سچویشن کو ہینڈل کرنے کے اختیارات تھے۔ اس اسکواڈ کے پاس فوجی طرز کی گاڑیاں، ٹرک اور بکتر بند گاڑیوں کے ساتھ ساتھ ہیلی کاپروں کا بھی بہت بڑا اسکواڈ موجود تھا۔ جس میں ٹرانسپورٹ ہیلی کاپروں سمیت سرچ آپریشن میں حصہ لینے

پر سرحدی علاقوں میں ہی تعینات کرنے کے لئے لایا تھا۔ اور اب میں اس طرف تمام سرحدی علاقوں میں انہیں بھیجنے والا تھا۔“ کرنل یادو نے جلدی سے کہا۔

”گنڈ۔ گروپ میں کتنے آدمی ہیں۔“ شاگل نے پوچھا۔
”کم و بیش دو سو افراد کا گروپ ہے چیف۔“ کرنل یادو

نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اس گروپ کے انچارج سے بات کرو اور اسے سارے گروپ کے ساتھ سورج نگر میں بھیج دو۔ سورج نگر کے سردار سورج سنگھ کے پاس عمران اور اس کے چھ ساتھی ہیں۔ اپنے گروپ سے کہو کہ وہ وہاں ہر قسم کا اسلحہ ساتھ لے جائیں اور اگر انہیں عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کے لئے سارے سورج نگر کو بھی تباہ کرنا پڑے تو وہ اس سے بھی گریز نہ کریں۔ مجھے ہر صورت میں عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کی رپورٹ ملنی چاہئے۔ سمجھے تم۔ ہر صورت اور ہر حال میں۔“ دوسری طرف سے شاگل نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ مگر چیف۔ اس طرف تو قبائلیوں کا کنٹرول ہے اور سورج سنگھ کا بے پناہ اثر و رسوخ ہے۔ اگر ہم نے سورج نگر پر حملہ کیا تو حالات ہمارے کنٹرول سے باہر ہو جائیں گے۔ اردگرد کے قبائلی علاقے ہم پر حملہ کر دیں گے۔ اور۔“ کرنل یادو نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

کان سے لگا لیا۔

”لیس چیف۔ کرنل یادو سپیکنگ۔“ کرنل یادو نے رسیور اٹھاتے ہی بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کرنل یادو۔ پاکیشیائی سیکرٹ سروس کا ٹولہ عمران سمیت کافرستان پہنچ گیا ہے۔“ دوسری طرف سے شاگل کی مخصوص سخت آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں چیف۔ عمران اور اس کے ساتھی کافرستان پہنچ گئے ہیں۔ کب۔ کیسے۔“ کرنل یادو نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ۔ یو نانسنس۔ میں تمہارا چیف بول رہا ہوں اور تم چیف سے پوچھ رہے ہو۔ کب۔ کیسے۔ نانسنس۔“ دوسری طرف سے شاگل کی دہاڑتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ سوری چیف۔ مم۔ میں۔ میں۔“ شاگل کی دہاڑن کر کرنل یادو نے بری طرح سے بوکھلا کر کہا۔

”یہ بتاؤ۔ سورج نگر یا اس کے اردگرد سرحدی قبائلی علاقوں کی طرف تمہارے اسکوڈ کا کوئی بڑا گروپ موجود ہے یا نہیں۔ جلدی بتاؤ۔ فوراً نانسنس۔“ دوسری طرف سے شاگل نے اسی طرح دہاڑتی ہوئی آواز میں کہا۔

”لیس چیف۔ آسون شہر سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر سنگھارا جھیل کی طرف ہمارا ایک بڑا گروپ موجود ہے۔ اس گروپ کو میں خاص طور

آنے والے تمام راستوں کی پکنگ کر لیں گے۔ عمران اور اس کے ساتھی انہی راستوں سے سورج نگر سے باہر نکلنے کی کوشش کریں گے اور وہ جیسے ہی اس طرف آئیں گے۔ ہم انہیں فوراً چھاپ لیں گے۔ اس طرح ہمیں براہ راست قبائلی علاقوں پر بھی حملہ نہیں کرنا پڑے گا اور ہم ان دشمن ایجنٹوں کا بھی خاتمہ کر دیں گے۔“ کرنل یادو نے کہا۔

”اور اگر وہ تمہارے آدمیوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گئے تو۔“ شاگل نے جیسے اس کی بات سمجھتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں بدستور غصے کا عنصر تھا۔

”ایسا ہونا ناممکن ہے چیف۔ میرا گروپ ہر قسم کے اسلحے اور سائنسی آلات سے لیس ہے۔ ان راستوں سے ہر آنے والے کی خصوصی چیکنگ کی جائے گی اور معمولی سے بھی شک پر آنے والے فرد کو فوراً گولی مار دی جائے گی۔“ کرنل یادو نے کہا۔

”ان راستوں کے ذرائع آمد و رفت کیا ہیں۔“ شاگل نے قدرے نرم پڑتے ہوئے کہا۔

”وہاں پہاڑیوں کو کاٹ کر درمیان میں سڑک بنائی گئی ہے چیف۔ جو سیدھی آسون شہر کی طرف آتی ہے۔ اس سڑک سے دوسری طرف جانے کا کوئی اور دوسرا راستہ نہیں ہے۔ آسون میں آنے کے لئے لامحالہ انہیں اسی سڑک سے آنا پڑے گا اور اس سڑک سے عام طور پر بمیں، نجی گاڑیاں یا پھر نجی جیپیں ہی آتی جاتی ہیں۔“ کرنل

”تو کیا تم ان قبائلیوں سے ڈرتے ہو۔ نانسنس۔ یہ میرا حکم ہے سمجھتے تم۔ میں اس بار ہر صورت میں عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت چاہتا ہوں۔ اگر ان قبائلیوں نے تمہارا راستہ روکنے کی کوشش کی تو میری طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ ان تمام قبائلیوں کا خاتمہ کر دو۔“ شاگل نے کہا۔

”چیف اس طرح تو صورت حال بے حد خوفناک ہو جائے گی۔ اگر باقی قبائل کو اس بات کا علم ہوا کہ محض چند آدمیوں کو ہلاک کرنے کے لئے سورج نگر اور دوسرے قبائلی علاقوں میں ہم نے حملہ کیا ہے تو پھر پورے ملک کے قبائلی علاقوں کے لوگ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ ہر طرف تباہی اور بربادی کا بازار گرم کر دیں گے۔“ کرنل یادو نے ڈرتے ہوئے کہا۔

”تو تم کیا چاہتے ہو۔ میں ان پاکیشیائی ایجنٹوں کو چھوڑ دوں۔ انہیں کافرستان میں تباہی اور بربادی پھیلانے کی کھلی چھوٹ دے دوں۔ نانسنس۔“ شاگل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میرا یہ مطلب نہیں تھا چیف۔“ کرنل یادو نے گھبراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”تو تمہارا کیا مطلب تھا۔ نانسنس۔ بولو۔“ شاگل نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

”چیف۔ میں اپنی فورس کو سورج نگر کے پہاڑی علاقے کی طرف بھیج دیتا ہوں۔ میرے آدمی پہاڑی راستوں سے آسون شہر کی طرف

یادیو نے کہا۔

”ان پہاڑیوں کے اندر بنے ہوئے راستوں کے بارے میں کیا کہو گے تم۔ اگر انہوں نے پہاڑیوں پر سے گزر کر دوسری طرف جانے کی کوشش کی تو۔“ شاگل نے غراتے ہوئے کہا۔

”چیف پہاڑیوں کے مشرق میں دریائے کازون ہے جو چکر کھا کر شوگران کی طرف جاتا ہے۔ اس طرف تو وہ کسی بھی صورت میں نہیں جائیں گے۔ جبکہ مغربی اطراف میں ایک چشیل میدان ہے۔ جس کے دوسرے سرے پر ایک چھوٹا سا جنگل ہے اور اس جنگل کے دوسری طرف آسون شہر ہے۔ اگر انہوں نے اس میدان اور جنگل میں آنے کی کوشش کی تو وہ ہماری نظروں سے نہیں بچ سکیں گے۔ میں اس میدان میں بھی ہر طرف اپنے آدی پھیلا دوں گا۔“ کرنل یادیو نے کہا۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ آسون شہر یا کافرستان کے کسی دوسرے علاقے میں ان راستوں سے گزرے بغیر نہیں آسکتے۔“ شاگل نے کہا۔

”لیس چیف۔ وہاں کا سارا علاقہ میرا دیکھا بھالا ہے۔ اور میں نے وہاں جو گروپ بھیجا ہے وہ ان علاقوں کے ایک ایک چپے سے واقف ہے۔ ان پہاڑیوں میں تو کہیں بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں وہ جا کر چھپ سکیں۔ شہر میں داخل ہونے کے لئے لامحالہ انہیں انہی راستوں پر سفر کرنا پڑے گا اور ان راستوں پر آگے بڑھنا ان کے لئے ناممکن ہو

گا۔ قطعی ناممکن۔“ کرنل یادیو نے کہا۔

”سوچ لو۔ کرنل یادیو۔ میں یہ ٹاسک تمہیں دے رہا ہوں۔ اگر عمران اور اس کے ساتھی اس کے باوجود وہاں سے نکل گئے تو میں تمہارا کس قدر بھیانک اور خوفناک حشر کروں گا۔ اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔“ دوسری طرف سے شاگل نے خونخوار بھیڑیے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔

”میں پورے وثوق اور اعتماد سے کہہ رہا ہوں چیف۔ وہ لوگ وہاں سے کسی بھی صورت میں بچ کر نہیں نکل سکیں گے۔“ کرنل یادیو نے پر اعتماد اور ٹھوس لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تم پر اعتبار کر کے دیکھ لیتا ہوں۔ مجھے بس ہر حال میں ان کی موت کی خبر ملنی چاہئے۔ بس میں اور کچھ نہیں جانتا۔“ شاگل نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں چیف۔ یہ خوشخبری آپ کو میں خود دوں گا۔ اور بہت جلد دوں گا۔“ کرنل یادیو نے مضبوط لہجے میں کہا۔

”اوکے۔ میں تمہیں اپنے ایک آدی کی ٹرانسمیٹر فریکوئنسی بتا رہا ہوں۔ اسے نوٹ کر لو۔ وہ سورج نگر میں ان کی نگرانی کر رہا ہے۔ جیسے ہی عمران اور اس کے ساتھی وہاں سے نکلیں گے وہ تمہیں فوراً خبر کر دے گا اور اس کی خبر ملتے ہی تم نے وہ سب کرنا ہے جس کا تم نے دعویٰ کیا ہے۔“ دوسری طرف سے شاگل نے کہا۔

”لیس چیف۔ آپ فریکوئنسی نوٹ کرا دیں پلیز۔“ کرنل

پاہنیں۔ تمہارے گروپ کو سورج نگر اور ان اطراف سے آنے نام راستوں کی کڑی نگرانی کرنی ہے۔ ان اطراف سے آنے ایک معمولی خرگوش بھی تمہاری نظروں میں آئے بغیر نہیں نکلنا ہے۔ اطلاع ملی ہے کہ سورج نگر میں چند پاکیشیائی ایجنٹ موجود ہیں لی بھی وقت ان راستوں سے نکل کر آسون شہر کی طرف جاسکتے۔ تمہیں ان اطراف میں ہر آنے جانے والوں کی کڑی چیکنگ کرنی ہے۔ اور جس پر تمہیں معمولی سا بھی شک ہو اسے ایک لمحے میں گولی رو دینا۔ یہ میرا حکم ہے۔ اور۔۔۔۔۔ کرنل یادو نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

”لیس سر۔ کیا آپ ہمیں ان ایجنٹوں کی تعداد بتا سکتے ہیں۔“
دوسری طرف سے رمیش کی آواز آئی۔

”ان کی تعداد سات ہے۔ ان میں دو عورتیں بھی ہیں۔ وہ سب ٹیک اپ میں ہیں۔ اور میں نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اس طرف کوئی ایک بھی آئے تو اسے زندہ بچ کر نہیں نکلنا چاہئے۔ پاکیشیائی ایجنٹ بے حد چالاک ہیں۔ وہ وہاں سے ایک ایک کر کے بھی نکلنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ اور۔۔۔۔۔ کرنل یادو نے کہا۔

”اوکے سر۔ میں گروپ کو لے کر ابھی سکس ٹو نائن زون کی طرف روانہ ہو جاتا ہوں۔ اور۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے رمیش نے کہا۔
”کتنی دیر میں تم اپنے گروپ کو لے کر ان علاقوں میں پہنچ جاؤ گے۔ اور۔۔۔۔۔ کرنل یادو نے پوچھا۔

یادو نے کہا تو شاگل اسے آئند کے ٹرانسمیٹر کی مخصوص فریکوئنسی بتانے لگا۔ جسے کرنل یادو نے سامنے رکھی ہوئی نوٹ بک پر نوٹ کر لیا۔
”آئند سے بات کر کے میں اسے تمہارے فون نمبرز اور ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی بتا دیتا ہوں۔ وہ خود ہی تم سے رابطہ کر لے گا۔ تم اس وقت تک اپنے اسکوڈ کو ایکٹو کر دو۔۔۔۔۔ شاگل نے کہا۔ پھر اس نے اسے عمران اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں تفصیل بتانی شروع کر دی۔

”لیس چیف۔ میں ابھی احکامات جاری کر دیتا ہوں۔“ کرنل یادو نے کہا تو دوسری طرف سے شاگل نے فون منقطع کر دیا۔ کرنل یادو نے رسیور کریڈل پر رکھا اور اس نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر آن کر کے اس پر ایک فریکوئنسی ایڈجسٹ کی اور اس کا ایک بٹن پریس کر دیا۔
”ہیلو۔ ہیلو۔ کرنل یادو کالنگ یو۔ ہیلو۔ ہیلو۔“ اس نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”لیس سر۔ رمیش اسٹڈنگ یو فرام سنکھارا پوائنٹ اور۔۔۔ دوسری طرف سے فوراً ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”رمیش۔ اپنے گروپ کو لے کر فوراً سکس زون کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں اور تمہارے گروپ نے سکس زون کے پہاڑی علاقوں پر اپنی پوزیشنیں سنبھالنی ہیں۔ زون سکس سے زون نائن تک تمام پہاڑی علاقے، میدان اور ساماگا جنگل میں جلد سے جلد تمہارے آدمی پہنچ

”زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے میں سر۔ اور اس سے اگلے ایک گھنٹے میں ہم اپنی تمام پوزیشنیں سنبھال لیں گے۔ اور۔۔۔“ ریمیش نے کہا۔
 ”اوکے۔ اپنے ساتھ ریز مشین بھی لے جانا۔ اور وہاں ہر طرف بروزن ریز فائر کر دینا۔ غیر مطلق افراد ان اطراف میں کہیں سے بھی آنے کی کوشش کریں گے تو ان کے بارے میں تمہیں فوراً علم ہو جائے گا۔ اور۔۔۔“ کرنل یادو نے کہا۔

”لیس سر۔ یہ زیادہ مناسب رہے گا۔ پوزیشنوں پر پہنچ کر میں آپ کو فوراً کال کروں گا۔ اور۔۔۔“ ریمیش نے کہا۔
 ”میں تمہاری کال کا شدت سے منتظر رہوں گا۔ اوکے۔ اور اینڈ آل۔۔۔“ کرنل یادو نے کہا اور اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔
 ”تین گھنٹے۔ ہونہ۔ میرے لئے تین گھنٹے بے حد اہم ہیں۔ اگر ان تین گھنٹوں سے پہلے وہ لوگ سورج نگر سے نکل گئے تو کیا ہو گا۔ چیف تو مجھے سچ مچ زندہ جلا دیں گے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہر حال میں تین گھنٹوں تک وہیں رکنا ہو گا۔ ورنہ میری جان عذاب میں آجائے گی۔“ کرنل یادو نے پریشانی کے عالم میں خود کلامی کرتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحے پریشانی کے عالم میں سوچتا رہا۔ پھر اس نے ایک بار پھر ٹرانسمیٹر آن کیا اور اس پر شاگل کی بتائی ہوئی آنند کے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ یادو کالنگ۔ ہیلو۔ اور۔۔۔“ اس نے آنند کے ٹرانسمیٹر پر بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔ اس نے جان بوجھ کر خود کو

ما۔ کیئرٹ ایجنٹس یا دوسری ایجنسیوں سے بات کرنے کے صرف اپنے نام کا ہی استعمال کرتا تھا۔ شاگل نے یہ اسکوڈز یہ طور پر بنا رکھا تھا۔ اس لئے اس کے حکم پر کرنل یادو نہ اپنے کے ساتھ کرنل لگاتا تھا اور نہ ہی اپنے اسکوڈز کا ذکر کرتا تھا۔ وہ اتھا کہ چیف شاگل نے بھی آنند کو ہدایات دیتے ہوئے اس کا نام یو ہی بتایا ہو گا۔

”لیس۔ آنند انڈنگ یو۔ اور۔۔۔“ دوسری طرف سے چند لمحوں بعد ایک کھر دری سی آواز سنائی دی۔
 ”آنند۔ تمہیں چیف نے اب تک میرے بارے میں یقیناً بریفنگ دی ہو گی۔ اور۔۔۔“ کرنل یادو نے تیز لہجے میں کہا۔
 ”لیس مسٹر یادو۔ چیف کی ابھی کچھ دیر پہلے کال آئی تھی۔ انہوں نے مجھے آپ کے بارے میں بتا دیا تھا اور مجھے حکم دیا تھا کہ پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں انفارمیشن آپ کو دینی ہے۔ اور۔۔۔“ دوسری طرف سے آنند نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”گڈ۔ تو پھر بتاؤ۔ کیا رپورٹ ہے۔ کہاں ہیں وہ۔ اور تم ان کی کیسے چیکنگ کر رہے ہو۔“ کرنل یادو نے کہا۔
 ”ہمیں ان ایجنٹوں کی آمد کی پیشگی اطلاع تھی۔ وہ کسی بھی راستے سے کافرستان میں داخل ہو سکتے تھے۔ اس لئے ہمارے گرد پس مختلف علاقوں میں پھیل گئے تھے۔ ہم اپنے ساتھ ہر قسم کے آلات لے گئے تھے۔ ہمارے پاس ایسے آلات تھے جن سے ہم خاص طور پر میک اپ

زودہ افراد کو آسانی سے چیک کر سکتے تھے۔ اس کے لئے ہم نے پورے علاقے میں آر میٹم گیس پھیلا دی تھی۔ آر میٹم گیس انسانی جسموں سے نکلا کر ایک ایسی نئی ریز پیدا کرتی ہے جو خاص طور پر ہمارے رسیورز پر ان افراد کی نشاندہی کرتے تھے جو کسی بھی قسم کے میک اپ میں ہوتے ہوں۔

اس کے علاوہ میں نے اپنے ایک آدمی کو خفیہ طور پر سورج نگر کے سردار سورج سنگھ کے قریبی آدمیوں کے نزدیک بھی کر دیا تھا۔ وہ اندر سے مجھے ہر قسم کی خبریں فراہم کرتا تھا۔ عمران اور اس کے ساتھی جب سورج نگر میں لائے گئے تھے اس وقت میرا آدمی ان کے ساتھ نہیں تھا۔ بہر حال سردار سورج سنگھ کی محل نما حویلی میں آنے والے ہر اجنبی کی تصویریں اتاری جاتی تھیں اور انہیں باقاعدہ آر میٹم رسیورز سے چیک کیا جاتا تھا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے میک اپ کرنے میں کسی نئی تکنیک کا استعمال کیا تھا۔ ان کا میک اپ آر میٹم رسیورز سے بھی چیک نہیں کیا جاسکتا تھا لیکن میرے اندر کے آدمی نے مجھے ان کے قد و قامت کے بارے میں بتا دیا تھا اور ان کی حالیہ تصویریں مجھے ایس ایم کر دی تھیں۔ جب ان تصویروں کو میں نے بلیو سکیئر مشین پر چیک کیا تو میرے سامنے ان کے اصلی چہرے آ گئے۔

میں عمران اور اس کے دیگر ساتھیوں کو بخوبی پہچانتا ہوں۔ اس بلیو سکیئر مشین سے مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں نے میک اپ کے لئے کن کیمیکلز اور لوشنز کا استعمال کیا ہے۔ ان میں ریک

اپی نامی لوشن بھی شامل ہے۔ اس لوشن کو میں ایک سپیشل ڈیولپمنٹ سے آسانی سے چیک کر سکتا ہوں۔ اس کے لئے مجھے شین سے ہر طرف انفراریڈ ڈیولپمنٹ پھیلائی ہوں گی اور پھر وہ جاتیں گے انہیں میں آسانی سے ایک ویزٹل سکرین پر دیکھ سکوں لیکن چونکہ میرے پاس انفراریڈ ڈیولپمنٹ پھیلانے والی مشین نہیں ہے۔ اس لئے میں نے حویلی میں موجود اپنے ساتھی کی ڈیوٹی لگا رکھی کہ وہ ان پاکیشیائی ایجنٹوں کی نگرانی کرے اور وہ حویلی سے نکل کر کسی طرف جائیں وہ مجھے فوراً آگاہ کرے تاکہ میں ان کے قدم روکنے کے لئے مناسب کارروائی کر سکوں۔ اور میرے ساتھی کی اطلاع کے مطابق وہ ابھی تک حویلی میں ہی ہیں۔ شاید وہ سورج نگر سے صبح ہی نکلنے کی کوشش کریں۔ اور۔۔۔ دوسری طرف سے آئندہ نے کرٹل یادو کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ اگر وہ صبح تک وہیں رہیں گے تو ہمارے لئے زیادہ بہتر ہو گا۔ تم یہ بتاؤ کیا ان کے میک اپ کو بروزن ریز سے چیک کیا جاسکتا ہے۔ اور۔۔۔“ کرٹل یادو نے کہا۔

”نہیں مسٹر یادو۔ ان کے میک اپ کو صرف انفراریڈ ڈیولپمنٹ سے ہی چیک کیا جاسکتا ہے۔ کسی اور طریقے سے انہیں چیک یا مانیٹر کرنا مشکل ہے۔ اور۔۔۔“ دوسری طرف سے آئندہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ ٹھیک ہے۔ تم اپنے آدمی سے رابطے میں رہنا اور جیسے ہی

اس کے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں بچنا چاہئے۔
ریش کو احکامات دے کر وہ نہایت بے تابی سے اس کی جوابی کال
منظر تھا۔ اسے یقین تھا کہ ریش بہت جلد اسے عمران اور اس کے
ساتھیوں کی ہلاکت کی خوشخبری دے گا۔ وقت آہستہ آہستہ گزرتا جا رہا
اور کرنل یادو کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ اسے ریش پر غصہ آ رہا
تھا جو اسے کال کرنے میں اتنی دیر لگا رہا تھا۔ اگر عمران اور اس کے
ساتھی پہاڑی راستوں سے جھپیں لے جا رہے تھے تو انہیں ہر حال میں
ریش اور اس کے گروپ کی نظروں میں آ جانا چاہئے تھا اور محض سات
دہائیوں کا گروپ اس کے اتنے بڑے گروپ کے سامنے بھلا کیسے
چھپ سکتا تھا۔ پھر مزید ایک گھنٹہ گزرنے کے بعد آخر کار اس کا
ٹیسٹر جاگ اٹھا اور اس سے ٹوں ٹوں کی مخصوص آواز سنائی دی تو
کرنل یادو اس بری طرح سے اچھل پڑا جیسے اس کی کرسی میں یکلخت
مراڑوں ولٹ کرنٹ دوڑ گیا ہو۔ اس نے جھپٹ کر ٹرانسمیٹر اٹھا لیا۔

ان کی کسی نقل و حرکت کا وہ بتائے مجھے فوراً خبر کرنا۔ میں تمہاری کال کا
منتظر رہوں گا۔ اوور۔“ — کرنل یادو نے کہا۔
”اوکے۔ مسٹر یادو۔ میں آپ کو خبر کر دوں گا۔ اوور۔“ — آنند
نے کہا۔

”اوکے۔ اوور اینڈ آل۔“ — کرنل یادو نے کہا اور پھر اس
نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ پھر دو گھنٹوں بعد کرنل یادو کو ریش نے کال
کر کے بتایا کہ اس کا گروپ سکس ٹو نائن زون کے قریب پہنچ چکا
ہے۔ اور وہ آگے کے تمام علاقے میں اپنی پوزیشنیں سنبھال رہے
ہیں۔ چار سرچ لائنس والے ہیلی کاپٹروں کے ساتھ دو جنگی ہیلی کاپٹر،
میدانی علاقے کی طرف بھی لائے جا رہے ہیں تاکہ اگر کوئی اس طرف
آنے کی کوشش کرے تو وہ ان کی نظروں سے نہ بچ سکے۔ پھر اس کے
تھوڑی دیر بعد اچانک آنند کی کال آ گئی۔ اس نے کرنل یادو کو بتایا کہ
حویلی سے اس کی آدمی نے خبر دی ہے کہ عمران اور اس کے ساتھی حویلی
کے خفیہ راستوں سے نکل گئے ہیں۔ اس آدمی کو انتہائی ٹگ و دو کے
بعد صرف اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو سورج
نگر سے نکل کر پہاڑی علاقے میں پہنچا دیا گیا ہے جہاں وہ دو جیپوں
سے آسون شہر کی طرف جا رہے ہیں۔

آنند کی یہ رپورٹ سن کر کرنل یادو نے فوراً ریش سے رابطہ کیا اور
اسے عمران اور ان کی جیپوں کے بارے میں بریفنگ دیتے ہوئے
حکم دیا کہ وہ جہاں بھی ان جیپوں کو دیکھیں فوراً ہٹ کر دیں۔ عمران

لہا۔ کچھ فاصلے پر انہیں جھاڑیاں دکھائی دیں تو وہ بھاگتے ہوئے
 طرف آگئے اور پھر وہ کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر ان جھاڑیوں میں گھستے
 گئے۔ جھاڑیوں کے دوسری طرف انہیں ایک بڑا سا کٹاؤ دکھائی
 دیا۔ کٹاؤ نہ صرف کافی گہرا تھا بلکہ میدانی راستے سے ہوتا ہوا
 جھاڑیوں اور آسون شہر کی طرف جا رہا تھا۔ نیچے انہیں چاند کی روشنی
 میں پانی کی چمک بھی دکھائی دے رہی تھی۔ اور کٹاؤ کے دونوں اطراف
 بڑی بڑی جھاڑیاں جھالروں کی طرح لٹکی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔
 اور یہ سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔

”لو۔ قدرت نے ہمیں دشمنوں سے بچ نکلنے کا ایک بہترین راستہ
 فراہم کر دیا ہے۔ اگر وہ اس طرف آ بھی جائیں تب بھی وہ ہمیں نہیں
 ڈھونڈ سکیں گے۔“ — عمران نے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا تم اس کھائی میں اترنے کا سوچ رہے ہو۔“ جولیا
 نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ ان کٹاؤ کے کناروں پر جھالروں کی طرح لٹکی ہوئی
 جھاڑیوں کی شاخیں بے حد لمبی اور مضبوط ہوتی ہیں۔ ہم ان شاخوں کو
 پکڑتے ہوئے نیچے جائیں گے۔ چلو۔ جلدی کرو۔“ — عمران نے
 کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر ایک شاخ پکڑی اور کھینچ کر اس کی
 مضبوطی کا اندازہ کیا اور تیزی سے نیچے جانے لگا۔ نیچے ان جھاڑیوں کی
 اور کئی کئی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں اور ان کے پتے بے حد گھنے تھے۔ وہ
 سب شاخوں کو رسیوں کی طرح پکڑتے ہوئے خاصے نیچے آگئے۔

دوڑتے قدموں کی آوازوں کے ساتھ اوپر سے آنے والے ہیلی
 کاپٹروں کی آوازیں بھی آہستہ آہستہ نیچے آتی جا رہی تھیں۔ ہیلی کاپٹر
 ابھی خاصی بلندی پر تھے۔ ان پر لگی ہوئی سرچ لائٹس گوبے حد پاور فل
 اور ہیوی تھیں لیکن بہر حال ان کی روشنی ابھی ان تک نہیں پہنچ رہی تھی
 اور ان کی طرف مارچیں لے کر آنے والے بھی کافی فاصلے پر تھے۔
 عمران اور اس کے ساتھی ایک جگہ کھڑے کبھی پیچھے سے نیچے آنے
 والوں اور کبھی اوپر سے آتے ہوئے ہیلی کاپٹروں کو دیکھ رہے تھے۔
 ”کچھ کرو عمران۔ اگر ہیلی کاپٹر اور نیچے آگئے تو ہم ایک لمحے میں
 انکی نظروں میں آ جائیں گے۔“ — جولیا نے تیز لہجے میں کہا۔

”دائیں طرف چلو۔ جس قدر تیز بھاگ سکتے ہو۔ بھاگو۔“ عمران
 نے کہا اور اس نے دائیں طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ وہاں چاند کی
 روشنی ضرور تھی مگر اس روشنی میں دور سے انہیں فی الحال نہیں دیکھا جا

جھاڑیاں اس کٹاؤ جیسی کھائی کی ایک مخصوص حد تک تھیں۔ اس سے نیچے چٹیل چٹانیں تھیں جہاں انہیں پیر رکھنے کی بھی کوئی جگہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اور اس کھائی کی گہرائی اس قدر زیادہ تھی کہ اگر ان میں سے کوئی گر پڑتا تو شاید اس کا نیچے جاتا ہوا جسم کئی بار دائیں بائیں چٹانوں سے ٹکرا کر ٹوٹ پھوٹ جاتا۔ نیچے چٹانیں کافی تنگ اور ایک دوسرے سے ملی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔ اس لئے وہ جھاڑیوں کو پکڑتے ہوئے ایک مخصوص حد تک آ کر رک گئے۔

”اب۔۔۔“ جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اب ان جھاڑیوں اور شاخوں پر ہی ہمیں سفر کرنا پڑے گا۔ شاخیں بدل بدل کر آگے بڑھے چلو۔“ عمران نے کہا۔

اوپر دوڑتے بھاگتے قدموں کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں اور ہیلی کاپٹروں کی گڑگڑاہٹ کی آوازیں بھی انتہائی تیز ہو گئی تھیں۔ شاید وہ میدان میں کافی حد تک نیچے آ گئے تھے اور میدان میں سرچ لائٹوں کی مدد سے وہ شاید انہیں ہی تلاش کر رہے تھے۔ پھر اچانک عمران کو ایک ہیلی کاپٹر کی تیز روشنی اس کٹاؤ کی طرف بڑھتی ہوئی نظر آئی۔

”خود کو گھنی جھاڑیوں کے پیچھے کر لو۔ جلدی۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا تو وہ سب شاخوں اور گھنی جھاڑیوں کے پیچھے ہوتے چلے گئے۔ انہوں نے شاخوں کو اپنے پیروں اور ہاتھوں کے گرد لپیٹ لیا تھا اور کمریں دیواروں سے لگا لی تھیں۔ گڑگڑاہٹوں کی آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں اور پھر دو ہیلی کاپٹر تیز روشنیاں بکھیرتے ہوئے عین

اس کٹاؤ کے اوپر آ گئے۔ اور پھر ہوا میں معلق ہو کر آہستہ آہستہ نیچے آنے لگے۔ اوپر سے کٹاؤ بے حد چوڑا تھا۔ جبکہ نیچے جاتے جاتے اس کی چوڑائی تنگ ہو گئی تھی اور کافی نیچے اس بڑے کٹاؤ نے جیسے ایک ام برساتی نالے کا روپ دھار لیا تھا۔ یہ کٹاؤ شاید کسی زمانے میں بے والے زلزلے سے بڑے دراڑ کی صورت میں پیدا ہوا تھا۔ جس نے زمین کو اوپر سے دو حصوں میں جدا کر دیا تھا اور یہ دراڑ نما کٹاؤ دور تک چلا گیا تھا۔

ہیلی کاپٹر عین کٹاؤ کے قریب آ گئے تھے اور پھر وہ جیسے ریٹکنے والے انداز میں آگے بڑھنے لگے۔ تیز اور ہیوی سرچ لائٹوں نے کٹاؤ میں روشنی ہی روشنی بھر دی تھی۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے پتوں اور جھاڑیوں کو اور زیادہ اوپر کر لیا تھا اور وہ کوشش کر رہے تھے کہ جن جھاڑیوں اور پتوں کے پیچھے وہ چھپے ہوئے ہیں۔ ان میں ذرا بھی جنبش نہ ہو۔ کیونکہ اگر ہیلی کاپٹر والوں کو وہاں جنبش محسوس ہو جاتی تو وہ ہیلی کاپٹروں میں لگی ہیوی گنوں سے ان پر فائرنگ کھول سکتے تھے اور یہ بمباری ایسی ہوتی کہ وہ کسی بھی طرح اپنا بچاؤ نہ کر سکتے تھے اور نہ ان کو جوالی فائرنگ کر سکتے تھے۔ وہ جھاڑیوں پر کافی نیچے لٹکے ہوئے تھے جبکہ ہیلی کاپٹر ان سے خاصے اوپر تھے اور عمران سوچ رہا تھا کہ ہیلی کاپٹر بلندی پر ہی رہیں تو بہتر ہو گا۔ اگر ہیلی کاپٹر نیچے آ گئے تو جھاڑیوں کے قریب سے گزرتے ہوئے ہیلی کاپٹروں میں موجود فورسز میں سے کسی کی بھی ان پر نظر پڑ سکتی تھی۔ گو کہ انہوں نے خود کو اچھی

فاصلہ گھٹنے لگا اور پھر ہیلی کاپٹر جیسے عین ان کے سامنے آ گیا۔ ہیلی کاپٹر کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور ہیلی کاپٹر میں موجود مسلح افراد اب جیسے ان سے چند فٹ کے فاصلے پر تھے۔ انہوں نے اب اپنے سانس تک روک لئے تھے۔ ہیلی کاپٹر کے دروازے پر جو آدمی تھا وہ اب دور بین کے بغیر جھاڑیوں کو اوپر سے نیچے تک بغور دیکھ رہا تھا۔ پھر ہیلی کاپٹر ان کے قریب سے گزرنے لگا اور آہستہ آہستہ ان کے قریب سے گزر کر آگے چلا گیا۔ جیسے ہی ہیلی کاپٹر ان سے دور ہوا انہوں نے بینوں میں آنکے ہوئے سانس یکدم چھوڑ دیئے۔

”اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ ان کی ہم پر نظر نہیں پڑی۔ ورنہ ہم سب یہاں جنگلی چھپکلیوں کی طرح مارے جاتے۔“ — صفدر نے فکر ادا کرتے ہوئے کہا۔

”یہ لوگ ہر طرف ہمیں سرچ کر رہے ہیں۔ یہ بھی شکر ہے کہ انہوں نے بغیر کسی شک کے ادھر ادھر فائرنگ بھی نہیں کی۔“ — جولیا نے کہا اور انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

ہیلی کاپٹر آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ کچھ دیر تک اسی طرح چھپے رہے پھر انہوں نے خود کو جھاڑیوں سے نکالا اور پھر وہ اسی طرح شاخیں پکڑتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ اوپر سے انہیں مسلسل دوڑنے بھاگنے اور چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

”عمران صاحب۔ اس طرح آگے بڑھنے میں ہمیں بے حد مشکل پیش آرہی ہے۔ اس سے بہتر یہ نہیں کہ ہم کسی طرح نیچے چلے جائیں

طرح سے جھاڑیوں اور پتوں میں چھپا رکھا تھا مگر قریب سے گزرتے ہوئے وہ کسی بھی وجہ سے ان کی نظروں میں آسکتے تھے۔

ہیلی کاپٹر ایک دوسرے کے آگے پیچھے آرہے تھے اور آہستہ آہستہ ان کی اونچائی کم ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اچانک وہ ہیلی کاپٹر کٹاؤ کے مخالف سمتوں میں اڑنے لگے۔ اور انہوں نے ہیلی کاپٹروں کے کھلے دروازوں سے دائیں بائیں ایک ایک آدمی کو دور بین سے باہر جھانکتے دیکھا۔ وہ دور بینوں سے بغور کٹاؤ کے دونوں اطراف جھالروں جیسی لٹکی جھاڑیوں کی طرف ہی دیکھ رہے تھے۔

”انہیں شاید شک ہو گیا ہے کہ ہم ان جھالروں سے لٹکے ہوئے ہیں۔“ — کراسٹی نے قریب موجود صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”شاید۔“ — صفدر نے کہا۔ وہ جھاڑیوں کے درمیان میں سے ان ہیلی کاپٹروں اور ان میں موجود مسلح افراد کو واضح طور پر دیکھ رہے تھے۔

پھر اچانک ایک ہیلی کاپٹر آہستہ آہستہ اڑتا ہوا اسی طرف آنے لگا جدھر وہ چھپے ہوئے تھے اور ان سب نے جیسے دم سادھ لئے تھے۔ ہیلی کاپٹر کا فاصلہ آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ اب ہیلی کاپٹر اس قدر نیچے تھا کہ اگر وہ ان کے قریب سے گزرتا تو جیسے ہیلی کاپٹروں کی کھڑکیوں میں بیٹھے ہوئے آدمیوں اور ان کے چہرے ایک دوسرے کے سامنے آسکتے تھے۔

ہیلی کاپٹر ان سے تقریباً سو فٹ کے فاصلے پر تھا۔ پھر آہستہ آہستہ

”میں سوچ رہا ہوں کہ اگر شہری کٹاؤ کی طرف میں ناثران کو بلا
تو ہمیں وہاں سے نکلنے میں اور زیادہ آسانی ہو جائے گی۔“ عمران
نے کہا۔

”ہاں۔ یہ زیادہ مناسب رہے گا۔ لیکن تم ناثران سے رابطہ کیسے کرو
گے۔“ جولیا نے کہا۔

”ٹرانسمیٹر پر۔“ عمران نے کہا۔

”کہیں مسلح افراد تمہاری کال ٹریس نہ کر لیں۔“ جولیا نے
خشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میرے پاس جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر ہے۔ اس ٹرانسمیٹر
کی کال نہ کہیں سنی جاسکتی ہے اور نہ ٹریس کی جاسکتی ہے۔“ عمران
نے کہا۔ پھر اس نے دیوار کی سائڈوں پر ابھرے ہوئے دو پتھروں پر
اؤں جمائے اور اپنی کمر سپاٹ دیوار سے لگا کر کھڑا ہو گیا۔ احتیاط کے
طور پر اس نے چند شاخوں کو اپنے پیروں اور ہاتھوں کے گرد گھمایا تھا
تاکہ اگر اس کے پیر پتھروں پر سے اکھڑ جائیں تو وہ خود کو نیچے گرنے
سے سنبھال سکے۔ پھر اس نے کاندھے سے بیگ اتارا اور اسے کھول
کر اس میں سے ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ اس نے
ٹرانسمیٹر پر ناثران سے رابطہ کیا اور اسے ہدایات دے کر اس نے
ٹرانسمیٹر آف کر کے دوبارہ بیگ میں ڈالا اور ایک بار پھر ان کا شاخیں
چکڑ کر آگے بڑھنے کا سفر شروع ہو گیا۔

اور کٹاؤ سے گزرتے ہوئے کسی طرف نکل جائیں۔“ کیپٹن
شکیل نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”گہرائی بہت زیادہ ہے پیارے۔ اگر ہم نے نیچے چھلانگیں لگائیں
تو شاید ہی کسی کی کوئی بڑی پسلی سلامت بچے۔ نیچے تو اتنی جگہ بھی نہیں
ہے کہ ہم پیراٹروپنگ کر سکیں۔“ عمران نے کہا۔

”اگر ہمارے پاس رسیاں ہوتیں تو ہم انہیں باندھ کر آسانی سے
نیچے جاسکتے تھے۔“ کراسٹی نے کہا۔

”رسیوں کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم ان شاخوں کو کاٹ کر ایک
دوسرے سے باندھ کر بھی رسیاں بنا سکتے ہیں۔ مگر نیچے جانا ہمارے لئے
خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔ ہیلی کاپٹر دوبارہ بھی آسکتے ہیں۔ ان
جھاڑیوں میں ہم خود کو چھپا سکتے ہیں مگر نیچے جا کر ہمارا ان کی نظروں
سے چھپنا مشکل ہو جائے گا۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ہاں۔ یہ تو ہے۔“ کیپٹن شکیل نے اثبات میں سر ہلا
کر کہا۔

”بس تو پھر اسی طرح سفر کرتے رہو۔ میرے اندازے کے مطابق
یہ کٹاؤ آسون شہر کے شمال کی طرف جا رہا ہے۔ اگر ہم اسی طرح سفر
کرتے رہے تو چند گھنٹوں میں ہم شہر کے قریبی علاقے میں جانگلیں
گے۔ اور۔ اوہ۔ ایک منٹ۔“ عمران اچانک کہتے کہتے رک
گیا۔

”کیا ہوا۔“ جولیا نے چونک کر کہا۔

دست میں عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت چاہتا ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ اس نے انہیں یہ بھی حکم دیا تھا کہ جب تک عمران اور اس کے ساتھی اسے نظر نہ آجائیں وہ وہاں بلاوجہ فائرنگ اور بمباری نہ کریں۔ ایک تو وہاں قبائلی آباد تھے اور آسوں شہر بھی زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ اگر وہ فائرنگ یا دھماکے کرتے تو شہر میں بے پناہ خوف و ہراس پھیل سکتا تھا۔

کرنل یاد یو رات دیر تک جاگتا رہا تھا۔ وہ رمیش کی اس کال کا خطر تھا جو اس کے لئے کسی بھی وقت یہ نوید لاسکتی تھی کہ آخر کار اس کے گروپ نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ انتظار کرتے کرتے کئی گھنٹے گزر گئے تو کرنل یاد یو کو رمیش پر غصہ آنے لگا جو اسے کال کرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ تنگ آ کر اس نے خود ہی رمیش سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس بار اس نے ٹرانسمیٹر کے بجائے اس سے سپیشل سیل فون پر کال کی تھی۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے رمیش پر غصے سے گرجنا برستا شروع کر دیا۔ رمیش نے اسے بتایا تھا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہر جگہ تلاش کر چکے ہیں۔ مگر ابھی تک ان کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔

”سوری کرنل۔ میں نے اور نمیرے آدمیوں نے تمام پہاڑیوں، میدان اور جنگلوں کے ساتھ ساتھ اس قدرتی کٹاؤ کو بھی چھان مارا ہے۔ مگر ہمیں ان کا کوئی نشان نہیں ملا۔ ہم نے پہاڑی دراڑوں اور چھوٹے پورے تمام سوراخوں کو بھی چیک کیا ہے۔ وہ سارا علاقہ چھیل ہے جس

”میں پوچھ رہا ہوں اگر ان کی جیپیں وہاں ہیں تو وہ خود کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ انہیں زمین نے نگل لیا ہے یا آسمان نے اٹھالیا ہے۔“ — کرنل یاد یو نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا۔

ٹرانسمیٹر پر اسے رمیش نے اطلاع دی تھی کہ انہیں پہاڑی راستے پر دو جیپیں کھڑی ملی ہیں۔ جن کے انجن گرم ہیں مگر دونوں جیپیں خالی ہیں۔ وہ لوگ شاید جیپوں سے اتر کر پہاڑیوں پر چڑھ گئے ہیں۔ اس نے ہر طرف اپنے آدمی پھیلا دیئے ہیں۔ اپنے ساتھ وہ گن شپ اور سرچ لائٹس والے چار ہیلی کاپٹر بھی لے گیا ہے۔ جن سے اس علاقے کو ہر طرف سے سرچ کیا جا رہا ہے۔ رمیش نے کرنل یاد یو کو یقین دلایا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو ابھی وہاں سے نکلے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی ہے۔ وہ کسی بھی صورت میں وہاں سے بچ کر نہیں نکل سکیں گے۔ کرنل یاد یو نے بھی اسے سختی سے حکم دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ ہر

طرف سے رمیش نے کہا۔

”اوکے۔ ہائے۔“ — کرنل یادپو نے کہا اور پھر اس نے

ہونٹ پھینچتے ہوئے سیل فون آف کر دیا۔

”عمران تم اپنے ساتھیوں کو لے کر کہیں بھی چھپ جاؤ۔ مگر میں

تمہیں ہسپتال سے بھی کھینچ نکالوں گا۔ جب تک میں تمہیں اور تمہارے

تمام ساتھیوں کو ہلاک نہیں کر دوں گا۔ چین سے نہیں بیٹھو گے۔“ کرنل

یادپو نے غصے اور نفرت بھرے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

زمینی کٹاؤ بہت بڑا تھا اور دو اطراف میں دور دور تک پھیلا ہوا

تھا۔ رمیش اگر پہلی کاپڑوں سے اس کٹاؤ کی چیکنگ اور جھاڑیوں کے

ایک ایک حصے پر فائرنگ کراتا تو اس میں اسے کافی وقت لگ سکتا تھا

اور کرنل یادپو کو یقین تھا کہ رمیش اب اسے صبح سے پہلے کوئی اطلاع

نہیں دے سکے گا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی پہاڑیوں

میں ہی ہوں اور کسی غار میں چھپے بیٹھے ہوں جو دن کی روشنی میں واضح

دکھائی دے سکتے تھے۔ اس لئے وہ اب سوائے انتظار کے اور کچھ بھی

نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ اٹھا اور اپنے آفس سے نکل آیا۔ مختلف

راستوں سے گزر کر وہ اپنے سپیشل بیڈ روم میں آ گیا اور لباس بدل کر

لیٹ گیا۔

رات دیر تک جاگتے رہنے اور شدید ذہنی الجھن کی وجہ سے وہ بری

طرح تھک گیا تھا۔ لہذا لیٹتے ہی سو گیا۔ دوسرے دن وہ جاگا تو دن کے

دس بج چکے تھے۔ وہ اٹھا نہا دھو کر اور لباس بدل کر اس نے ناشتہ کیا

سے ہمیں ان کے قدموں کے نشان بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہے۔

اس کے علاوہ میں نے ہر طرف بروزن ریز بھی پھیلا دی ہے۔ میری

تمام سرچ مشینیں بھی آن ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کا کہیں کچھ پتہ

نہیں چل رہا۔“ — دوسری طرف سے رمیش نے تفصیل بتاتے

ہوئے کہا۔

”اردگرد کے علاقوں کو چھوڑ کر تم اس زمینی کٹاؤ کی طرف زیادہ توجہ

دو۔ زیر و اسکوڈ کی نظروں سے بچ کر نکلنے کے لئے ان کے پاس اس

سے زیادہ بہتر اور محفوظ راستہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ کٹاؤ کے کناروں پر

بڑی بڑی جھاڑیاں جھول رہی ہیں۔ ان جھاڑیوں میں اتنی گنجائش

بہر حال ہے کہ وہ خود کو وہاں چھپا سکیں۔“ — کرنل یادپو نے کہا۔

”نوسر۔ ہم نے اسی نظریے کے تحت بھی وہاں کا جائزہ لیا تھا۔ مگر

وہاں بھی ہمیں ان کا کوئی سراغ نہیں ملا۔“ — دوسری طرف سے

رمیش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”وہ بہت چالاک ہیں رمیش۔ گھنی جھاڑیوں میں چھپ کر انہوں

نے سانس روک لئے ہوں گے۔ تم ایک بار پھر چیک کراؤ بلکہ کٹاؤ کے

دونوں اطراف جھاڑیوں پر شدید فائرنگ کراؤ۔ اگر وہ ان جھاڑیوں

میں کہیں ہوں گے تو وہ گولیوں کی زد سے نہیں بچ سکیں گے۔ ویسے بھی

کٹاؤ میں فائرنگ کی آوازیں زیادہ دور تک نہیں گونجیں گی۔“ کرنل

یادپو نے کہا۔

”اوکے کرنل۔ میں یہ کام ابھی شروع کر دیتا ہوں۔“ دوسری

”اوہ۔ بے وقوف۔ تو تم نے مجھے یہ بتانے کے لئے کال کی ہے کہ وہ تمہارے ہاتھوں سے نہ صرف بچ نکلے ہیں بلکہ آسون شہر میں بھی داخل ہو گئے ہیں۔“ — کرنل یادو نے غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا۔

”سر۔ انہوں نے ان جھاڑیوں پر بے حد تیز رفتاری سے سفر کیا تھا۔ ہم انہیں میدان، جنگل اور اردگرد کے علاقوں میں تلاش کرتے رہے تھے اور وہ وہاں سے بہت دور جا چکے تھے۔“ — دوسری طرف سے رمیش نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ یو ڈیم فول۔ نائنس۔ تمہاری حماقت کی وجہ سے اب میری جان عذاب میں آجائے گی۔ اگر چیف کو معلوم ہو گیا کہ وہ تمہارے گروپ کے ہونے کے باوجود وہاں سے نکل کر آسون شہر میں آ گئے ہیں تو وہ فوراً میرے ذمہ آڈر جاری کر دیں گے۔ کیا تم سب وہاں جھک مارنے گئے تھے۔“ — کرنل یادو نے بری طرح سے گرجتے ہوئے کہا۔

”سوری سر۔ میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی۔“ رمیش نے دھیمی آواز میں کہا۔

”کیا خاک کوشش کی تھی۔ اگر تم لوگوں نے کوشش کی ہوتی تو رات کو ہی تم مجھے ان کی ہلاکت کی خبر دے دیتے۔ مگر تم۔ ہونہ۔ اب دن کے دس سے زیادہ وقت ہو رہا ہے اور تم اب مجھے فون کر رہے ہو اور وہ بھی ناکامی کی خبر دینے کے لئے۔ نائنس۔“ — کرنل یادو نے

اور دوبارہ اپنے آفس میں آ گیا۔
اس کا سیل فون اس کے پاس ہی تھا۔ اگر رمیش کو کوئی کامیابی ملی ہوتی تو وہ رات کو ہی اسے مطلع کر چکا ہوتا۔ لیکن اس کے سیل فون پر رمیش کی کوئی مس کال بھی نہیں تھی۔

”ہونہ۔ آخر یہ رمیش کیا کرتا پھر رہا ہے۔ اتنے بڑے گروپ کے ساتھ وہ گنتی کے چند افراد بھی نہیں ڈھونڈ سکا اب تک۔“ — اس نے غصے اور پریشانی سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ ابھی رمیش کو کال کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک اس کے سیل فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر دیکھا سکرین پر رمیش کا نام فلیش ہو رہا تھا۔

”یس رمیش۔ کچھ پتہ چلا ان کا۔“ — کرنل یادو نے اس کی کال انڈ کرتے ہوئے تیز اور بے تاب انداز میں کہا۔

”آپ کا اندازہ درست تھا کرنل۔ ان لوگوں نے واقعی کٹاؤ کی جھاڑیوں پر سفر کیا تھا۔ نزدیک سے دیکھنے پر مجھے معلوم ہو گیا کہ چند افراد جھاڑیوں کو پکڑتے ہوئے آسون شہر کی طرف گئے ہیں۔ میں نے ان کی تلاش میں دور تک چیک کیا۔ آسون شہر کے وسط میں کرنام کے علاقے میں ایسے نشانات پائے گئے ہیں جیسے وہاں کٹاؤ سے کچھ افراد باہر آئے ہوں اور پھر وہ وہاں سے نکل گئے ہوں۔“ — دوسری طرف سے رمیش نے پریشان اور خوف بھرے لہجے میں کہا تو کرنل یادو کا چہرہ یکھٹ غصے سے سرخ ہو گیا۔

کہا۔ اس کا چہرہ غیض و غضب سے بگڑا ہوا تھا۔ جیسے اس کا بس نہ چل رہا ہو کہ رمیش اس کے سامنے آجائے تو وہ اسے فوراً گولی سے اڑا دے۔

”مم۔ میں اس علاقے کا جائزہ لے رہا تھا سر جہاں سے وہ کٹاؤ سے باہر آئے تھے۔“ رمیش نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

”ہونہ۔ اب وہاں تمہیں کیا ملے گا۔ وہ نجانے اب تک کہاں سے کہاں نکل گئے ہوں گے۔“ کرنل یادو نے غرا کر کہا۔

”اس جگہ پر مجھے ٹی پی فائیو ویگن کے ٹائروں کے نشانات ملے ہیں سر اور ٹی پی فائیو ویگن جدید ماڈل اور نئی کمپنی کی ویگن ہے جو حال میں ہی کافرستان میں متعارف کرائی گئی ہے۔ یہ ویگن اعلیٰ سپینشن اور سبک رفتار ہونے کے ساتھ ساتھ بہت قیمتی ویگن ہے جسے عام آدمی کسی بھی طرح افورڈ نہیں کر سکتا۔ آسون جیسے چھوٹے شہر میں ایسی ویگنوں کی تعداد بے حد کم ہے۔ میں نے اپنے آدمیوں کو شہر میں چاروں طرف پھیلا دیا ہے۔ ابتدائی رپورٹ کے مطابق اس ویگن کو آسون کے جنوبی علاقے کی طرف جاتے دیکھا گیا تھا۔ میرے آدمی وہاں پہنچ کر اگر اس ویگن کو ٹریس کر لیں تو ان کے بارے میں آسانی سے پتہ چل جائے گا۔“ دوسری طرف سے رمیش نے کہا۔

”ہونہ۔ جو بھی ہو۔ انہیں ہر حال میں اور ہر جگہ تلاش کرو۔ ٹی پی فائیو ویگن کی تلاش کے ساتھ ساتھ اپنے آدمیوں کو ریلوے سٹیشن، بس

تمام ہوٹلوں کی چیکنگ کے لئے بھیج دو۔ ہو سکتا ہے انہوں نے کہیں سے چوری کی ہو اور اسے کسی جگہ چھوڑ کر کسی اور طرف بے ہوں۔“ کرنل یادو نے کہا۔

وہ چوری کی ویگن کیسے ہو سکتی ہے سر۔ اتنی قیمتی ویگن۔“ دوسری طرف سے رمیش نے کہنا چاہا۔

”احقانہ باتیں مت کرو رمیش۔ تمہارا کیا خیال ہے عمران اور اس بے ساتھی ٹی پی فائیو ویگن کو ماچس کی ڈبیہ بنا کر اپنی جیب میں رکھ کر ماتھ لائے ہوں گے۔ ان کا یقیناً کوئی آدمی ویگن لایا ہو گا۔ اور ایسے لوگ آسانی سے نظروں میں آنے والی گاڑیوں کا استعمال نہیں کرتے۔ ٹی پی فائیو ویگن کو جان بوجھ کر اس طرف لایا گیا ہو گا تاکہ وہ ہمیں کسی طرح سے ڈاج دے سکیں۔ دیکھ لینا وہ ویگن تمہیں کسی خالی سڑک پر کھڑی ملے گی۔“ کرنل یادو نے کہا۔

”اوہ۔ یس سر۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو۔“ دوسری طرف سے رمیش نے کہا۔

”ہانسس۔ کبھی اپنے دماغ سے بھی سوچ لیا کرو۔“ کرنل یادو نے منہ بنا کر کہا۔ اس سے پہلے کہ رمیش کچھ اور کہتا اچانک کرنل یادو کے میز پر پڑے ہوئے سرخ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ سرخ فون کی گھنٹی بجتے دیکھ کر کرنل یادو کا رنگ متغیر ہو گیا۔ شاگل اسے کال کر رہا تھا اور اسے یقیناً آئندہ اطلاع دے دی ہوگی کہ عمران اور اس کے ساتھی سورج نگر سے نکل چکے ہیں۔ جن کی وہ یادو کو اطلاع دے چکا

تھا اور اب شاگل یقینی طور پر اس سے پوچھنا چاہتا ہوگا کہ اس نے ان خطرناک ایجنٹوں کا خاتمہ کیا ہے یا نہیں۔

”چیف کی کال آرہی ہے۔ تم اپنا کام جاری رکھو۔ میں تم سے بعد میں بات کروں گا۔“ — کرنل یادو نے رئیس سے کہا اور دوسری طرف سے جواب سنے بغیر اس نے فون کا بٹن پریس کر کے اسے آف کر دیا۔

”اوہ۔ اب میں چیف کو کیا بتاؤں گا کہ میرے آدمیوں کی غفلت سے وہ لوگ نکل گئے ہیں۔“ — کرنل یادو نے پریشانی کے عالم میں سوچا۔ اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔ وہ شاگل کو بخوبی جانتا تھا۔ ناکامی کی خبر سن کر اس نے غصے سے پھٹ پڑنا تھا اور کرنل یادو شاگل کے غصے سے بے حد ڈرتا تھا۔ فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی مگر کرنل یادو میں رسیور اٹھانے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔ لیکن اگر وہ فون اٹھ نہ کرتا تو شاگل اس کے سیل فون پر کال کر دیتا یا پھر وہ خود وہیں آ جاتا۔ اور اگر وہ کرنل یادو کے پاس آ گیا تو وہ غصے کا پاگل انسان ناکامی کا سن کر اسے سچ مچ اپنے ہاتھوں سے گولی مار دے گا۔ اس نے ہاتھ بڑھایا اور کانپتے ہاتھوں سے رسیور اٹھا لیا۔

”لیس چیف۔ کرنل یادو سپیکنگ۔“ — اس نے رسیور کان سے لگاتے ہوئے خود کو سنبھال کر کہا۔

”میں کب سے کال کر رہا ہوں۔ تم فون کیوں اٹھ نہیں کر رہے

۔“ — دوسری طرف سے شاگل کی دھاڑتی ہوئی آواز آئی۔

وردی چیف۔ میں ابھی ابھی آفس میں آیا ہوں۔ آفس میں سے پہلے فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔“ — کرنل یادو نے اپنے دل خود اعتمادی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔ اتنی دیر سے آفس کیوں آئے ہو۔ کہاں تھے۔ کیا کر رہے تھے تم۔“ — شاگل نے اسی طرح غصے کی شدت سے چیختے ہوئے کہا۔

”میں رات دیر تک جاگتا رہا تھا چیف۔ اس لئے دیر ہو گئی۔“ — کرنل یادو نے کہا۔

”کیوں جاگ رہے تھے۔ کیا کر رہے تھے تم۔ اور تم نے ابھی تک ان پاكيشاني ایجنٹوں کی رپورٹ کیوں نہیں دی۔ کیا کیا ہے تم نے کیا کیا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے آئند کی کال آئی تھی۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی راتوں رات وہاں سے نکل گئے تھے اور انہوں نے تمہیں فوری طور پر ان کے نکلنے کی اطلاع بھی دے دی تھی۔“ — دوسری طرف سے شاگل نے اسی انداز میں کہا۔

”یہ غلط ہے چیف۔ آئند نے مجھے بر وقت اطلاع نہیں دی تھی۔“ — کرنل یادو نے جلدی سے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم۔“ — دوسری طرف سے شاگل نے جیسے بری طرح سے چوکتے ہوئے کہا۔

میں نے آپ کی کال ملتے ہی زیر اسکوڈ کو ان پہاڑی علاقوں کی طرف فوری طور پر روانہ کر دیا تھا۔ وہ ان پہاڑی علاقوں سے کافی فاصلے پر تھے۔ اس علاقے تک پہنچتے پہنچتے انہیں کم از کم چار سے پانچ گھنٹوں کا وقت درکار تھا۔ آئندہ مجھے کال کر کے پاکیشیائی ایجنٹوں کے سورج نگر سے نکلنے کی اطلاع دی۔ میرے آدمی تیز رفتاری سے چار گھنٹوں سے قبل اس پہاڑی علاقے میں پہنچ گئے تھے۔ آئندہ مجھے جن دو جیپوں کے بارے میں انفارمیشن دی تھی وہ جیپیں سکس زون کے میدان تک پہنچ چکی تھیں۔ وہاں جیپیں خالی ملی تھیں۔ میرے ساتھی ریش نے مجھے بتایا ہے کہ ان جیپوں سے کچھ فاصلے پر کسی ہیلی کاپٹر کے پیڈز کے نشانات تھے۔ وہ ان جیپوں سے میدانی علاقے میں آ کر ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی کسی ہیلی کاپٹر سے وہاں سے نکل گئے تھے۔ اگر آئندہ مجھے صرف ایک گھنٹہ پہلے اطلاع دے دیتا تو ریش گن شپ اور سرچ لائنس والے ہیلی کاپٹر لے کر وہاں پہنچ جاتا۔ لیکن میرے آدمیوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔“

کرٹل یادو نے بات بناتے ہوئے کہا۔
”وہ نکل گئے ہیں۔ اوہ۔ بیڈ نیوز۔ ذیری بیڈ نیوز۔ وہ تمہارے گروپ کے ہوتے ہوئے بھی وہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اس سے بری خبر میرے لئے اور کیا ہو سکتی ہے۔“ دوسری طرف سے شاگل کی تھر تھراتی ہوئی آواز سنائی دی۔
”میں نے اپنے آدمیوں کو چاروں طرف پھیلا دیا ہے چیف۔

میں نے آپ کی کال ملتے ہی زیر اسکوڈ کو ان پہاڑی علاقوں کی طرف فوری طور پر روانہ کر دیا تھا۔ وہ ان پہاڑی علاقوں سے کافی فاصلے پر تھے۔ اس علاقے تک پہنچتے پہنچتے انہیں کم از کم چار سے پانچ گھنٹوں کا وقت درکار تھا۔ آئندہ مجھے کال کر کے پاکیشیائی ایجنٹوں کے سورج نگر سے نکلنے کی اطلاع دی۔ میرے آدمی تیز رفتاری سے چار گھنٹوں سے قبل اس پہاڑی علاقے میں پہنچ گئے تھے۔ آئندہ مجھے جن دو جیپوں کے بارے میں انفارمیشن دی تھی وہ جیپیں سکس زون کے میدان تک پہنچ چکی تھیں۔ وہاں جیپیں خالی ملی تھیں۔ میرے ساتھی ریش نے مجھے بتایا ہے کہ ان جیپوں سے کچھ فاصلے پر کسی ہیلی کاپٹر کے پیڈز کے نشانات تھے۔ وہ ان جیپوں سے میدانی علاقے میں آ کر ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی کسی ہیلی کاپٹر سے وہاں سے نکل گئے تھے۔ اگر آئندہ مجھے صرف ایک گھنٹہ پہلے اطلاع دے دیتا تو ریش گن شپ اور سرچ لائنس والے ہیلی کاپٹر لے کر وہاں پہنچ جاتا۔ لیکن میرے آدمیوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔“

کرٹل یادو نے بات بناتے ہوئے کہا۔
”وہ نکل گئے ہیں۔ اوہ۔ بیڈ نیوز۔ ذیری بیڈ نیوز۔ وہ تمہارے گروپ کے ہوتے ہوئے بھی وہاں سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اس سے بری خبر میرے لئے اور کیا ہو سکتی ہے۔“ دوسری طرف سے شاگل کی تھر تھراتی ہوئی آواز سنائی دی۔
”میں نے اپنے آدمیوں کو چاروں طرف پھیلا دیا ہے چیف۔

کہا اور کرنل یادو کو اپنے جسم سے جان سی نکلتی ہوئی محسوس ہونے
دوسری طرف سے شاگل نے غصے سے فون بند کر دیا تھا۔ مگر
یادو نے رسیور بدستور کان سے لگا رکھا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا
شاگل کا غضبناک لہجہ سن کر وہ خوف سے بت بن کر رہ گیا ہو۔

بھارتیوں سے لٹکتے ہوئے وہ مسلسل تین گھنٹوں کے سفر کے بعد
ایک جگہ سے باہر نکل آئے۔ اس سارے سفر نے ان کے
پہری طرح سے شل کر دیئے تھے۔

ملاؤ سے باہر آتے ہی عمران نے ایک بار پھر ٹرانسمیٹر پر ناٹران
تحت کی جو آدھے گھنٹے میں ایک جدید اور نئے ماڈل کی تیز رفتار ٹی
ویگن لے کر وہاں پہنچ گیا۔ وہ سب اس ویگن میں سوار ہوئے
ان انہیں وہاں سے نکالتا لے گیا۔ شہر کے ایک علاقے میں اس
ویگن کو چھوڑ دیا۔ وہاں اس کے چند ساتھی دوسری کاریں لے
کرے تھے۔ احتیاط کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے وہ دو دو کی
گروپوں میں سوار ہوئے اور پھر وہ کاریں مختلف راستوں
پر ہو گئیں۔ عمران اور ٹائیگر ناٹران کے ساتھ تھے۔ ناٹران تیز
سے کار دوڑاتا ہوا انہیں آسون شہر سے نکال کر دوسرے شہر میں

برا خیال ہے ناثران آیا ہے۔“ ٹائیگر نے کہا۔

اس کے علاوہ یہاں اور کون آ سکتا ہے۔ جاؤ۔ دیکھو جا کر۔“
 ن نے کہا تو ٹائیگر اٹھا اور کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکلتا چلا گیا۔
 لمحوں بعد وہ ناثران کے ساتھ اندر آ گیا۔ ناثران نے عمران کو سلام
 کیا اور عمران کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کوئی خبر لائے ہو یا صرف یہ دیکھنے آئے ہو کہ میں آرام کرتا ہوں
 کیسا دکھائی دیتا ہوں۔“ عمران نے جھلائے ہوئے لہجے میں
 ناثران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو ناثران بے اختیار مسکرا دیا۔
 ”میں آپ کے لئے ایک اہم خبر لایا ہوں عمران صاحب۔“ ناثران
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”خبر ٹھنڈی ہے یا گرم۔“ عمران نے کہا۔

”ٹھنڈی گرم۔ میں سمجھا نہیں۔“ ناثران نے حیران ہوتے
 ہوئے کہا۔

”یار۔ پتہ نہیں تم کتنی دور سے آرہے ہو۔ آئے ہو تو لازماً چائے
 کافی پی کر ہی جاؤ گے۔ اب یہ تم پر ہی منحصر ہے کہ تمہارے پاس کولڈ
 نیوز ہے یا ہاٹ۔ کولڈ نیوز پر کولڈ کافی اور ہاٹ نیوز پر ہاٹ کافی۔“
 عمران نے باقاعدہ تشریح کرتے ہوئے کہا تو ناثران اس کا یہ خوبصورت
 فقرہ سن کر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ ٹائیگر بھی مسکرا دیا تھا۔

”پھر تو میں ہاٹ کافی پیوں گا۔“ ناثران عمران کے فقرے
 پر دل ہی دل میں پوری طرح سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

لے گیا۔ اس شہر میں آ کر اس نے پھر کار بدل لی تھی اور پھر ایک
 پر آ کر اس نے ان دونوں کو ایک پرائیویٹ رہائش گاہ میں پہنچا
 جہاں وقفے وقفے بعد دوسری کاریں آتی گئیں اور عمران کے باقی
 بھی وہاں پہنچ گئے۔ اس رہائش گاہ میں انہوں نے سب سے پہلے
 میک اپ تبدیل کئے اور اپنے اپنے کمروں میں آرام کرنے چلے
 طویل اور تھکا دینے والے سفر نے انہیں آرام کرنے پر مجبور کر دیا تھا
 اگلے روز جاگ کر وہ ناشتہ کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ با
 وہاں آ گیا۔ اس نے ایک بار پر ان سب کو ساتھ لیا اور ایئر پورٹ
 آ گیا۔ ایئر پورٹ آتے ہی وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے
 انہوں نے الگ الگ شہروں کا سفر کیا اور پھر آخر میں وہ سب ایک
 پھر دارالحکومت میں ایک خفیہ رہائش گاہ میں پہنچ گئے۔ ان تمام راہ
 پر سفر کے دوران وہ بار بار میک اپ بدل رہے تھے اور عمران نے
 سب کو ایسے میک اپ کرنے کی ہدایات دے رکھی تھیں کہ ان کے
 اپ کسی بھی کیمرے کی آنکھ سے ظاہر نہ ہو سکیں۔

دارالحکومت کی خفیہ رہائش گاہ میں بھی انہوں نے محض ایک
 آرام کیا۔ اور پھر عمران نے انہیں فوری طور پر ساماگا جنگل کے مش
 طرف روانہ کر دیا جبکہ وہ خود ٹائیگر کے ساتھ وہیں رک گیا تھا۔
 عمران آرام کرسی پر نیم دراز تھا جبکہ ٹائیگر اس کے سامنے
 کرسی پر بیٹھا تھا کہ اچانک کال بیل بجی تو عمران چونک کر سنا
 گیا۔

ایا جاسکتا ہے۔“ ناثران نے کہا۔

”نئے کرنل سے تمہاری کیا مراد ہے۔“ عمران نے حیران ہو کر کہا۔

”کرنل یادو کا تعلق ملٹری سیکرٹ سروس سے تھا۔ لیکن پھر اسے شاگل نے وہاں سے اٹھا کر اپنی سیکرٹ سروس میں شامل کر لیا اور اس کا ایک الگ اسکواڈ بنا دیا۔ جسے زیرو اسکواڈ کا نام دیا گیا ہے۔ زیرو اسکواڈ شاگل کے لئے ریزرو فورس کے طور پر کام کرتا ہے اور شاگل نے اسے ایسے اختیارات دے رکھے ہیں کہ وہ کافرستان میں ہر جگہ کارروائی کر سکتا ہے۔ جس کی گرفت سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔“ ناثران نے کہا۔

”لیکن یہ کرنل مہادیو ملے گا کہاں۔ کیا اس سے فون پر بات ہو سکتی ہے۔“ عمران نے کہا۔ اسی لمحے ٹائیگر ان کے لئے کافی لے آیا اور اس نے مگ ان کے سامنے میز پر رکھ دیئے۔

”اس کا کوئی ایک مستقل ٹھکانہ نہیں ہے۔ سنا ہے اس نے کافرستان کے ہر بڑے چھوٹے شہروں میں اپنے سب ہیڈ کوارٹرز بنا رکھے ہیں۔ اس کے مین ہیڈ کوارٹر کا کسی کو بھی علم نہیں ہے۔“ ناثران نے کہا۔

”پھر اس تک رسائی کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔“ عمران نے مگ اٹھا کر کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا۔

”یہاں ایک کلب ہے۔ اس کا نام وائٹ کلب ہے۔ کلب کا

”ٹائیگر۔ جاؤ۔ میرے لئے ایک ہاٹ کافی بنا لاؤ۔“ عمران نے کہا۔

”صرف ایک۔ کیا آپ میرے لئے کافی نہیں منگوائیں گے۔“ ناثران نے حیران ہو کر کہا۔

”تمہارے پاس ہاٹ نیوز ہے۔ ہاٹ کافی پی کر کیا کرو گے۔ میں تو کہتا ہوں اسی سے کام چلا لو۔ ہاٹ پلس ہاٹ بہت زیادہ ہاٹ ہو جاتا ہے۔“ عمران نے کہا تو ناثران ایک بار پھر قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

”چلیں۔ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔ بہر حال مجھے کرنل تریپاٹھی تک پہنچنے کا ایک راستہ مل گیا ہے۔“ ناثران نے کہا۔

”راستہ۔ کیا مطلب۔ کیا کرنل تریپاٹھی کسی سڑک پر کھڑا ملے گا۔“

عمران نے کہا اور ناثران پھر ہنس دیا۔ عمران نے اشارے سے ٹائیگر کو کافی لانے بھیج دیا تھا۔

”میں نے ایک لڑکی کا پتہ چلایا ہے جس کا نام کایا ہے جو پہلے فوج میں تھی اور آج کل ایک نئے کرنل کی پرسنل سیکرٹری ہے۔ وہ اس سے بہت زیادہ خوش ہے۔ اس کے مطابق وہ کرنل جس کا نام کرنل یادو ہے اکثر کرنل تریپاٹھی سے فون پر باتیں کرتا رہتا ہے اور اس نے ایک دو بار اس سے ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا نام بھی سنا تھا۔ میرے گروپ میں ایک لیڈی ایجنٹ ہے شکلیا۔ وہ کایا کی سہیلی ہے۔ اس کے کہنے کے مطابق اگر کرنل یادو پر ہاتھ ڈالا جائے تو ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے چیف کا پتہ

ماحول بے حد آزاد اور ماڈرن ہے۔ اس کلب میں کسی کے داخلے کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ سنا ہے کہ یہ کلب کرنل یادو کا ذاتی کلب ہے اور کرنل ترپاشی بھی اس کلب میں آتا جاتا ہے مگر ظاہر ہے اس کے لئے وہاں کوئی مخصوص کمرہ ہی ہو گا۔“ ناٹران نے کہا۔

”گڈ۔ پھر تو ہمیں وہاں ضرور جانا چاہئے۔ کلب کا منیجر کون ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے ذریعے ہمارا کرنل یادو یا کرنل ترپاشی سے رابطہ ہو جائے۔“ عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”منیجر۔ اس کا نام رام دیر ہے۔ اور عمران صاحب وہ انتہائی سخت گیر اور کافرستان کا مشہور بدمعاش ہے۔ وہ اس قدر سفاک ہے کہ لوگ اسے جلاد کہتے ہیں۔ وہ کلب میں تو مداخلت نہیں کرتا۔ لیکن کرنل یادو اپنے دشمنوں سے بچنے کے لئے اسے ہی استعمال کرتا ہے۔ یہاں کے بدمعاش تو اس کے نام سے ہی خوف سے کانپتے ہیں۔ اس نے غنڈوں کی ایسی فوج پال رکھی ہے جو اس کی طرح ہر وقت مرنے مارنے پر آمادہ رہتے ہیں۔“ ناٹران نے کہا۔

”پھر تو ایسے انسان سے ملنے کا زیادہ لطف آئے گا۔ ویسے بھی ٹائیگر کو ہاتھ پیر ہلائے کافی دیر ہو چکی ہے۔ اسی بہانے یہ اپنے ہاتھ پیر بھی کھول لے گا اور میں بھی ایک دو کو چپتیں لگا کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لوں گا۔“ عمران نے کافی کا آخری گھونٹ بھر کر خالی گک میز پر رکھ کر اٹھتے ہوئے کہا اور ناٹران بھی سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ دونوں ناٹران کی کار میں بیٹھے خفیہ رہائش گاہ

سے باہر نکل رہے تھے۔ عمران ناٹران کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا جبکہ ٹائیگر پیچھے تھا۔ ناٹران بڑے مطمئن انداز میں کار چلاتا ہوا اسے مین سڑک پر لے آیا۔ مختلف سڑکوں پر سے گزرتے ہوئے وہ ایک کمرشل ایریے سے ہٹ کر ایک قدرے خاموش اور پرسکون علاقے میں آ گئے اور پھر ناٹران نے کار ایک بڑی سی عمارت کے کپاؤنڈ گیٹ میں موڑ دی۔ گیٹ پر وائٹ کلب کا بورڈ آویزاں تھا۔ کپاؤنڈ میں بے شمار گاڑیاں موجود تھیں۔ عمران نے دیکھا وہاں غنڈوں اور بدمعاش ٹائپ لوگوں کے ساتھ ساتھ ماڈرن قسم کے لوگ بھی آ جا رہے تھے۔

وہ کار سے اترے اور پھر کپاؤنڈ سے نکل کر کلب کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کلب کے ہال میں واقعی بے پناہ رونق تھی۔ ہر طرف رنگ برنگے اسکرٹس کی جیسے بہار آئی ہوئی تھی اور ناٹران نے غلط نہیں بتایا تھا وہاں واقعی ماڈرن اور آزاد خیال طبقے کے افراد موجود تھے۔ ہال میں تقریباً دس مشین گنوں سے مسلح افراد دیواروں سے پشت لگائے خاموش کھڑے تھے۔

”یہ رام دیر کے آدمی ہیں۔ یہاں اگر کوئی جھگڑا کرنے کی کوشش کرے تو یہ اسے ایک لمحے میں گولیوں سے چھلنی کر دیتے ہیں۔“ ناٹران نے ان مسلح افراد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔

”یہ تو جنرل ہال معلوم ہوتا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ یہاں نیچے بھی تہہ خانے ہیں۔ جہاں ہر قسم کی آزادی ہے۔ اخلاق، مذہب اور قانون صرف اسی ہال تک ہی محدود ہے۔“

ناثران نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

”تو پھر تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ وہاں چلو جہاں ہمیں بھی آزادی نصیب ہو۔“ — عمران نے مسکرا کر کہا۔

”وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہیں کسی سے پوچھ لیتے ہیں۔ رام ویر اوپر ہی اپنے کسی مخصوص دفتر میں ہوگا۔“ — ناثران نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور وہ سیدھے کاؤنٹر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی موجود تھی۔

”سنو لڑکی۔ رام ویر سے کہو کہ ایکریمیا سے فراسک کا بلیک ڈان اس سے ملنے آیا ہے۔“ — عمران نے اس لڑکی کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

”سوری مسٹر۔ باس کسی سے نہیں ملتا۔“ — لڑکی نے انتہائی سرد مہری سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا وہ یہاں موجود ہے۔“ — عمران نے پوچھا۔
”ہاں۔ وہ اپنے مخصوص دفتر میں ہی ہے اور اسے ڈسٹرب نہیں کیا جاسکتا۔“ — لڑکی نے کہا۔

”میری اس سے بات کراؤ۔“ — عمران نے یکنخت انتہائی سرد لہجے میں کہا تو لڑکی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”کیا مطلب۔ جب میں نے کہا ہے کہ اسے ڈسٹرب نہیں کیا جاسکتا تو۔“ — لڑکی نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر کاؤنٹر پڑی شراب ایک بوتل اٹھائی اور پھر اس سے پہلے کہ

ڈنٹر گرل کچھ سمجھتی عمران نے بوتل پوری قوت سے اس کے عقب میں جود شراب کی بوتلوں کے ریک پر مار دی۔ چھناکے سے ریک میں ہی کئی بوتلیں ٹوٹ کر گر پڑیں۔

”بلاؤ۔ اس رام ویر کو۔ بلاؤ۔ ابھی اور اسی وقت۔ ورنہ میں یہ سارا کلب تباہ کر دوں گا۔“ — عمران نے اونچی آواز میں دہاڑتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک اور بوتل اٹھا کر فرش پر دے ماری۔ بوتلوں کے ٹوٹنے اور عمران کی دہاڑ سے پورے ہال میں جیسے سکوت مرگ کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ جو لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے وہ بے اختیار اپنی اپنی کرسیوں پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ہال میں شراب سرو کرنے والی لڑکیاں بھی اپنی جگہوں پر ساکت ہو گئی تھیں۔ ان کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے انہیں یقین ہی نہ آ رہا ہو کہ کوئی وائٹ کلب میں ایسی بھی حرکت کر سکتا ہے اور اتنی اونچی آواز میں دہاڑ سکتا ہے۔ حتیٰ کہ دیواروں کے پاس کھڑے مسلح افراد بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس طرف دیکھ رہے تھے۔

”بلاؤ۔ رام ویر کو بلاؤ۔ جلدی۔“ — عمران نے ایک بار پھر دہاڑتے ہوئے کہا۔ اس بار اس کے بولنے سے جیسے ہال میں یکنخت قیامت سی آ گئی۔ مسلح افراد بجلی کی سی تیزی سے دوڑ کر اس طرف آ گئے۔

”کون ہو تم۔ کون ہو۔“ — ایک لمبے ترنگے آدمی نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔ وہ بائیں طرف سے چیختا ہوا عمران کی طرف

بڑھ رہا تھا۔

”تمہاری موت۔ خبردار جہاں ہو وہیں رک جاؤ۔ ورنہ چیر کر رکھ دوں گا۔“ — عمران نے اس سے بھی زیادہ غصیلے لہجے میں کہا اور لمبا تڑنگا آدمی دوڑتے دوڑتے یکتخت رک گیا۔ اس نے اچانک ہاتھ اٹھا کر اپنے پیچھے آنے والے مسلح افراد کو بھی روک لیا۔

”رک جاؤ۔ یہ یقیناً پاگل ہے۔ اسے میں اپنے ہاتھوں سے ہلاک کروں گا۔“ — لمبے تڑنگے آدمی نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

”کیا نام ہے تمہارا۔“ — عمران نے جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”میں شیکھر ہوں۔ شیکھر دادا۔ اور شیکھر دادا کی اس طرح توہین کرنے والا یقیناً پاگل ہی ہو سکتا ہے۔“ — لمبے تڑنگے آدمی نے غراتے ہوئے کہا۔

”دادا۔ ہونہ۔ شکل دیکھی ہے کبھی تم نے آئینے میں۔ تمہارا نام شیکھر دادا نہیں بلکہ چھمر دادا ہونا چاہیے۔ حقیر اور معمولی چھمر۔“ عمران نے کہا۔

”ت۔ تم۔ تم مجھے چھمر کہہ رہے ہو۔ شیکھر دادا کو۔ اوہ تم یقیناً پاگل ہو۔ بہت بڑے پاگل۔ تم جیسے حقیر کیڑوں کو تو میں اپنے پیروں میں کچل دیتا ہوں۔ جاؤ۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔ اگر مجھے غصہ آ گیا تو یہاں تمہاری لاش پھڑکتی نظر آئے گی۔“ — شیکھر دادا نے انتہائی تختیر آمیز لہجے میں کہا۔

”میں یہاں سے بھاگنے نہیں۔ تم جیسے حقیر کیڑوں کو کچلنے آیا۔“ — عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”تو پھر آؤ۔ آگے بڑھو۔“ — شیکھر دادا نے یکتخت غضبناک ہوتے ہوئے کہا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے مشین گن سیدھی کی مگر زبے ہی لمحے عمران کی ٹانگ چلی اور شیکھر دادا بری طرح سے چنٹا اٹھ کر گر گیا۔ اس کے ہاتھ میں موجود مشین گن فضا میں اچھلی جسے ان نے پلک جھپکنے سے بھی کم وقت میں ہوا میں ہی دبوچ لیا تھا اور اس سے پہلے کہ شیکھر دادا اٹھتا ہال میں ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ شیکھر دادا کی چیخوں کا جیسے طوفان سا آ گیا۔ عمران نے مشین گن پکڑتے ہی شیکھر دادا پر فائرنگ کر دی تھی۔ ادھر ناثران اور ٹائیگر نے بھی فوراً جیبوں سے اپنے مشین پستل نکال لئے تھے۔

”خبردار۔ اپنی گتیں پھینک دو۔ ورنہ یہاں لاشوں کے ڈھیر لگ جائیں گے۔“ — ٹائیگر نے وہاں موجود دوسرے مسلح افراد کی طرف دیکھتے ہوئے گرج کر کہا۔ یہ سب کچھ اس قدر تیزی سے اور اچانک ہوا تھا کہ کسی کو اپنی آنکھوں اور کانوں پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ ٹائیگر کی ہاڑ اس قدر خوفناک تھی کہ ان مسلح افراد کے ہاتھوں سے مشین گتیں خود بخود نکل کر نیچے جا گری تھیں۔ فرش پر شیکھر دادا چند لمحے تڑپ کر سہکتا ہو گیا تھا اور اس کے ارد گرد خون کا تالاب سا بنتا جا رہا تھا۔

”تم نے شیکھر دادا کو ہلاک کر کے اپنی موت یقینی بنالی ہے۔“ ایک اور محافظ نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے غرا کر کہا۔ عمران نے

آگرا۔ اسی لمحے عمران نے اپنے جسم کو رول بیک کرتے ہوئے اپنے دونوں گھٹنے جوڑ کر پوری قوت سے نوجوان کی کمر پر مار دیئے۔ وہ گھٹنوں کے بل اس قدر زور سے نوجوان کی کمر پر گرا تھا کہ نوجوان کی ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ساتھ اس کی کئی پسلیاں ٹوٹنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور نوجوان کے حلق سے نکلنے والی چیخ اس قدر تیز اور دلخراش تھی جس سے ہال میں موجود ہر آدمی کا دل بری طرح سے دہل اٹھا تھا۔

وہاں موجود ہر آدمی کی آنکھیں جیسے پھٹ پڑی تھیں۔ نوجوان کے خوفناک داؤ سے خود کو بچا کر عمران نے جس طرح اس پر جوابی وار کیا تھا۔ اس قدر حیرت انگیز اور خوفناک لڑاکا شاید انہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ سب ساکت ہو کر رہ گئے تھے۔ اور عمران کو عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

”کوئی اور ہے۔ جو میرے ہاتھوں مرنا چاہتا ہو۔“ عمران نے چھلانگ لگا کر نوجوان کی کمر سے اترتے ہوئے کہا۔ نوجوان تڑپ تڑپ کر ساکت ہو گیا تھا۔

”یہ کیا تماشہ ہو رہا ہے یہاں۔“ اچانک اوپر سے ایک دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی۔ دوسرے لمحے ایک بھاری بھر کم اور گینڈے جیسا انسان دھم دھم کرتا میڑھیاں اترتا ہوا نظر آیا۔ اس کے چہرے پر سفاکی اور خباثت جیسے مثبت ہو کر رہ گئی۔ اس کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں مگر ان میں خون کی سرخی بھری ہوئی تھی۔

مشین گن کا رخ اس کی طرف کر کے ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا۔ مشین گن کی تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ اس بولنے والے کی بھی چیخیں گونجیں اور وہ بھی لٹو کی طرح گھوم کر گرا اور تڑپتا ہوا ساکت ہو گیا۔

”اب اگر کسی نے رام دیر کو بلانے کے سوا کوئی اور بات کی تو اس کا بھی یہی حشر ہو گا۔“ عمران نے غرا کر کہا مگر ایک بھاری بھر کم اور مضبوط جسم کا مالک نوجوان آگے بڑھا اور اس کے سامنے آ گیا۔

”کون ہو تم پدی۔ آگے کیوں آئے ہو۔ کیا تمہارا بھی مرنے کا ارادہ ہے۔“ عمران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ مگر اس نوجوان نے عمران کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور پھر اچانک جیسے بجلی چمکتی ہے اسی طرح اس نوجوان نے چھلانگ لگائی اور توپ سے نکلے ہوئے گولی کی طرح عمران کی طرف بڑھا۔

یہ واقعی بے حد خوفناک داؤ تھا۔ وہ گھومتا ہوا عمران کی طرف آیا تھا اور وہ گھومتے ہوئے عین آخری لمحوں میں کوئی بھی داؤ استعمال کر سکتا تھا اور مقابل کو رولنگ پوزیشن میں آنے والے کے داؤ کا اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا تھا اور یقیناً وہ مار کھا جاتا تھا۔ مگر عمران بھلا اس غنڈے کے داؤ میں کیسے آ سکتا تھا۔ اسی لمحے جیسے ہی نوجوان فضا میں اچھل کر گھومتا ہوا عمران کی طرف آیا عمران نے ایک قدم آگے بڑھایا اور پھر عمران نے خود کو کمان کی طرح الٹی طرف جھکاتے ہوئے بائیں ہاتھ کا مکا نوجوان کی عین گردن پر مار دیا۔ نوجوان جھٹکا کھا کر چیختا ہوا قلابازی کھانے والے انداز میں گھوما اور پلٹ کر زور دار دھماکے سے

ہوں ٹانگیں جوڑ کر فرش پر گرتے ہوئے رام ویر کے چہرے پر
لوں کی ضرب لگا دی۔ رام ویر کا سر زور سے فرش سے ٹکرایا اور
حلق سے پہلے سے بھی زیادہ تیز اور خوفناک چیخ نکلی۔ ابھی اس
ختم ہوئی ہی تھی کہ اچانک فضا ریٹ ریٹ کی تیز آوازوں اور
افراد کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے گونج اٹھی۔ عمران کو رام
دیکھ کر مسخ افراد نے بھڑک کر گری ہوئی ٹانگیں اٹھانے
کی تھی۔ یہ دیکھ کر ٹائیگر اور ناٹران نے ان پر یلکھت فائرنگ
دی تھی اور مسلح افراد اپنے ہی خون میں نہاتے ہوئے اور لٹوؤں
پر گھومتے ہوئے گر گئے۔ اس کے ساتھ ہی پورے ہال میں
گڈڑی مچ گئی۔ جس کا جھڑپ سینگ سا رہا تھا بھاگ رہا تھا۔
اور ٹائیگر اس صورتحال سے بچنے کے لئے پہلے سے ہی تیار

اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ کسی گینڈے کی اولاد۔“ عمران نے
جھک کر رام ویر کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور اس بھاری بھر کم رام
ایک زور دار جھٹکا دے کر انتہائی حیرت انگیز طور پر ایک طرف
دیا۔ رام ویر کسی دیو کی طرح اڑتا ہوا کاؤنٹر سے زور دار دھماکے
ٹکرایا۔ پھر وہ جیسے ہی نیچے گرا عمران برق رفتاری سے اس کی
پڑھا۔ ایک لمحے کے لئے وہ رام ویر پر جھکا۔ دوسرے لمحے رام
بار پھر اس کے ہاتھوں میں اٹھتا ہوا نظر آیا۔ عمران نے اسے
ہاتھوں میں اٹھا کر سر سے بلند کیا اور پھر اس نے ہاتھ گھما کر رام

”تماشہ۔ ہاں واقعی یہاں تماشہ ہی ہو رہا ہے۔ آجاؤ۔ تم بھی
آجاؤ۔ اس تماشے میں تم جیسے جوکروں کی ہی کمی ہے۔ جلدی آؤ۔“
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ رام ویر ہے۔“ اچانک پیچھے کھڑے ناٹران نے عمران
سے مخاطب ہو کر کہا۔ آنے والا واقعی طاقتور اور ٹھوس جسم کا مالک تھا اور
وہ کسی دیو کی طرح پھیلا ہوا تھا۔

”کون ہو تم۔ کیوں آئے ہو یہاں اور یہ سب تم نے کیوں کیا
ہے۔“ رام ویر نے نیچے آ کر عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
اس کا لہجہ بے حد غضبناک تھا۔

”تم رام ویر ہو۔ اس کلب کے مینجر۔“ عمران نے یلکھت
انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ میں ہوں رام ویر۔“ رام ویر نے سرد لہجے میں کہا۔
اسی لمحے عمران نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن نیچے پھینک دی۔
ایک لمحے کے لئے رام ویر کی نظر اس گرتی ہوئی مشین گن پر پڑی۔
دوسرے لمحے جیسے اس پر یلکھت قیامت سی ٹوٹ پڑی۔ عمران نے
یلکھت اچھل کر دونوں ہاتھ فضا میں پھیلا کر اس پر چھلانگ لگا دی۔ اس
کے سر کی ٹکر رام ویر کے پھیلے ہوئے سینے پر پڑی تو رام ویر بری طرح
سے چیختا ہوا اچھل کر پشت کے بل ایک زور دار دھماکے سے نیچے جا
گرا۔ ٹائیگر نے پھرتی سے نیچے گری ہوئی مشین گن اٹھالی۔

عمران نے فضا میں ایک اور قلابازی کھائی اور اس نے گھومتے

ہو گیا تھا۔ پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ اس کا ہوتا چلا گیا۔

حیرت انگیز لڑاکے ہو۔ کون ہو۔ کون ہو تم۔“ — رام ویر
دار خلست خوردہ لہجے میں کہا۔

ایک سیدھا سادا اور عام انسان ہوں۔“ — عمران نے
ہٹے ہوئے کہا۔

عام انسان۔ نہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ تم عام انسان نہیں ہو سکتے۔
خاص طرح شکھر دادا کو موت کے گھاٹ اتارا ہے اور پھر تم نے
باز میں مجھے خلست دی ہے میں مر کر بھی یقین نہیں کر سکتا کہ تم
عام آدمی ہو۔“ — رام ویر نے کہا۔

مرضی سمجھو۔ میں ایکریمیا سے آیا ہوں اور میں بلیک ڈان
— عمران نے کہا اور اس کی بات سن کر رام ویر اچھل کر کئی
پہٹ گیا۔

ایک ڈان۔ ت۔ تم ایکریمیا کی ریاست فراسک کے مشہور بلیک
ہو۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ جب تک دس پندرہ
ن کو ہلاک کر کے ان کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگ لے صبح کا
کی نہیں کرتا۔“ — رام ویر نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

ہاں۔ وہی ہوں میں۔“ — عمران بے پرواہی سے کہا۔
اوہ۔ اوہ۔ تب تو میرے آدمیوں نے اور میں نے تمہیں نہ پہچان
ت بڑی غلطی کی ہے۔ سوری بلیک ڈان۔ آئی ایم ویری سوری۔

ویر کو ایک بار پھر پوری قوت سے نیچے ٹنچ دیا۔ رام ویر کے حلق
دلخراش چیخیں نکلیں اور وہ زمین پر یوں تڑپنے لگا جیسے اس کی فرش
نکرا کر ایک ایک ہڈی ٹوٹ گئی ہو۔

عمران نے آگے بڑھ کر اس کے جسم کو الٹایا اور اس کے دونوں
پکڑ کر اوپر اٹھادیئے اور اس نے اپنا پیر رام ویر کی گدی پر رکھ کر اس کی
ٹانگوں کو پیچھے کی طرف اس انداز میں موڑ دیا جیسے کمان مڑی ہو
ہے۔ رام ویر کا جسم بری طرح پھڑکنے لگا۔ وہ جس داؤ میں پھنسا ہوا تھا
اگر عمران زوردار جھٹکا دیتا تو اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جاتی یا پھر اس
کی گردن کی ہڈی۔

”مم۔ مم۔ مجھے چھوڑ دو۔ فار گاڈ سیک مجھے چھوڑ دو۔ کک کون
تم۔ چھوڑ دو مجھے۔ ورنہ میں مر جاؤں گا۔“ — رام ویر نے برکی
طرح گھگھیاتے ہوئے کہا۔

”چھوڑ دوں گا۔ مگر تمہیں پہلے یہ حقیقت تسلیم کرنی ہوگی کہ تم ایک
حقیر کیڑے اور چمھر کی اولاد ہو۔“ — عمران نے کہا۔

”ہاں۔ ہاں۔ میں حقیر کیڑا ہوں۔ میں چمھر کی اولاد ہوں۔ مم
میں۔ میں۔“ — رام ویر نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

”بس ٹھیک ہے۔ اور اب اپنی اس حقیقت سے انکار مت کرنا ورنہ
اس سے بھی برا حال کروں گا۔“ — عمران نے اس کی گردن سے
پیر ہٹا کر اس کی ٹانگیں چھوڑتے ہوئے کہا۔ اور ایک طرف ہٹ گیا۔
رام ویر زمین پر پڑا چند لمحے بری طرح سے ہانپتا رہا۔ اس کا چہرہ برکی

اتر کر وہ نیچے آیا تھا۔ ہال میں اب تک مکمل سکوت تھا۔ بھاگنے لے بھاگ گئے تھے۔ ویٹرس اپنی جگہوں پر ساکت کھڑی تھیں اور مسلح افراد کی لاشیں اسی طرح فرش پر پڑی تھیں۔ اس نے ان پر کوئی توجہ نہ دی تھی۔ وہ دھم دھم سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ عمران نے ناثران اور ٹائیگر کو اشارہ کیا تو وہ بھی اس کے ساتھ سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ رام ویر انہیں ایک بڑے سے کمرے میں لے آیا جو دفتر کے انداز میں انتہائی قیمتی ساز و سامان سے مزین تھا۔

”آؤ۔ آؤ۔ بیٹھو۔ بولو۔ کیا پیو گے۔ یہاں ایک سے بڑھ کر ایک اور اعلیٰ سے اعلیٰ اور نایاب ترین شراب موجود ہے۔“ — رام ویر نے انہیں صوفے کی طرف بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور خود دائیں طرف رکھی شراب کی ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔

”نہیں۔ میں اور میرے ساتھی کراس وڈ پیتے ہیں اور کراس وڈ صرف اکیمریمیا میں میرے ہی کلب میں پائی جاتی ہے جو سو سالہ پرانی شراب ہے اور ایسی پرانی اور نایاب شراب پینے والے دوسری کسی شراب کو ہاتھ تک نہیں لگاتے۔“ — عمران نے کہا۔

”کراس وڈ۔ اوہ۔ یہاں تو ایسی کسی شراب کا نام بھی سننے کو نہیں آیا۔“ — رام ویر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”میں نے کہا نا۔ یہ شراب صرف بلیک ڈان کے کلب میں ہے اور دنیا کے کسی خطے میں نہیں پائی جاتی۔ تم یہ سب چھوڑو۔ میں تم سے چند ضروری باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔ بیٹھو۔ اور آرام سے میری باتوں کا

میرے آدمیوں نے اور میں نے تم سے جو بدتمیزی کی تھی اس کے میں تم سے بے حد شرمندہ ہوں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں آ رہے ہو تو میں خود ایئر پورٹ تمہیں لینے آتا۔ تمہارے راستے میں پھولوں پتیوں کا قالین بچھا دیتا۔ مجھے معاف کر دو۔ یہ میرے کلب کی شان ہے کہ تم جیسا عظیم انسان خود یہاں چل کر آیا ہے۔ میں تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہوئے فخر محسوس کروں گا۔ بے حد فخر۔“ رام ویر نے اس کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

عمران نے مسکرا کر اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ ایسے بد معاشوں غنڈوں کی تفصیلات سے بخوبی آگاہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ رام ویر غنڈے آسانی سے کسی سے نہیں ملتے تھے اور انہیں راہ راست پر لانے کے لئے کھڑاک کرنا ضروری ہوتا تھا اور یہ عمران کا کھڑاک ہی تھا۔ سے رام ویر جیسا جلا و صفت انسان بھی اس کے سامنے بچھا جا رہا تھا۔ عمران اس کے لہجے میں خلوص صاف محسوس کر رہا تھا۔ اسے یقین کہ اس نے جو کچھ کہا ہے اور جس بلیک ڈان کے طور پر اس نے اپنا تعارف کرایا ہے وہ اس سے منافقت نہیں کرے گا۔

”تم بھی بہادر اور طاقتور انسان ہو اور میں بہادر اور طاقتور انسانوں کی قدر کرتا ہوں۔“ — عمران نے کہا تو اس کی بات سن کر رام کے چہرے پر لیکھت مسرت کی آبرہ بننے لگی۔

”آؤ۔ میرے ساتھ آؤ۔ میرے دفتر میں چل کر بیٹھتے ہیں۔“ — ویر نے کہا اور پھر تیزی سے ان سیڑھیوں کی طرف مڑ کر بڑھ گیا۔

”میں نے تمہیں دوست کہا ہے بلیک ڈان۔ اور رام ویر جسے ایک دست بنا لیتا ہے اس کے لئے جان تک بچھا کر دیتا ہے۔ کرنل سی جس ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا چیف ہے اس کے بارے میں کبھی زبان نہیں کھول سکتا تھا۔ مگر بہر حال یہ درست ہے۔“ — رام نے کہا۔

”گڈ۔ کیا تم میری اس سے ملاقات کرا سکتے ہو۔“ — عمران نے کہا۔

”نہیں۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ کافرستان کی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا چیف ہے۔ وہ کیا کرتا ہے۔ اس کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے۔ اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔“ — رام ویر نے کہا۔ عمران نے اس کے لہجے سے اندازہ لگایا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔

”اس کا کوئی فون نمبر۔ کوئی ٹرانسمیٹر فریکوئنسی تو ہوگی تمہارے پاس۔“ — عمران نے کہا۔

”پہلے بتاؤ معاملہ کیا ہے۔ مجھ پر یقین رکھو۔ میں تمہارے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کروں گا۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو سکا۔ میں تمہاری مدد بھی کروں گا۔“ — رام ویر نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہاری مدد میرے لئے یہی بہت ہوگی۔ اگر تم مجھے اس کا کوئی بر دے دو۔“ — عمران نے کہا۔ اس سے پہلے کہ رام ویر کوئی

جواب دو۔“ — عمران نے سنجیدگی سے کہا تو رام ویر اثبات میں سر ہلا کر ان کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”بولو بلیک ڈان۔ مجھے تمہارے سوالوں کا جواب دے کر خوشی ہو گی۔“ — رام ویر نے کہا۔

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ کلب کسی کرنل ترپاشی کا ہے۔ کیا یہ سچ ہے۔“ — عمران نے اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میں اس کلب کا مینیجر ہوں۔ اس کا مالک کرنل ترپاشی ہی ہے۔ کیوں تم کیوں پوچھ رہے ہو۔“ — رام ویر نے چونک کر کہا۔

”یہ کرنل ترپاشی وہی ہے نا۔ جسے حال ہی میں کافرستان کی ایک خفیہ ایجنسی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا چیف نامزد کیا گیا ہے۔“ — عمران نے کہا اور رام ویر بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ تو میرا خیال ٹھیک تھا۔ تم یہاں کسی خاص مقصد کے لئے آئے ہو۔“ — رام ویر نے چونک کر اچھلتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”تو پھر۔ تم کرنل ترپاشی کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو۔“

رام ویر نے اس کی طرف شک بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں تمہیں ساری بات بتا دوں گا۔ پہلے تم اس کی تصدیق کرو کہ میں جو کہہ رہا ہوں وہ ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ کرنل ترپاشی ہی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا چیف ہے۔“ — عمران نے کہا۔

مر پر مشین پمپل کا دستہ پوری قوت سے مار دیا تھا۔ ادھر ٹائیگر کے
ہات میں آتے ہی عمران نے بھی جھپٹ کر رام ویر کے ہاتھ سے
لے لیا تھا۔

”ہیلو۔ رام ویر میں یادو بول رہا ہوں۔“ دوسری طرف
سے ایک سرد آواز سنائی دی۔

”کیوں آئے ہو یہاں۔ اور تمہارے ساتھ مسلح افراد بھی موجود
ہیں۔ کیا مطلب ہوا اس بات کا۔“ عمران نے منہ سے رام ویر
کی آواز نکالتے ہوئے کہا۔

”رام ویر۔ وہ تینوں کہاں ہیں۔“ دوسری طرف سے یادو
نے کرخت لہجے میں کہا۔

”کون تینوں۔ کن کی بات کر رہے ہو۔“ عمران نے سرد
لہجے میں کہا۔

”وہی تینوں۔ جنہوں نے تمہارے کئی آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے
اور تمہیں بھی مقابلے میں شکست دی ہے۔ انہیں فوراً میرے حوالے کر
دو۔ تم نہیں جانتے وہ عام انسان نہیں ہیں۔ وہ بے حد خطرناک انسان
ہیں۔“ دوسری طرف سے یادو نے کہا۔

”میں ان کے بارے میں جانتا ہوں۔ تمہیں ان کے بارے میں
کس نے بتایا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”مجھے اسی کلب سے تمہارے کسی آدمی نے ہنگامے کی اطلاع دی
تھی۔ وہ میرا آدمی تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق آنے والے تربیت

جواب دیتا۔ اچانک میز پر پڑے ہوئے ایک فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”ایک منٹ۔ میں فون سن لوں۔“ رام ویر نے کہا اور اٹھا
کر میز کی طرف بڑھ گیا۔

”نہیں۔“ رام ویر نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے
غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”باس۔ مانسی بول رہی ہوں کاؤنٹر سے۔“ دوسری طرف
سے کاؤنٹر گرل کی آواز سنائی دی۔

”نہیں مانسی۔ کیوں کال کی ہے۔“ رام ویر نے کرخت لہجے
میں کہا۔

”باس۔ کاؤنٹر پر بے شمار مسلح افراد کے ساتھ کوئی مسٹر یادو موجود
ہیں۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔“ دوسری طرف سے
مانسی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یادو۔ مسلح افراد کے ساتھ یہاں آیا ہے۔ کیا مطلب۔“ رام ویر
نے چونک کر کہا اور یادو اور اس کے ساتھ مسلح افراد کے آنے کا سن کر
عمران اور ناٹران بری طرح سے چونک پڑے۔ عمران نے ٹائیگر کو آنکھ
سے مخصوص اشارہ کیا تو ٹائیگر سر ہلا کر فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ عمران بھی اٹھا
اور تیز تیز چلتا ہوا رام ویر کے قریب آ گیا۔ اس وقت تک ٹائیگر رام
ویر کے عقب میں آ گیا تھا۔ اس نے جیب سے مشین پمپل نکال لیا
تھا۔ اور پھر وہ عمران کے آگے آتے ہی بجلی کی سی تیزی سے رام ویر پر
جھپٹا۔ اس نے تیزی سے پیچھے سے رام ویر کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس

میں دھاڑتے ہوئے کہا۔

ہائمنس۔ ڈیم فوٹ۔ یادو کو دھمکیاں دے رہے ہو۔ تم نہیں
میتے میں کون ہوں۔ میں صرف پانچ منٹ تک انتظار کروں گا۔ اگر تم
میں کو لے کر نیچے نہ آئے تو میں تمہارا سارا کلب بھوں سے اڑا
لیں گا۔ دوسری طرف سے کرنل یادو نے غصے کی شدت سے
ٹپے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے فون بند کر دیا۔

”ٹائیگر ٹائٹل۔ کمرے کا دروازہ بند کر دو۔ اور یہاں سے نکلنے کا
دلی خفیہ راستہ تلاش کرو۔ ہمیں رام ویر کو لے کر فوراً یہاں سے نکلنا
پڑے گا۔ ہری اپ۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا تو ٹائٹل تیزی
سے دروازے کی طرف جھپٹا اور اس نے دروازہ بند کر کے اسے اندر
سے لاک لگا دیا۔ اور ٹائیگر تیزی سے دیواروں کی طرف بڑھ کر انہیں
ٹھونک بجا کر دیکھنے لگا۔ جبکہ عمران رام ویر کی میز کی طرف بڑھ گیا تھا
اور پھر وہ جلدی جلدی اس کے میز کی درازیں کھول کھول کر ان میں
موجود چیزیں نکالنے لگا۔

یافتہ اور خطرناک انسان ہیں۔ ہم ان دنوں چند پاکیشیائی ایجنٹوں کے
پیچھے ہیں اور ہمیں اطلاع دینے والے نے بتایا ہے کہ ان کے
قد و قامت انہی ایجنٹوں سے ملتے جلتے ہیں جن کی ہمیں تلاش ہے اور
وہ میک اپ میں ہیں۔“ یادو نے کہا۔

”غلط اطلاع دی ہے تمہارے آدمی نے۔ وہ اکیمریمیا سے آئے
ہیں اور وہ اکیمریمیا کی ریاست فرانسک کے بلیک ڈان کے آدمی ہیں۔
وہ میرے دفتر میں موجود ہیں۔ میری اکیمریمیا میں بلیک ڈان سے بات
ہوئی ہے اور اس نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ اس نے ان
تینوں کو میرے پاس بھیجا تھا۔ تم جاؤ۔ اگر وہ غلط یا خطرناک آدمی
ثابت ہوئے تو میں ان سے خود ہی نیپٹ لوں گا۔“ عمران نے
کہا۔

”نہیں۔ میں ان کو چیک کئے بغیر نہیں جاؤں گا۔ تمہارے لئے یہی
بہتر ہو گا کہ ان تینوں کو لے کر نیچے آ جاؤ۔ اگر تم چند منٹوں میں انہیں
لے کر نیچے نہ آئے تو میں فورس کے ساتھ اوپر آ جاؤں گا اور پھر جو
نقصان ہو گا اس کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔“ دوسری طرف سے
یادو نے کہا جو کرنل دیو تھا۔

”تم۔ تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ کافرستان کے جلاد رام ویر کو۔
تمہاری یہ جرات۔ جہاں ہو اپنے قدم وہیں روک لو مسٹر یادو۔ اگر تم
نے یا تمہارے کسی آدمی نے اوپر آنے کی کوشش کی تو میں کوئی بات
کئے بغیر فوراً گولی مار دوں گا۔ سمجھے تم۔“ عمران نے رام ویر کے

وہ سب ایک بس میں سوار جنگلوں سے ہوتے ہوئے وہاں

باہر گھنٹوں بعد وہ جالان شہر میں تھے۔ بس اس شہر کے
سٹار ہوٹل کی تھی جو سیاحوں کو خاص طور پر جالان میں لانے
نے استعمال کی جاتی تھی۔

بس ہوٹل میں ان کے لئے پہلے سے ہی کمرے بک تھے۔ وہ اپنے
پرٹ اور دوسرا سامان چیک کرانے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں
گئے اور پھر تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد وہ سب جولیاء کے کمرے
میں جمع ہو گئے۔ جولیاء نے ان کے لئے کافی منگوالی۔ وہ کافی پینے کے
ساتھ آپس میں باتیں کرنے لگے۔

”سامانگا کے جنگلوں میں جانا ہمارے لئے بڑے خطرے میں جانے
مترادف ہے۔ ان جنگلوں میں کسی کو نہیں جانے دیا جاتا۔ ان
جوں میں ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا ہولڈ ہے۔ اور عمران صاحب نے
میں بتایا تھا کہ ان جنگلوں میں داخل ہونے والے کو ایک لمحے میں
فولی مار دی جاتی ہے۔“ — کراسٹی نے کہا۔

”ہاں۔ ہر جنگل میں ٹاپ سیکرٹ ایجنسی نے مسلح افراد پھیلا رکھے
ہیں۔ انہی جنگلوں میں ہی کہیں ان کا ہیڈ کوارٹر ہے اور ہمیں ہر حال
میں اس ہیڈ کوارٹر تک پہنچنا ہے۔“ — صفدر نے کہا۔

”سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ اس ہیڈ کوارٹر کا
مپارچ کون ہے۔ بلاسٹنگ کوڈز کے بارے میں ظاہر ہے وہ انچارج

جولیاء اپنے چاروں ساتھیوں کے ساتھ کافرستان کے ایک بڑے شہر
جالان کے ایک ہوٹل میں تھے جس کا نام ریڈ سٹار تھا۔ ان پانچوں کے
پاس سیاحوں کے کاغذات اور سامان تھا۔ ساتھ ہی بین الاقوامی سیاحتی
ادارے کی طرف سے خصوصی تصدیق شدہ کارڈز بھی تھے۔ جس سے
ظاہر ہوتا تھا کہ وہ واقعی سیاح ہیں اور بین الاقوامی ادارے کے رجسٹرڈ
ممبر ہیں۔ اس ادارے کے سیاحوں کو پوری دنیا میں ہر جگہ نہ صرف قدر
کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا بلکہ انہیں خصوصی رعایات بھی حاصل رہتی
تھیں۔

وہ دارالحکومت سے نکل کر بسوں، ٹرینوں اور مختلف آمدورفت کے
ذرائع استعمال کرتے ہوئے کافرستان کے بڑے شہر کبالا میں آ گئے
تھے۔ کبالا کے گرد سینکڑوں کلومیٹر تک انتہائی گھنے جنگلات پھیلے ہوئے
تھے۔ جن کے دوسری طرف دوسرا بڑا شہر جالان تھا۔ اور ان کی منزل

ہی کچھ جانتا ہوگا۔ اس کے بارے میں کسی اور کو تو علم نہیں ہو سکتا۔“
جولیا نے کہا۔

”ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے چیف کے بارے میں تو ہمیں معلوم ہے کہ وہ کرنل ترپاٹھی ہے۔ جس کی تلاش میں عمران صاحب ہم سے الگ ہوئے ہیں۔ اس ہیڈ کوارٹر کے انچارج کا نام ابھی ہمارے سامنے نہیں آیا۔ اور یہ ہمیں جنگل میں یا پھر اس ہیڈ کوارٹر میں جانے کے بعد ہی پتہ چل سکتا ہے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”جنگل یہاں سے شمال میں تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ کیا خیال ہے اس طرف ابھی نہ روانہ ہو جائیں۔“ تنویر نے کہا۔

”نہیں۔ ابھی دن ہے اور دن میں ہم آسانی سے ان کی نظروں میں آجائیں گے۔ جنگل میں داخل ہونے کے لئے رات کا وقت مناسب رہے گا۔ اندھیرے میں ہم خود کو ان سے بچا بھی سکتے ہیں اور اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر تیزی سے آگے بھی بڑھ سکتے ہیں۔“ صفدر نے کہا۔

”اگر ہمیں یہاں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو ان جنگلوں کے بارے میں جانتا ہو۔ دوسرے لفظوں میں وہ جنگل کا کیڑا ہو تو ہم اور زیادہ آسانی سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ہاں۔ مگر ہمیں یہاں ایسا کون سا آدمی مل سکتا ہے۔ اور وہ بھی

اس طور پر ہماری مدد کرنے کے لئے۔“ جولیا نے کہا۔
”ساماگا جنگلات یہاں اب سے نہیں صدیوں پرانے ہیں اور ہاں کے لوگ خاص طور پر وہاں آتے جاتے رہتے ہوں گے۔ خاص طور پر لکڑہارے جو ان جنگلوں سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے ہوں گے۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”لیکن وہ ہمیں کیا بتائیں گے۔ میرا مطلب ہے ہم ان لکڑہاروں سے کیا مدد لے سکیں گے۔“ کراسٹی نے کہا۔

”ان لکڑہاروں کو اور کچھ نہیں کم از کم اس بات کا تو پتہ ہی ہو گا کہ جنگلوں میں ایسا کون سا مقام ہو سکتا ہے جو ایجنسی والوں کے لئے سودمند اور کارآمد جگہ ہو۔“ اس نے کہا۔

”ہاں۔ مگر ہمیں ایسا شخص کہاں سے ملے گا۔“ جولیا نے کہا۔

”ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے مس جولیا۔ ہاں البتہ ہم یہاں بیٹھے بیٹھے کچھ نہیں کر سکیں گے۔“ کیپٹن شکیل نے مسکرا کر کہا۔

”تو چلو۔ باہر چلتے ہیں۔“ جولیا نے کہا۔

”چلیں۔“ ان سب نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور ابھی وہ اٹھے ہی تھے کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونک پڑے۔

”شاید۔ ویٹر خالی مگ لینے آیا ہو۔ تنویر دیکھو تم۔“ جولیا نے کہا تو تنویر سر ہلا کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا

آپ کی ہمدردی کا شکریہ۔ ہم آپ کی ہدایات پر عمل کریں
— صفر نے کہا۔

اس میں آپ کی بھلائی ہے مسٹر گروچ۔“ فوجی نے کہا
مردہ واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اسی لمحے اچانک جولیا چونک
— اس نے سر پر لگا ہوا ہیئر کلب اتار لیا۔ کلب کے نچلے حصے میں دو
س سی بن اور مٹ رہی تھیں۔

”اوہ۔ چیف کی کال ہے۔ تنویر تم باہر خیال رکھو اور تم سب یہیں
میں واش روم میں جا کر کال سنتی ہوں۔“ جولیا نے کہا اور
وہ کلب ہاتھ میں لئے تیزی سے واش روم کی طرف بڑھتی چلی گئی۔
فوراً دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں
واش روم سے باہر آ گئی۔

”کیا ہوا۔ کیا کہا ہے چیف نے۔“ کراسٹی نے جولیا سے
سوال کیا۔

”یہاں ایک آدمی ہے شرمین۔ ہمیں اس سے ملنا ہے۔ وہ ہمیں
صرف جنگل میں لے جائے گا بلکہ ہمارا مطلوبہ سامان بھی مہیا کر دے
گا۔“ جولیا نے کہا۔

”شرمین۔ مگر وہ ہمیں کہاں ملے گا۔“ صفر نے کہا۔

”یہاں ایک کلب ہے۔ ڈولفن کلب۔ وہ ہمیں دیں ملے گا۔“ جولیا
نے کہا۔

”اور کیا کہا ہے چیف نے۔“ کمپن ٹھیل نے کہا۔ اسی

تو باہر ایک فوجی کھڑا تھا۔ اس کے کاندھے پر مشین گن لٹک رہی تھی۔
”کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔“ فوجی نے کہا۔

”جی ضرور۔ آئیں۔“ تنویر نے کہا تو وہ اندر آ گیا اور وہ
سب فوجی کو دیکھ کر چونک پڑے۔ فوجی ان سب کو باری باری غور سے
دیکھ رہا تھا۔

”کیا آپ سیاح ہیں اور یہاں سیاحت کے لئے آئے ہیں۔“
فوجی نے کہا۔

”جی ہاں۔ کیوں آپ کو کوئی اعتراض ہے۔“ جولیا نے منہ
بناتے ہوئے کہا۔

”میں اس علاقے کا چیف سکیورٹی آفیسر ہوں۔“ فوجی نے
کرخت لہجے میں کہا۔

”سائمن۔ سائمن گروچ۔“ صفر نے آگے بڑھ کر اپنا نام
بتاتے ہوئے کہا۔

”تو مسٹر سائمن گروچ۔ یہ میری ڈیوٹی ہے کہ میں آپ سب کو
آگاہ کر دوں۔ جالان میں آپ کہیں بھی آئیں جائیں اس پر کوئی
پابندی نہیں ہوگی۔ لیکن اگر آپ میں سے کسی نے شمالی جنگلوں کی طرف
جانے کی کوشش کی تو آپ کی جانوں کی حفاظت حکومت کافرستان کی
ذمہ داری نہیں ہوگی۔ ان جنگلوں میں ہماری خفیہ ایجنسیوں کا کنٹرول
ہے اور اگر کوئی غلطی سے بھی اس طرف چلا جائے تو اسے گولی مار دی
جائی ہے۔“ فوجی نے کہا۔

لمحے تنویر اندر آ گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ شاید جولیا کو دیکھ کر وہ واپس اندر آیا تھا۔ اور اندر آ کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔

”چیف نے بتایا ہے کہ شرمین ہمارے ساتھ جائے گا اور وہ اکیلا نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ چند افراد اور بھی ہوں گے جو ہماری مدد کے لئے ہمارے ساتھ جائیں گے۔“ جولیا نے کہا۔

”ہمیں کسی کی مدد کی کیا ضرورت ہے۔ ہم اپنا کام زیادہ بہتر طریقے سے کر سکتے ہیں۔ پھر چیف کو ہمارے ساتھ شرمین اور اس کے ساتھیوں کو بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔“ تنویر نے کہا۔

”چیف نے کہا ہے کہ جنگل بے حد گھنا، خطرناک اور گھنی جھاڑیوں سے اٹا پڑا ہے۔ ہمیں ان راستوں سے وہی نکال کر لے جاسکتے ہیں۔“ جولیا نے کہا۔

”بہر حال اس میں پریشانی والی کون سی بات ہے۔ ہم تو خود بھی یہی چاہتے تھے کہ ہمیں یہاں ایسا کوئی آدمی مل جائے جو ہمیں جنگلوں میں جانے کا راستہ بتا سکے۔ ہمارا یہ کام چیف نے خود ہی آسان کر دیا ہے اور پھر یہاں ہمارے پاس کوئی سامان بھی تو نہیں تھا۔ خالی ہاتھ ہم جنگل میں جا کر بھی کیا کر سکتے تھے۔“ کراسٹی نے کہا تو ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

”کیا چیف نے ہم سب کو ڈولفن کلب جانے کے لئے کہا ہے۔“ صفدر نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جب ہم نے جنگلوں میں شرمین کے ساتھ ہی جانا ہے تو ہم سے

یہاں رک کر کیا کرے گا۔“ جولیا نے کہا تو انہوں نے اس میں سر ہلا دیئے۔ اسی لمحے دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی ایک بار پھر چونک پڑے۔

”اب کون آ گیا۔“ جولیا نے ہونٹ کھینچتے ہوئے کہا۔ تنویر آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ دروازے پر ایک لمبا ٹرنگا نو جوان کھڑا

”مجھے شرمین نے بھیجا ہے۔ میرا نام شکر ہے۔“ اس لمبے ٹرنگے آدمی نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا تو تنویر نے اثبات میں سر ہلا کر اس کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ شکر اندر آ گیا تو تنویر نے دروازہ بند کر دیا۔

”مسٹر شرمین نے آپ کو یہاں بھیج کر مہربانی کی ہے۔ وہ خود نہیں آئے۔“ صفدر نے مسکرا کر اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ وہ کچھ مصروف تھے۔ انہوں نے آپ کے لئے ایک مہم بھیجا ہے۔“ شکر نے کہا اور اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک لفافہ نکال لیا۔

”کیا پیغام ہے۔“ صفدر نے کہا۔

”آپ خود ہی دیکھ لیں۔“ شکر نے کہا اور لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ صفدر نے لفافہ دیکھا جو سیلڈ تھا۔ لفافہ دے کر وہ مڑا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے جانے پر کسی نے کوئی اعتراض نہ

سیاحوں جیسا ہی تھا۔ وہ شہر کے پر رونق بازاروں، علاقوں اور
اس کی قدیمی عمارتوں کو غور سے دیکھتے جا رہے تھے اور ایک مٹی
پرے سے مختلف مقامات کی تصویریں بھی بنا رہے تھے۔ وہ سارا دن
اس طرح گھومتے رہے۔ پھر دوپہر کا کھانا انہوں نے ایک ریسٹورنٹ
میں کھایا اور ایک بار پھر سڑکوں پر آ گئے۔

مسلل اور پیدل گھوم پھر کر وہ بری طرح سے تھک گئے تھے۔ سارا
دن گزر گیا تھا مگر شرمین اور اس کا کوئی ساتھی ابھی تک انہیں لینے کے
لئے نہیں آیا تھا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ اب وہ کیا کریں کہ اسی
لئے انہیں ایک ایمبولینس مڑ کر اس طرف آتی دکھائی دی۔ وہ جس
سڑک پر تھے وہ سڑک بالکل خالی تھی۔ ایمبولینس تیزی سے آگے بڑھی
اور ان کے قریب آ کر رک گئی۔ انہوں نے دیکھا ڈرائیونگ پر وہی
کادی شکر تھا جو ہوٹل میں ان کے لئے شرمین کا پیغام لایا تھا۔

شکر نے انہیں اشارے سے فوری طور پر ایمبولینس میں بیٹھنے کو کہا
اور وہ سب تیزی سے ایمبولینس کے عقب میں آ گئے۔ صفدر نے
ایمبولینس کے پیچھے دروازے کا ہینڈل پکڑ کر گھمایا تو دروازہ کھل گیا۔
اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر دور نزدیک کسی کونہ پا کر وہ فوراً اندر چلا
گیا اور پھر باقی سب بھی ایمبولینس میں سوار ہو گئے۔ ایمبولینس کے
محرر آ کر انہوں نے اس کا دروازہ بند کر دیا۔ جیسے ہی اس نے دروازہ
مکھیا اسی لمحے ایمبولینس حرکت میں آ گئی۔

ایمبولینس کے تین اطراف بچ نما سیٹیں تھیں اور وہ چاروں طرف

کیا۔ اس کے جاتے ہی تنویر نے دروازہ پھر بند کر لیا۔

صفدر نے سائیڈ سے لفافہ پھاڑا اور لفافے میں دو انگلیاں ڈال کر
اس میں سے ایک دوہرا کیا ہوا کاغذ باہر کھینچ لیا۔ خط پر ٹائپ شدہ
الفاظ تھے۔ جو کوڈز میں تھے۔ صفدر ان کوڈز کو سمجھتا تھا۔
”کیا لکھا ہے۔“ جولیا نے اس سے پوچھا۔

”شرمین نے لکھا ہے کہ ہم ہوٹل سے نکل کر سیر و سیاحت کرنا
شروع کر دیں۔ راستے میں ان کے آدمی کسی بھی وقت آ کر ہمیں پک کر
لیں گے۔ اور یہ کہ ہم ڈائریکٹ اس کے کلب میں نہ آئیں۔“ صفدر
نے پڑھ کر سنایا تو جولیا اس سے خط لے کر اسے دیکھنے لگی۔

”ٹھیک ہے۔ احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم اس کے کہنے پر عمل
کریں۔ شاید چیف نے اسے ہماری آمد کی اطلاع دے دی ہے۔“
جولیا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر چلیں سیر کے لئے۔“ کراسٹی نے مسکرا کر کہا۔
”ہاں چلو۔“ جولیا نے کہا اور پھر وہ اس کے کمرے سے نکل
گئے۔ اپنے کمروں میں جا کر انہوں نے اپنا اپنا مختصر سامان لیا اور پھر وہ
ہوٹل سے باہر آ گئے۔

”پیدل چلیں یا کوئی ٹیکسی ہائر کر لیں۔“ صفدر نے کہا۔
”پیدل ہی چلتے ہیں۔ شرمین کے آدمی کبھی بھی ہمیں پک کرنے
آ سکتے ہیں۔“ جولیا نے کہا تو ان سب نے اثبات میں سر ہلا
دیئے اور پھر وہ شہر کی سڑکوں پر پیدل ہی گھومنے پھرنے لگے۔ ان کا

سے بند تھی۔ یہاں تک کہ سائینڈوں کی کھڑکیوں کے شیشے بھی اندر
تھے تاکہ کوئی باہر سے اندر اور اندر سے باہر نہ جھانک سکے۔
”شرمین ضرورت سے کچھ زیادہ ہی احتیاط سے کام لے رہا ہے۔
کراسٹی نے کہا۔

اور اس سے پہلے کہ کوئی کراسٹی کی بات کا جواب دیتا۔ وہ سب
اچانک چونک پڑے۔ ایک عجیب اور ناگوار سی بو انہوں نے محسوس کی
اور بو محسوس کرتے ہی ان سب نے سانس روک لئے۔ سانس روکتے
ہی تنویر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازے کا
ہینڈل پکڑ کر گھمایا مگر دروازہ نہیں کھلا۔ تنویر ہینڈل کو زور زور سے جھٹکے
دینے لگا مگر دروازہ کھلنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ اس دوران کیپٹن
شکیل اور صفدر کھڑکیوں کو کھولنے لگے مگر کھڑکیاں بھی جام تھیں۔ وہ
سب اس ایسبولینس میں چوہوں کی طرح پھنس کر رہ گئے تھے۔ ان کی
کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔ گیس مسلسل بھرتی جاری
تھی۔ انہوں نے سانس روک رکھے تھے۔ آخر کب تک اور پھر انہوں
نے جونہی سانس لئے دوسرے لمحے انہیں اپنے دماغ میں اندھیرے کی
یلغاری بھرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ان کے سر بڑے زور سے چکرائے اور
وہ لہرا کر خالی ہوتے ہوئے بوروں کی طرح ایسبولینس کے فرش پر
گرتے چلے گئے۔

”جلدی کرو۔ وہ کسی بھی وقت اوپر آ سکتے ہیں۔“ — عمران
نے ٹائیگر کی طرف دیکھ کر چیختے ہوئے کہا۔ اس نے میز کی ساری
درازیں باہر الٹ دی تھیں مگر درازوں میں سے اسے کام کی کوئی چیز
نہیں ملی تھی۔ ٹائیگر اور ناثران بدستور دیواروں اور فرش کو چیک کر رہے
تھے۔
”لگتا ہے۔ یہاں کوئی خفیہ راستہ یا تہہ خانہ نہیں ہے عمران
صاحب۔“ — ناثران نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ رام دیر کوئی معمولی غنڈہ نہیں ہے۔ مشکل
وقت میں راہ فرار کے لئے اس نے یقیناً یہاں کوئی چور دروازہ بنا رکھا
ہو گا۔ ڈھونڈو۔ ڈھونڈو۔ ورنہ ہم خرگوشوں کی طرح دھر لئے جائیں
گے۔“ — عمران نے تیز لہجے میں کہا۔ اسی لمحے بھاری بوٹوں کی
میٹھیاں چڑھنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ شاید پانچ منٹ گزرتے

”اٹھاؤ اسے۔“ — عمران نے کہا تو ٹائیگر نے آگے بڑھ کر
نے کو پکڑ کر اوپر کی طرف کھینچا۔ دروازہ کسی صندوق کے ڈھکن کی
میں کھل گیا۔ نیچے سیڑھیاں جا رہی تھیں۔

”اوہ۔ یہ تو کسی تہہ خانے کا راستہ معلوم ہو رہا ہے۔“ — ناثران
نے کہا۔

”ہاں جلدی چلو۔ اگر یہاں تہہ خانہ بنا ہے تو پھر نیچے ہمیں باہر
نے کا بھی کوئی نہ کوئی راستہ مل جائے گا۔“ — عمران نے کہا اور
سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ اچانک وہاں فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ شاید کوئی رام
سے رابطہ کر رہا تھا۔ مگر کسی نے فون پر توجہ نہ دی۔ ٹائیگر نے بے ہوش
رام ویر کو اٹھایا اور سیڑھیوں کی طرف آگیا۔ ناثران اس وقت تک نیچے
چکا تھا۔ ٹائیگر بھی رام ویر کو لئے نیچے اترتا چلا گیا۔ اس نے ہاتھ
بڑھا کر فولادی دروازے کو پکڑ کر نیچے کر لیا تھا۔

نیچے ایک سرنگ سی بنی ہوئی تھی جو روشن تھی۔ اس سرنگ میں ایک
مٹے ماڈل کی تیز رفتار کار کھڑی تھی۔ سرنگ آگے سے بل کھاتی ہوئی
دکھائی دے رہی تھی۔

”دیکھا۔ میں نے کہا تھا کہ رام ویر نے اپنے بچاؤ کا کوئی نہ کوئی
راستہ ضرور بنا رکھا ہو گا۔ یہ سرنگ اس بات کا ثبوت ہے۔ اور صاف
لگ رہا ہے کہ یہ سرنگ دور تک چلی گئی ہے اور یہ زمین کے اندر ہی
اندر سے ہوتی ہوئی کلب سے کافی دور جا کر نکلتی ہوگی۔“ — عمران
نے کہا تو ان دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیے۔ عمران نے کار کا

ہی کرنل یا دیو مسلح افراد کو لے کر اوپر آ رہا تھا۔

”اوہ۔ وہ اوپر آ رہا ہے۔ یہ دروازہ اس کے لئے ایک جھٹکے کی مار
ہے۔“ — عمران نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ اس نے میز کو زور سے
تھپتھپایا اور پھر میز کے نیچے دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے اسے میز کے نیچے
ایک کنارے پر چند بٹن دکھائی دیے۔ ان بٹنوں کو دیکھتے ہی عمران کے
آنکھوں میں چمک سی آگئی۔ اس نے فوراً ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن پر لیر
کر دیا۔ اسی لمحے سرور کی آواز سنائی دی۔ عمران سے سراٹھا کر دیکھا۔
دروازے پر سرور کی آواز کے ساتھ دائیں طرف سے ایک فولادی شیٹ
سی نکل کر دوسری دیوار سے جا ملی تھی۔ اور ساتھ ہی دیوار پر ربڑ کی موٹی
موٹی چادریں چڑھ گئی تھیں۔

”گڈ۔ رام ویر نے اچھا انتظام کر رکھا ہے یہاں۔ اب اگر باہر
نے مسلح افراد دروازے پر بم بھی مار دیں تو وہ اس دروازے کو نہیں توڑ
سکیں گے۔ گڈ۔ دیری گڈ۔“ — عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔
دروازے کے آگے فولادی شیٹ اور دیواروں پر ربڑ کی چادریں چڑھتے
دیکھ کر ناثران اور ٹائیگر کی آنکھیں بھی چمک اٹھی تھیں۔ اب انہیں باہر
کی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

عمران نے میز کے نیچے لگا ہوا ایک اور بٹن دبایا تو اچانک میز کو
ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ نیم دائرے کی شکل میں گھومتی چلی گئی۔ یہ
دیکھ کر عمران تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میز کے نیچے ایک فولادی
دروازہ نظر آ رہا تھا جس پر ایک بھاری کنڈالکا ہوا تھا۔

ایک بٹن دکھائی دیا۔ عمران نے بٹن پر پریس کیا اور گیٹ نما دروازہ کھول کر رام دیر کو ڈالا اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جبکہ ناٹران عمران کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ کار کی انکیشن میں چابی نہیں تھی۔ مگر عمران کو بھلا اس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ اس نے ڈیش بورڈ کے نیچے ہاتھ ڈال کر چند تاریں نکالیں اور انہیں جھٹکے سے توڑ دیا۔ اور پھر ان میں سے دو تاروں کو منتخب کر کے اس نے انہیں آپس میں ٹکرایا تو انجن فوراً جاگ اٹھا۔ عمران نے دونوں تار آپس میں جوڑ دیئے اور پھر اس نے اسٹیرنگ سنبھال لیا۔ عمران نے گیسر لگایا اور سپیڈ پیڈل پر دباؤ ڈال دیا۔ کار کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور کار نہایت تیزی سے سرنگ میں دوڑنے لگی۔ دائیں طرف مڑتے ہی سرنگ بالکل سیدھی ہو گئی تھی۔

عمران نے کار کی رفتار اور زیادہ بڑھا دی۔ آگے اندھیرا تھا مگر عمران نے کار کی ہیڈ لائٹس آن کر لی تھیں۔ کار اس تنگ سی سرنگ میں نہایت تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی اور یہ عمران ہی تھا جو اس تنگ سرنگ میں کار اس تیز رفتاری سے بھگا رہا تھا۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کار اب تک کئی بار دائیں بائیں دیواروں سے رگڑ کھا چکی ہوتی۔

عمران نے کار کی رفتار اور زیادہ بڑھا دی۔ آگے اندھیرا تھا مگر عمران نے کار کی ہیڈ لائٹس آن کر لی تھیں۔ کار اس تنگ سی سرنگ میں نہایت تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی اور یہ عمران ہی تھا جو اس تنگ سرنگ میں کار اس تیز رفتاری سے بھگا رہا تھا۔ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کار اب تک کئی بار دائیں بائیں دیواروں سے رگڑ کھا چکی ہوتی۔

سرنگ تقریباً چار کلومیٹر لمبی تھی۔ سرنگ کے اختتام پر انہیں ایک عمودی سلیب سی دکھائی دی۔ جس کے آگے گیٹ نما دروازہ لگا ہوا تھا۔ عمران نے سلیب کے پاس کار لے جا کر روکی اور پھر دروازہ کھول کر جلدی سے باہر آ گیا۔ اس نے سلیب کے دائیں بائیں دیکھا تو اسے

”ناٹران۔ میں ڈگی کھولتا ہوں تم دیکھو اگر ڈگی میں کوئی اسلحہ ہو تو لے آؤ۔ رام دیر نے کار میں یقیناً اس کا بھی انتظام کر رکھا ہو گا۔“ عمران نے کچھ سوچ کر کہا تو ناٹران سر ہلا کر کار سے باہر نکل گیا۔ عمران نے ڈگی کھول دی تھی۔ چند لمحوں بعد ناٹران ڈگی بند کر کے آیا تو اس کے پاس تین مشین گنیں اور راکٹ گنیں، فالتو میگزین اور راکٹوں کے چند ڈبے تھے۔ اس نے دروازہ کھول کر سارا سامان سیٹ پر رکھ دیا۔

”گڈ۔ کچھ سامان پیچھے ٹائیگر کو دے دو وہ سیٹ کے نیچے رکھ لے گا۔ ایک راکٹ گن تم اپنے پاس رکھو اور ایک مجھے دے دو اور راکٹوں کا ایک باکس کھول کر ڈیش بورڈ میں رکھ دو۔“ عمران نے کہا تو

ہے کی طرح فضا میں بلند ہوتی چلی گئی۔ باہر واقعی ایک کھلا میدان
بہتر رفتاری کے باعث کار کافی بلندی پر آگئی تھی۔ پھر اس کا فرنٹ
دور وہ جس تیزی سے فضا میں بلند ہوئی تھی اسی تیزی سے نیچے آتی
گئی۔ پھر اس کے پہلے اگلے اور پھر پچھلے ٹائر جیسے ہی زمین سے
اُٹے انہیں زبردست جھٹکا لگا۔ عمران نے زمین پر آتے ہی کار کو
بہتر رفتاری سے دائیں بائیں گھما دیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو کار الٹ
گئی۔ کچھ آگے آتے ہی کار یک لخت رک گئی۔

میدان خاصا کھلا تھا اور چونکہ یہ جگہ شہر سے کافی ہٹ کر تھی اس
لئے شاید نادور ہی کوئی اس طرف آتا تھا۔ عقب میں بہت دور انہیں
میں دکھائی دے رہی تھیں۔ ویسے بھی وہ سرنگ میں چار کلومیٹر کا سفر
کر کے آئے تھے۔ ان عمارتوں کو ان سے دور ہونا ہی تھا۔ عمران نے
میں طرف ایک کچی سڑک دیکھی تو اس نے کار اس طرف موڑ لی۔
کچھ دیر کچی سڑک پر دوڑتی رہی اور پھر ایک پختہ سڑک پر آگئی۔

”یہ شہر سے باہر جانے والا راستہ ہے۔ اگر ہم مغرب کی طرف
جائیں گے تو ہم واپس دارالحکومت پہنچ جائیں گے۔ جبکہ مشرقی راستے
تقریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر کے بعد کرشن نگر ہے۔ اگر ہم وہاں چلے جائیں
تو زیادہ بہتر ہوگا۔ وہاں میرا ایک مخصوص اڈہ ہے۔ اس اڈے میں جا
کر ہم رام دیر سے آسانی سے بات چیت کر سکتے ہیں۔“ ناثران
نے کہا تو عمران نے اثبات میں منہ ہلا کر کار کا رخ کرشن نگر جانے
والے راستے کی طرف موڑ دیا۔ سڑک آگے جا کر خاصی چوڑی ہوتی جا

ناثران نے مٹین گئیں اور دوسرا سامان ٹائیگر کو دے دیا۔ ایک باکس
کھول کر اس نے باکس سے سرخ رنگ کے چھوٹے چھوٹے راکٹ
نکالے اور انہیں ڈیش بورڈ میں رکھنے لگا اور پھر سیٹ پر بیٹھ کر اس نے
دونوں راکٹ گئیں لوڈ کیں اور ایک عمران کو دے کر دوسری گن اپنے
پاس رکھ لی۔ عمران نے راکٹ گن اپنی سیٹ کے دائیں طرف رکھ لی۔
وہ بدستور کھلی ہوئی چھت کی طرف بار بار دیکھ رہا تھا۔

”اگر آپ کو خدشہ ہے کہ باہر کوئی ہو سکتا ہے تو مجھے اجازت
دیں۔ میں اوپر جا کر دیکھ آتا ہوں۔“ ناثران نے کہا۔

”نہیں۔ میرے اندازے کے مطابق باہر کوئی کھلا میدان ہونا
چاہئے۔ کیونکہ یہاں جس انداز میں عمودی سلیب بنا ہوا ہے کار لا محالہ
باہر نکل کر ہوا میں اچھلے گی اور پھر وہ کافی آگے جا کر زمین پر آئے
گی۔ اس بات کو خیال میں رکھ کر ہی رام دیر نے یہ راستہ بنایا ہوگا۔
اور اگر باہر کوئی ہوتا تو اب تک کوئی نہ کوئی نیچے ضرور جھانک چکا ہوتا۔
بس تم اب تیار رہو۔ میں کار اوپر لے جا رہا ہوں۔“ عمران نے
کہا تو ناثران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دوسرے لمحے عمران نے کار کا
گیئر بدلا اور اس نے ایکسلیٹر کو فل دبا دیا۔ کار کو ایک زوردار جھٹکا لگا
اور پھر وہ انتہائی برق رفتاری سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ سلیب کی طرف
جاتے ہوئے عمران کی رفتار تیز سے تیز کرتا جا رہا تھا۔ پھر جیسے ہی
کار سلیب پر چڑھی اسے جیسے پر لگ گئے ہوں۔ وہ کسی فائٹر جہاز کی
طرح عمودی جا رہی تھی اور پھر گیٹ پر آتے ہی وہ واقعی کسی فائٹر

اب دیتے ہوئے کہا۔

ہونہ۔ تو کرنل یادو کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہم رام دیر کی کار میں
دور ہے ہیں۔“ — عمران نے ہونٹ پیچتے ہوئے کہا۔

”ہو سکتا ہے وہ روٹین کے تحت اس طرف آرہے ہوں۔“ ناثران
کہا۔

”روٹین میں آنے والے ہیلی کاپٹر اتنی نیچی پرواز نہیں کرتے۔ وہ
ہمارے ہی پیچھے ہیں۔“ — عمران نے کہا۔

”لیکن وہ ہمارے پیچھے کیسے آسکتے ہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ ہم کس
پر میں ہیں اور ہمارے حلیے کیا ہیں۔“ — ناثران نے کہا۔

”اس کار کے متعلق انہیں یقیناً کرنل تریپاٹھی نے ہی بتایا ہو گا۔
ب کلب ہی اس کا ہے تو یہ کار کسی اور کی کیسے ہو سکتی ہے۔ اور ممکن
ہے اس کار میں ٹریکسٹم لگا ہو۔ کرنل تریپاٹھی نے اگر انہیں ٹریکسٹم کوڈ بتا
دیا ہو تو ان کے لئے اس کار تک پہنچنا کیسے مشکل ہو سکتا ہے۔“ عمران
نے کہا۔

”اوہ۔ پھر تو ہم سخت خطرے میں ہیں۔“ — ناثران نے کہا۔
”حیرت ہے۔ اس کار کا نام سخت خطرہ ہے۔“ — عمران نے
سکراتے ہوئے کہا اور ایسی خطرناک پیشکش میں عمران کو اس طرح
سکراتے اور لا پرواہ دیکھ کر ناثران حیران رہ گیا۔

”باس۔ تین ہیلی کاپٹر سڑک کے دائیں اور تین بائیں مڑ گئے ہیں
جبکہ ایک بدستور سڑک کے متوازی آرہا ہے۔“ — ٹائیگر نے عمران

رہی تھی اور دونوں اطراف کھیتوں کا طویل سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ اس
طرف دور دور تک نہ کوئی ٹیلہ تھا اور نہ ہی کوئی پہاڑی۔ کھیتوں کے
درمیان ایک متوازی سڑک تھی۔ سامنے سے اکا دکا گاڑیاں آ جا رہی
تھیں۔ سڑک چونکہ خاصی کھلی تھی اس لئے عمران نے اسے فل سپیڈ پر
چھوڑ دیا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا صاف شفاف اور چمکدار سڑک دور تک
جاتی صاف دکھائی دے رہی تھی۔

”باس۔ ہیلی کاپٹر۔“ — اچانک ٹائیگر نے عمران سے مخاطب
ہو کر کہا۔

”باس ہیلی کاپٹر۔ میں علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)
ہوں اور تم مجھے باس ہیلی کاپٹر کہہ رہے ہو۔“ — عمران نے اپنے
مخصوص لہجے میں کہا۔

”میرا مطلب ہے ہیلی کاپٹروں کا ایک اسکوڈ آرہا ہے۔“ ٹائیگر
نے عقبی شیشے میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر ناثران بھی
چونک پڑا تھا۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو اس کے چہرے پر بھی تشویش کے
سائے لہرانے لگے۔

”ایس عمران صاحب۔ ہیلی کاپٹر نیچی پرواز کرتے ہوئے آرہے
ہیں اور وہ سڑک کے متوازی ہیں۔“ — ناثران نے کہا۔
”کتنی تعداد ہے ان کی۔“ — عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے
کہا۔

”سات ہیلی کاپٹر ہیں۔ چھ ٹرانسپورٹ اور ایک گن شپ۔“ ٹائیگر

کو بتاتے ہوئے کہا۔ عمران نے کھڑکی سے سر نکال کر پیچھے دیکھا اسے واقعی چھ ہیلی کاپٹر دائیں بائیں مڑتے نظر آئے جبکہ ایک ہیلی کاپٹر جو گن شپ تھا بالکل سیدھا آ رہا تھا۔ کار سے ابھی ان کا فاصلہ بہت زیادہ تھا۔

”ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹروں میں یقیناً مسلح افراد ہوں گے۔ وہ دائیں بائیں سے ہیلی کاپٹر آ گئے لے جا کر سڑک پر مسلح افراد اتاریں گے اور ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کریں گے۔“ عمران نے کہا۔

”اگر انہوں نے ہماری کار ہٹ کر دی تو۔“ ناثران نے کہا۔

”تو تم سیدھے اللہ میاں کے پاس پہنچ جاؤ گے۔ بھلے آدمی اگر انہوں نے کار سمیت ہمیں ہٹ کرنا ہوتا تو وہ اپنے ساتھ ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر نہ لاتے۔ کار ہٹ کرنے کے لئے ان کا یہی ایک گن شپ ہیلی کاپٹر ہی کافی تھا۔ ان لوگوں کا ارادہ شاید ہمیں گھیر کر زندہ پکڑنے کا ہے اور وہ شاید ہمیں رام ویر کی وجہ سے زندہ پکڑنا چاہتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”رام ویر۔“ ناثران نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ کرنل ترپاٹھی کے لئے یقیناً رام ویر بے اہمیت کا حامل ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ وہ نہ صرف اس کا کلب سنبھالتا ہے بلکہ وہ اس کے قانونی اور غیر قانونی کام بھی کرتا ہے۔ ایسے لوگ کرنل ترپاٹھی جیسے لوگوں کے لئے بے حد اہم ہوتے ہیں۔ ورنہ ان کے تمام دھندے

کو بتاتے ہوئے کہا۔ عمران نے کھڑکی سے سر نکال کر پیچھے دیکھا اسے واقعی چھ ہیلی کاپٹر دائیں بائیں مڑتے نظر آئے جبکہ ایک ہیلی کاپٹر جو گن شپ تھا بالکل سیدھا آ رہا تھا۔ کار سے ابھی ان کا فاصلہ بہت زیادہ تھا۔

”ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹروں میں یقیناً مسلح افراد ہوں گے۔ وہ دائیں بائیں سے ہیلی کاپٹر آ گئے لے جا کر سڑک پر مسلح افراد اتاریں گے اور ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کریں گے۔“ عمران نے کہا۔

”اگر انہوں نے ہماری کار ہٹ کر دی تو۔“ ناثران نے کہا۔

”تو تم سیدھے اللہ میاں کے پاس پہنچ جاؤ گے۔ بھلے آدمی اگر انہوں نے کار سمیت ہمیں ہٹ کرنا ہوتا تو وہ اپنے ساتھ ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر نہ لاتے۔ کار ہٹ کرنے کے لئے ان کا یہی ایک گن شپ ہیلی کاپٹر ہی کافی تھا۔ ان لوگوں کا ارادہ شاید ہمیں گھیر کر زندہ پکڑنے کا ہے اور وہ شاید ہمیں رام ویر کی وجہ سے زندہ پکڑنا چاہتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

”رام ویر۔“ ناثران نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ کرنل ترپاٹھی کے لئے یقیناً رام ویر بے اہمیت کا حامل ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ وہ نہ صرف اس کا کلب سنبھالتا ہے بلکہ وہ اس کے قانونی اور غیر قانونی کام بھی کرتا ہے۔ ایسے لوگ کرنل ترپاٹھی جیسے لوگوں کے لئے بے حد اہم ہوتے ہیں۔ ورنہ ان کے تمام دھندے

گھبت ہیں۔ ان اطراف میں کار لے جائی بھی نہیں جا سکتی۔“
ان نے کہا۔

”میں جانتا ہوں۔“ — عمران نے کہا۔ اس کے چہرے پر
ان کی سی سختی ابھر آئی تھی۔

”عمران۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔ میں کہہ رہا ہوں کار روک
ورنہ تم ہٹ کر دیئے جاؤ گے۔“ — کرنل یادو کی دوبارہ چیختی
آواز سنائی دی۔ سامنے سڑک پر ہیلی کاپٹر اتر گئے تھے اور ان میں
بے شمار مسلح افراد چھلانگیں لگا کر اترتے اور سڑک پر دائیں بائیں
میلے صاف نظر آرہے تھے۔ مگر ابھی وہ ان سے کافی فاصلے پر تھے۔
سڑک متوازی نہ ہوتی تو شاید وہ انہیں نظر بھی نہ آتے۔ کرنل یادو
ان بات سن کر عمران نے دایاں ہاتھ کھڑکی سے باہر نکال کر کرنل یادو کو
لوٹھا دکھایا۔ جیسے وہ کرنل یادو کو کہہ رہا ہو کہ وہ انہیں ہٹ کر دے۔

”تم شاید مذاق سمجھ رہے ہو عمران۔ روک لو کار۔ ورنہ کار کے
ساتھ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔“
کرنل یادو نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔ عمران نے وکٹری کا نشان
دیکھ کر اپنی طرف اشارہ کیا جیسے وہ کرنل یادو کو بتا رہا ہو کہ وکٹری اسے
میلے گی۔

”گلتا ہے۔ تم ایسے نہیں مانو گے۔ ٹھیک ہے۔ میں تین تک گنوں
گا۔ میرے تین گننے تک اگر تم نے کار نہ روکی تو میں فائرنگ کر دوں
گا۔“ — کرنل یادو نے اسی انداز میں کہا اور عمران نے کار کی سپیڈ

پھر اچانک ان کے اوپر پرواز کرتا ہوا ہیلی کاپٹر دائیں طرف جھکا اور دو
مزید نیچے آگیا۔ اب اس ہیلی کاپٹر کی ایک سائیڈ عین عمران کی سائیڈ
پر تھی۔ ہیلی کاپٹر زمین کے بہت قریب پرواز کر رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر پر
میزائل، راکٹ لاچر اور ہیوی مشین گنیں لگی ہوئی تھیں اور اس کے
بائیں طرف ایک آدی ایک بڑا سا سپیکر تھامے کھڑا تھا۔

ہیلی کاپٹر کا پائلٹ اور اس کے ساتھ بیٹھا ہوا آدی عمران کو صاف
دیکھ رہے تھے۔ ان کی گردنیں عمران کی طرف ہی مڑی ہوئی تھیں۔ اسی
لمحے ہیلی کاپٹر کے نیچے لگی ہوئی ایک ہیوی مشین گن مڑ کر ان کی کار کی
طرف ہو گئی۔ اور سائیڈ میں بیٹھے ہوئے آدی نے عمران کی طرف دیکھا
اور پھر اس کے ہاتھ میں ایک مائیک نظر آیا۔ دوسرے لمحے سپیکر سے
ایک چیختی ہوئی آواز بلند ہوئی۔

”عمران۔ میں کرنل یادو بول رہا ہوں۔ تم مکمل طور پر ہماری زد
میں ہو۔ اگر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان کی سلامتی چاہتے ہو تو کار
روک دو اور خود کو سرنڈر کر دو۔“ — کرنل یادو نے چیختے ہوئے
کہا۔

”باس۔ عقب سے بھی بے شمار گاڑیاں آرہی ہیں۔ گلتا ہے کرنل
یادو اپنے ساتھ کافرستان کی پوری فوج لے آیا ہے۔“ — مائیک
نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سڑک کے دونوں جانب نشیب ہے۔ اگر ہم نے نیچے اترنے کی
کوشش کی تو ہماری کار الٹ سکتی ہے۔ ویسے بھی دونوں اطراف کساد

بڑھا دی اور کار کی سپیڈ بڑھتے ہی ہیلی کاپٹر بھی اسی رفتار سے آگے بڑھنے لگا۔

”ایک۔“ — کرنل یادو نے چیختے ہوئے کہا۔ عمران نے گم ہدلا اور کار کی رفتار اور تیز کر دی۔ مگر ہیلی کاپٹر فوراً آگے ہو کر اس کے مقابل آگیا۔

”دو۔“ — کرنل یادو نے گرجتے ہوئے کہا۔ لیکن اب عمران اس کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔ اس کے چہرے پر چٹانوں جیسی سختی تھی اور پوری رفتار سے دوڑتی ہوئی کار کا اسٹیرنگ اس کے ہاتھوں میں تھر تھرا رہا تھا۔

شاگل اپنے دفتر میں بیٹھا ایک فائل کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اچانک پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے چونک کر فائل سے ہاتھ اٹھائیں اور فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”ہی۔ شاگل سپیکنگ۔“ — اس نے رسیور کان سے لگاتے ہی اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”شرما بول رہا ہوں ہاس۔“ — دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ سٹائی دی۔

”کیوں فون کیا ہے۔“ — شاگل نے اس کا نام سن کر ناگوار لہجے میں کہا۔ شرما کا تعلق اس کی سروس سے ہی تھا اور وہ کافرستان برٹ سروس کا نمبر سکس تھا اور احتیاط کے پیش نظر شاگل نے اس کی فونل دار الحکومت کے کلبوں، ہوٹلوں اور باروں میں لگا رکھی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی جب بھی کافرستان میں آتے ہیں

”تین۔ فار۔“ — کرنل یادو نے کہا اور پھر جیسے ہی اس نے فار کہا۔ ہیلی کاپٹر کے نیچے لگی ہوئی مشین گن نے شعلے اگلے اور ماحول مشین گن کی ریٹ ٹیٹ کی تیز اور خوفناک آوازوں سے گونج اٹھا۔

تو کافرستان کے کئی جرائم پیشہ افراد جن کا تعلق یا تو وادی مشکبار کسی تحریک آزادی کی کسی تنظیم سے ہوتا تھا یا پاکیشیائی ایجنٹ ہی ہوتے تھے۔ جن کی مدد سے عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہر قسم کا تعاون اور امداد ملتی تھی۔

اس نے شرما سے کہا تھا کہ وہ ہوٹلوں، کلبوں اور باروں کے ساتھ ہر طرح کے جرائم پیشہ افراد پر کڑی نظر رکھے اور اگر ان میں سے کوئی اسے مشکوک دکھائی دے تو وہ فوراً اسے اطلاع دے۔ اس وقت شاگل ایک اہم فائل پڑھنے میں مصروف تھا۔ اس لئے شرما کی آواز سن کر اس کے چہرے پر ناگواریت سی آگئی تھی۔ جیسے خلاف توقع اس کا فون آنا اسے ناگوار گزرا ہو۔

”آپ کو ایک اہم اطلاع دینی ہے باس۔“ دوسری طرف سے شرما نے پر جوش لہجے میں کہا۔

”کیسی اطلاع۔“ شاگل نے چونک کر کہا۔
 ”پاکیشیا سیکرٹ سروس کا مجھے علم ہو گیا ہے باس۔“ دوسری طرف سے شرما نے کہا اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا نام سن کر شاگل بے اختیار اچھل پڑا۔

”پاکیشیا سیکرٹ سروس۔ کیا مطلب۔ کیا معلوم ہوا ہے تمہیں ان کے بارے میں۔“ شاگل نے تیز لہجے میں کہا۔

”باس۔ میں نے جالان سے پانچ آدمیوں کو گرفتار کیا ہے۔ وہ کوئی اور نہیں پاکیشیائی ایجنٹ ہیں۔ جن کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس

ہے۔“ شرما نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”گرفتار کیا ہے۔ اوہ۔ تم نے پاکیشیائی ایجنٹوں کو گرفتار کیا ہے۔ اس سے گرفتار کیا ہے۔ کیسے گرفتار کیا ہے اور ان کے بارے میں میں کہاں سے اور کیسے معلوم ہوا تھا۔“ شاگل نے ایک ہی سانس میں کئی کئی سوال کرتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر یکلخت لے کے سے تاثرات نمودار ہو گئے تھے۔

”باس۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ جالان میں ڈولفن نامی کلب کے شرمین کے پاس اکثر غیر ملکیوں کو آتے جاتے دیکھا گیا ہے اور ان میں زیادہ تر پاکیشیائی ہی ہوتے تھے۔ تب میں نے جالان جانے کا فیصلہ کر لیا اور پھر میں نے وہاں جا کر ڈولفن کلب تک رسائی حاصل کی۔ میری اطلاعات کے مطابق شرمین کا نمبر ٹو شنکر نامی آدمی ہے۔ میں نے سب سے پہلے اسے اٹھالیا اور اپنے ایک خفیہ مقام پر لے جا کر اس پر تشدد کیا تو نہ صرف اس نے مجھے اپنے بارے میں بلکہ شرمین کے بارے میں بھی سب کچھ بتا دیا۔ وہ اور شرمین پاکیشیائی ایجنٹ تھے جو ایک عرصہ سے کافرستان میں مقامی روپ میں رہ رہے تھے۔ اتفاق سے میرا قدم قدامت شنکر جتنا ہی تھا۔ میں نے فوری طور پر اس کا میک اپ کیا اور اس کی جگہ سنبھال لی۔

پھر میں شنکر کے روپ میں ڈولفن کلب چلا گیا۔ شرمین نے مجھے نہیں پہچانا تھا۔ میں جیسے ہی وہاں پہنچا اس نے مجھے ایک لفافہ دے کر ایک مقامی ہوٹل میں بھیج دیا۔ اس ہوٹل میں دو عورتوں کے ساتھ تین

درازہ بند کر دیا۔ ان کے دروازہ بند کرتے ہی میں نے ایمبولینس چلا کر اور ساتھ ہی ایک بٹن پر پریس کر کے دروازے اور کھڑکیوں کو لاک کر رکھا۔ راستے میں میں نے ایمبولینس میں ڈائریکٹ مین گیس بھر دی۔ جس سے وہ بے ہوش ہو گئے۔ دوسری طرف سے شرمانے شاگل کو کھل کر بتاتے ہوئے کہا۔

”گڈ شرما۔ گڈ شو۔ یہ کام کر کے تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ تم نے کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ تم نے انہیں بالکل ان کی نفسیات کے تحت قابو کیا ہے۔ یہ تو تمہاری قسمت اچھی ہے کہ انہیں تم پر شک نہیں ہوا۔ اگر انہیں تم پر ذرا سا بھی شک ہو جاتا تو اب تک کسی کو تمہاری لاش بھی نہیں ملتی۔ بہر حال اگر وہ واقعی پاکیشیائی ایجنٹ ہیں تو میں تم سے خوش ہوں۔ بے حد خوش۔“ شاگل نے فرط مسرت سے کہا۔

”باس۔ یہ کفرم ہے۔ وہ پاکیشیائی ایجنٹ ہی ہیں۔“ دوسری طرف سے شرمانے دثوق بھرے لہجے میں کہا۔

”کہاں ہیں وہ۔ کیا وہ ابھی زندہ ہیں۔“ شاگل نے کہا۔

”لیس باس۔ میں نے انہیں بے ہوش کر کے اپنے ایک خفیہ اڈے گرین سپاٹ میں پہنچا دیا ہے۔ بے ہوش ہونے کے باوجود میں نے انہیں تہہ خانے میں زنجیروں سے جکڑ دیا ہے۔ اور انہیں چوبیس گھنٹے سے پہلے ہوش نہیں آئے گا اور اگر انہیں ہوش آ بھی گیا تو وہ ان زنجیروں کو نہیں توڑ سکیں گے کیونکہ زنجیریں بے حد مضبوط اور موٹی

مرد بھی تھے۔ میں نے سب سے پہلے باہر آ کر اس لفافے کو مہارت سے کھولا۔ اس میں سٹار کوڈز میں پاکیشیائی ایجنٹوں کے لئے ایک پیغام تھا۔ شرمین نے ان سے کہا تھا کہ وہ ہوٹل چھوڑ کر باہر آ جائیں۔ وہ انہیں باہر سے ہی پک کر لے گا اور پھر وہ ان سب کو اپنے کسی خفیہ مقام پر منتقل کر دے گا۔

باس۔ میں نے شرمین کا پیغام دوبارہ لفافے میں پک کیا اور ان پاکیشیائی ایجنٹوں کو دے آیا اور واپس ڈولفن کلب آ گیا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد شرمین نے مجھے اپنے دفتر بلایا اور ایک ایمبولینس کی چابی دی اور حکم دیا کہ میں اس ایمبولینس کے ذریعے سڑکوں پر گھومتے ہوئے ان پاکیشیائی ایجنٹوں کو تلاش کروں اور انہیں پک کر کے شرمین کے پوائنٹ فور پر پہنچا دوں۔ پھر اس نے مجھے ایمبولینس کے بارے میں بھی بتایا کہ وہ اسے اپنے دشمنوں کا خلاف استعمال کرتا ہے۔ اس میں موجود افراد کو بے ہوش کرنے، دروازے اور کھڑکیوں کو لاک کرنے کے علاوہ اذیت دینے کے آلات بھی موجود ہیں۔ چنانچہ میں تین گھنٹوں تک مختلف سڑکوں پر انہیں ڈھونڈتا رہا اور پھر مایوس ہو کر واپس لوٹنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ ایک قدرے سنان سڑک پر وہ مجھے مل گئے چونکہ میں انہیں ہوٹل میں دیکھ چکا تھا۔ اس لئے میں نے آسانی سے انہیں پہچان لیا۔ انہیں دیکھتے ہی میں نے ایمبولینس ان کے قریب روکی اور اشارے سے انہیں سوار ہونے کے لئے کہا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ بلا چوں چراں کئے پچھلے دروازے سے ایمبولینس میں آ گئے اور انہوں نے

کہ کافرستان سیکرٹ سروس کا چیف سوائے شاگل کے دوسرا کوئی ہو سکتا۔“ شاگل نے نوٹ پیڈ سے کاغذ پھاڑ کر اسے تہہ کر اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ جوش و جذبات سے تھرا رہا تھا۔ اس نے اپنے پرسل سیکرٹری کو فون کر کے حکم دیا کہ اس کے لئے جلد سے جلد ایک تیز رفتار ہیلی کاپٹر منگوا دیا جائے اور ساتھ ہی اس نے دس مسلح افراد کو بھی تیار رہنے کا حکم دیا۔ اور پھر وہ اگلے ایک گھنٹے بعد ایک بڑے اور تیز رفتار ہیلی کاپٹر پر دس مسلح افراد کے ساتھ جلالان کی طرف محو پرواز تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ لہجوں میں غائب ہو کر جلالان میں موجود شرما کے گرین سپاٹ میں پہنچ جائے۔

ہیں۔“ دوسری طرف سے شرما نے کہا۔
 ”گڈ شو شرما۔ انہیں زندہ رکھ کر تم نے اور بھی زیادہ عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔ تم نے پانچ افراد کو پکڑا ہے جبکہ میری اطلاعات کے مطابق کافرستان میں سات پاکیشیائی ایجنٹ داخل ہوئے ہیں۔ تم نے جنہیں گرفتار کیا ہے وہ یقیناً عمران کے ساتھی ہوں گے۔ اگر ان کے ساتھ عمران ہوتا تو وہ تمہارے میک اپ کو ایک لمحے سے بھی کم وقفے میں پہچان جاتا۔ بہر حال جو ہوا ہے۔ بہت اچھا ہوا ہے۔ تم فی الحال انہیں زندہ رکھو۔ میں خود وہاں آ رہا ہوں اور میں اس بار ان سب کا اس قدر بھیاںک حشر کروں گا کہ ان کی روئیں بھی بلبلا اٹھیں گی۔ اس بار انہیں ہر حال میں میرے سامنے اپنی زبانیں کھولنی پڑیں گی اور انہیں عمران کے بارے میں بتانا پڑے گا کہ وہ کہاں ہے اور اس کے ساتھ اس کا دوسرا ساتھی کون ہے۔“ شاگل نے کہا۔

”لیس باس۔ جیسا آپ کا حکم باس۔“ شرما نے کہا۔
 ”اپنے گرین سپاٹ کا پتہ بتاؤ۔ میں مسلح افراد کو لے کر تیز رفتار ہیلی کاپٹر پر ابھی پہنچ رہا ہوں۔“ شاگل نے کہا تو شرما اسے گرین سپاٹ کا ایڈریس بتانے لگا۔ جسے شاگل نے نوٹ کرنا شروع کر دیا۔ پھر اس نے شرما کو مزید ہدایات دیتے ہوئے فون بند کر دیا۔

”اب دیکھتا ہوں عمران۔ تم اور تمہارے ساتھی کس طرح میرے ہاتھوں سے بچ کر نکلتے ہو۔ اس بار تم سب کی موت میرے ہاتھوں میں ہے۔ میں تم سب کو ہلاک کر کے پرائم منسٹر اور پریذیڈنٹ پر ثابت کر

کے سامنے فوراً شکر کا چہرہ آگیا جو ان کے لئے ایسبولینس لایا
رودہ اس کے کہنے پر فوراً ہی اس میں سوار ہو گئے تھے اور پھر انہیں
ہوش کر دیا گیا اور اب یہاں اسے ہوش آیا تھا۔

”تو تمہیں ہوش آگیا۔“ — اچانک جولیا کو ایک شناسا آواز
دی تو وہ بے اختیار چونک پڑی۔ دوسرے لمحے اس کے عقب
ایک نوجوان نکل کر اس کے سامنے آگیا۔ اسے دیکھتے ہی جولیا بے
خیال چونک پڑی۔ وہ شکر نہیں تھا مگر اس کا قد و قامت اس جیسا ہی
— اور اس نے جو لباس پہن رکھا تھا وہ اسی شکر جیسا ہی تھا۔ اس کے
مخ میں ایک خالی سرخ تھی۔

”تم۔ کون ہو تم۔“ — جولیا نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے
کہا۔

”ارے۔ پہچانا نہیں مس جولیا۔ میں شکر ہوں۔ شرمین کا ساتھی۔“
اس نے مسکراتے ہوئے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”جولیا۔ کیا مطلب۔ کون جولیا۔ اور تم شکر کیسے ہو سکتے ہو۔ تمہاری
شکل۔ اوہ۔ کون ہو تم۔ اور تم نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو اس طرح

کیوں باندھ رکھا ہے اور یہ کون سی جگہ ہے۔“ — جولیا نے چہرے
پر شدید خوف اور پریشانی کے تاثرات نمایاں کرتے ہوئے کہا تو اس کی
بات سن کر شکر بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

”بہت خوب۔ اچھی اداکاری کر لیتی ہو۔“ — اس نے ہنستے
ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں بدستور طنز کی آمیزش تھی۔

جولیا کو ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک ہال نما بڑے سے کمرے
میں پایا۔ وہ ایک فولادی کرسی پر بیٹھی تھی اور کرسی زمین میں گڑی ہوئی
تھی۔ اس کرسی پر اسے موٹی موٹی فولادی زنجیروں سے باندھا گیا تھا۔
اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا تو ایک طویل سانس لے کر رہ گئی۔ اس
کے دائیں بائیں اس کے باقی ساتھی بھی اسی طرح کرسیوں پر زنجیروں
سے بندھے ہوئے تھے۔ ان سب کے سر ڈھلکے ہوئے تھے اور وہ
بے ہوش تھے۔

کمرہ خاصا بڑا تھا مگر وہاں ایک لوہے کی الماری اور ان کرسیوں
کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ کمرے کی چھت کے پاس ایک بڑا سا سوراخ
تھا جو شاید ہوا کی آمد و رفت کے لئے بنا ہوا تھا اور کمرے کی ساخت
سے صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کوئی تہہ خانہ ہے۔ ہوش میں آتے ہی
جولیا کے ذہن میں پچھلا منظر کسی فلم کے سین کی طرح چلنے لگا۔ اس کی

میک اپ کو صاف کر دیتی ہے۔ مگر یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہاء کہ ریڈ لائٹ نے بھی تمہارے چہروں پر معمولی سا فرق بھی نہیں ڈالا تھا۔

میرے لئے یہ بہت بڑا چیلنج بن گیا تھا کہ آخر تم نے ایسے کون سا میک اپ کر رکھے ہیں جسے میں کسی طور پر صاف ہی نہیں کر پار ہا۔ تم نے تم سب کی گرفتاری کی خبر چیف شاگل کو دے دی ہے۔ وہ تیز رفتاری سے جلی کا پٹر پر خود یہاں آ رہے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ یہاں آتے ہی تم سب کو ہلاک کر دیں گے۔ لیکن اگر تم سب ہلاک ہو جاتے تو میری زندگی کیسے دور ہوتی کہ تم لوگوں نے جو میک اپ کر رکھے ہیں وہ دیکھا ہے۔ اس لئے میں نے تم میں سے کسی ایک کو ہوش میں لانے کا ارادہ کر لیا۔ سو میں نے تمہیں انکشن لگایا اور ہوش میں لے آیا۔ اب تم ہوش میں ہو تو تم مجھے بتاؤ۔ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے کون سا میک اپ کر رکھے ہیں۔ اور ان کے صاف کرنے کا طریقہ کیا ہے۔“ شرما ایک بار بولنے پر آیا تو نان شاپ بولتا ہی چلا گیا۔ نان شاپ بولنے سے جولیا کے ذہن کی کئی گتھیاں خود بخود سلجھتی گئیں اور سب سے اہم بات اسے یہ معلوم ہو گئی کہ وہ کافرستان سروس کی قید میں ہیں اور شاگل یہاں پہنچنے والا ہے۔

یہ قدرت کی غیبی امداد ہی تھی کہ نو جوان جو خود کو میک اپ اور ایڈٹنگ کا ایکسپرت بتا رہا تھا۔ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ ان سے کسی کامیک اپ صاف نہیں کر سکا تھا۔ شرمن کے توسط سے

”اداکاری۔ کیسی اداکاری۔ میں اداکاری نہیں کر رہی۔ اور میرا نام جولیا نہیں جوزفین ہے۔“ جولیا نے ہراساں لہجے میں کہا۔

”یہ تمہارا فرضی اور صرف کاغذی نام ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اور تمہارے یہ ساتھی پاکیشیائی ایجنٹ ہیں۔ تمہارے ساتھی شرمن نے مجھے ساری حقیقت بتا دی ہے۔ تم سب کے نام۔ اور یہ کہ تم یہاں کس مقصد کے لئے آئے ہو۔“ نو جوان نے منہ بناتے ہوئے کہا جو کافرستان سیکرٹ سروس کا نمبر سکس شرما تھا۔

”لگتا ہے۔ تمہیں ہمارے بارے میں کوئی بہت بڑی غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم شرمن کے مہمان ہیں اور ہم اس کے کہنے پر یہاں سیاحت کے لئے آئے ہیں۔ ہمارے پاس ہمارے اصلی کاغذات ہیں اور ہمارے پاس بین الاقوامی سیاحتی ادارے کی اصلی دستاویزات اور کارڈز بھی موجود ہیں۔“ جولیا نے کہا۔

”ہونہ۔ تمہاری یہ اداکاری محض اس لئے ہو رہی ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی بدستور میک اپ میں ہیں۔ میں نے تم سب کے میک اپ صاف کرنے کی بے حد کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ میرا تعلق کافرستان سیکرٹ سروس سے ہے اور میں میک اپ کرنے اور ہر قسم کا میک اپ واش کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ مگر میں حیران ہوں کہ تم پانچوں پر میں اپنی تمام تر صلاحیتیں آزما چکا ہوں۔ مگر تمہارے میک اپ واش نہیں کر سکا۔ یہاں تک کہ میں نے تمہارے چہروں پر میک اپ واش ریڈ لائٹ بھی ڈالی تھی جو ایک لمحے میں ہر قسم

اب صاف نہیں کر سکا مگر اس کے باوجود میں وثوق سے کہہ سکتا تھا۔ تم پانچویں میک اپ میں ہو۔ میں اصلی اور میک اپ زدہ چہروں کی واضح طور پر جانتا ہوں۔“ — شرمانے منہ بنا کر کہا۔

”اگر تمہیں خود پر اتنا ہی اعتماد ہے تو پھر ثابت کر کے دکھاؤ۔“ جولیا نے اس بار اس کے لہجے میں طنز تھا۔

”تو تم نہیں بتاؤ گی۔“ — شرمانے اسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بتا تو رہی ہوں کہ میں اور میرے ساتھی میک اپ میں نہیں ہوتے۔“ — جولیا نے مسکرا کر کہا۔

”دیکھو۔ میں تم پر خوفناک تشدد کر کے بھی پوچھ سکتا ہوں۔ مگر تم نے بہتر یہی ہے کہ اگر میں شرافت سے پیش آ رہا ہوں تو تم

شرافت کا ثبوت دو۔“ — شرمانے ایک ایک نقطہ جیسے چبا چبا کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تمہیں ہر بات بتانے کے لئے تیار ہوں۔“ چند لمحوں کے خاموش رہنے کے بعد اچانک جولیا نے کچھ سوچ کر کہا۔

”اوہ۔ گڈ۔ ویری گڈ۔ بتاؤ۔ جلدی بتاؤ۔“ — جولیا کی بات سن کر شرمانے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ ایسے نہیں۔ اس کے لئے تمہیں میری دو شرطیں پوری کرنی ہوں گی۔ اگر تم میری شرطیں پوری کر دو گے تو میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔ میں تمہیں اس میک اپ کا راز بتا دوں گی۔ بصورت دیگر تم مجھ

اسے ان کی حقیقت کا تو علم ہو ہی گیا تھا۔ مگر ان کا میک اپ اس کے آڑے آ گیا تھا اور اگر اس دوران شاگل یہاں آ جاتا اور پھر وہ واقعی ان سب کو اسی طرح بے ہوشی کی حالت میں ہی ہلاک کر دیتا۔

قدرت نے ان کی مدد کرتے ہوئے اس نوجوان کے تجسس کو بیدار کر دیا تھا کہ ان کے میک اپ کا راز جاننے کے لئے وہ مجبور ہو کر خود ہی اسے ہوش میں لے آیا تھا۔ ورنہ شاید اس کی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آنکھیں عالم بالا میں ہی جا کر کھلتیں۔

”تمہارا نام کیا ہے۔“ — جولیا نے اس بار بڑے پرسکون اور پر اعتماد لہجے میں کہا۔

”کیوں۔ میرا نام پوچھ کر کیا کرو گی۔ بہر حال۔ میرا نام شرمان ہے۔“ — شرمانے کہا۔

”مسٹر شرمان۔ تم نے میرے سامنے جو اتنی لمبی جوڑی تقریر کی ہے۔ مجھے تمہاری کسی بات کی کوئی سمجھ نہیں آئی ہے۔ لیکن بہر حال تم شاید اس غلط فہمی میں ہو کہ میں اور میرے ساتھی میک اپ میں ہیں۔ یہ غلط

ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی میک اپ میں نہیں ہے۔ تم خود کو اینٹی میک اپ ایکسپرٹ بتا رہے ہو۔ اگر ہم میک اپ میں ہوتے تو اب تک

ہمارے اصلی چہرے تمہارے سامنے آ چکے ہوتے۔ تمہاری ہنرمندی اگر تمہارے کسی کام میں نہیں آئی تو اس کا مطلب صاف ہے کہ ہم

میک اپ میں نہیں ہیں۔“ — جولیا نے کہا۔

”میری نظریں دھوکہ نہیں کھا سکتیں۔ یہ درست ہے کہ میں تمہارے

سوری۔ جب تک تم میری شرطیں پوری نہیں کرو گے۔ میں کسی سوال کا جواب نہیں دوں گی۔“ جولیا نے سپاٹ لگا کر کہا۔

”تمہارا یہ آخری فیصلہ ہے۔“ شرما نے کہا۔

”میں۔ آزما دیکھو۔“ جولیا نے کہا۔

”اب میں تمہارا اس قدر بھیا تک اور خوفناک حشر کروں گا تو کیا تمہارا رواں رواج میرے سامنے بولنے پر مجبور ہو جائے گا؟ تیزاب لا کر تمہارے ہاتھوں پیروں اور تمہارے چہرے پر ڈال دوں گا۔ تمہارا یہ خوبصورت میک اپ زدہ چہرہ جب گل سڑ جائے گا تو دیکھو گا کہ کس طرح تمہارا میک اپ برقرار رہتا ہے۔“ شرما غصیلے لہجے میں کہا اور تیزی سے ایک طرف مڑ گیا۔

”بزدل۔“ جولیا نے غرا کر کہا اور اس کی بات سن کر شرما ہلکے سے رک گیا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف مڑا۔

”بزدل۔ تم نے مجھے بزدل کہا۔“ شرما نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ تم جیسے مرد بزدل ہی نہیں بلکہ نامرد بھی ہوتے ہیں جو اس طرح باندھ کر ان پر بیہانہ تشدد کرتے ہیں۔ تمہارے ہاتھ پر چھایا ہوا خوف مجھے صاف دکھائی دے رہا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ میں نے مجھے آزاد کر دیا تو میں قہر بن کر تم پر ٹوٹ پڑوں گی اور تم میرے ہاتھوں بے موت مارے جاؤ گے۔ ایک لڑکی کے ہاتھوں

پر یا میرے ساتھیوں پر اذیتوں کے پہاڑ بھی توڑ دو گے تو کچھ نہیں پاؤ گے۔ ہماری خاموشی کو توڑنا تمہارے لئے مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔“ جولیا نے کہا۔

”شرطیں۔ اوہ۔ کیا شرطیں ہیں تمہاری۔“ شرما نے ہونٹوں کو سکڑتے ہوئے کہا۔

”پہلی شرط تو یہ ہے کہ جس طرح تم نے انجکشن لگا کر مجھے ہوڑ دلیا ہے۔ اسی طرح میرے ساتھیوں کو ہوش میں لے آؤ۔ میں جو کچھ بتاؤں گی ان کے سامنے بتاؤں گی۔“ جولیا نے کہا۔

”اور دوسری شرط۔“ شرما نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”مجھے ان زنجیروں سے آزاد کر دو۔ میں ایک بے ضرر سی لڑکی ہوں۔ تمہیں بھلا مجھ سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ میرے ساتھیوں کو بے شک تم اسی طرح بندھا رہے دینا۔“ جولیا نے بڑے سادہ لہجے میں کہا۔

”کیا تم مجھے بے وقوف سمجھتی ہو۔“ شرما نے غرا کر کہا۔

”نہیں۔ میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا۔“ جولیا نے کہا۔

”دیکھو مس جولیا۔ تم میرے صبر کا امتحان لے رہی ہو۔ اگر میں نے صبر کا دامن چھوڑ دیا تو تم اور تمہارے ساتھیوں کے لئے بہت برا ہو گا۔ چیف کسی بھی وقت یہاں پہنچ سکتا ہے اور میں اس کے آنے سے پہلے ہر صورت میں تمہاری زبان کھلوانا چاہتا ہوں۔“ شرما نے غراتے ہوئے کہا۔

”جولیا نے کہا۔

”وزنہ۔ وزنہ کیا۔“ شرمانے غصے کی شدت سے کانپتے ہوئے

”جانے دو۔ تم جیسے بزدل کے میں منہ لگنا پسند نہیں کرتی۔ جاؤ اور تیزاب کی بوتل لاؤ اور سارا تیزاب لا کر مجھ پر گرا دو۔ اگر تم نے منہ سے ہلکی سی سسکاری بھی سن لی تو سمجھ لینا کہ میں جو کہہ رہی ہوں وہ غلط نہیں ہے۔“ جولیا نے اسے غصے میں آتے دیکھ کر فوراً اس کی نفسیات پر حملے کرتے ہوئے کہا۔ شرما جیسے انسان غصہ کرنے پر یا تو فوراً ہتھے سے اکھڑ جاتے تھے یا پھر غصے سے پاگل ہو کر کام کر جاتے تھے جس کا گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

”تیزاب۔ نہیں۔ اب میں تیزاب سے نہیں۔ اپنے ہاتھوں سے ہارے نکلے کروں گا۔ میں تمہیں آزاد کر کے جب تک اپنے ہاتھوں سے تمہاری ساری ہڈیاں نہیں توڑ دوں گا اب اس وقت تک مجھے چین میں آئے گا۔“ شرمانے جولیا کی چال میں آتے ہوئے کہا۔

”آزاد۔ اور تم مجھے کرو گے۔ ہونہ تم جیسے یہ کام نہیں کرتے وزنہ کا دم نکل جاتا ہے۔“ جولیا نے اس کے غصے کو مزید ہوا دیتے ہوئے کہا۔ اب تو شرما جیسے سچ مچ غصے سے پاگل ہو گیا۔ وہ دھم دھم گھٹن پر پاؤں مارتا ہوا تیزی سے جولیا کے عقب میں چلا گیا۔ پھر گھٹنوں کے چھکنے کی آوازیں سنائی دیں۔ دوسرے لمحے جولیا نے اپنے جسم پر بندھی ہوئی زنجیریں ڈھیلی ہوتی ہوئی محسوس کیں۔ اس نے

سے۔“ جولیا نے اسے غصہ دلاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ ت۔ تم۔ مجھے شرما دی گریٹ کو بزدل کہہ رہی ہو اور تمہیں میرے چہرے پر موت کا خوف نظر آ رہا ہے۔“ جولیا نے یلکھت پھٹ پڑنے والے انداز میں کہا۔

”شرما دی گریٹ نہیں۔ بزدل۔ خوفزدہ اور ڈرپوک شرما کہو۔“ جولیا نے اسے مزید غصہ دلایا اور اس کی بات سن کر شرما کا چہرہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا اور اس کی آنکھیں جیسے انگارے برسانے لگیں۔

”ت۔ تم۔ تم۔ تمہاری یہ جرات۔ تم مجھے لاکار رہی ہو۔ تم مجھے نہیں جانتی۔ میرے سامنے بڑے بڑے سوراخوں کا بھی دم نکل جاتا ہے بڑے سے بڑا بد معاش اور ماسٹر فاسٹرز تک میرے سامنے گھٹنے ٹیک جاتے ہیں۔“ شرمانے کہا۔

”تمہاری جسامت اور تمہارے ہاتھ پاؤں دیکھ کر تو نہیں لگتا کہ تم نے آج تک ایک چڑیا بھی ماری ہو۔“ جولیا نے کہا اور اس کی بات سن کر شرما کے جسم پر لرزہ سا طاری ہو گیا۔ شدید غصے کے عالم میں وہ کانپ رہا تھا جیسے اس کا بس نہ چل رہا ہو اور وہ جولیا کے نکلے ہوئے

”تم۔ تم میری توہین کر رہی ہو لڑکی۔“ شرمانے دہاڑے ہوئے کہا۔

”تمہارے اس چیخنے دہاڑنے سے میں ڈرنے والی نہیں ہوں مجھے اور میرے ساتھیوں کو زنجیروں سے جکڑ کر تم اس طرح دہاڑنا

پوچھا۔

”میں نے ایک گھنٹہ قبل اطلاع دی تھی۔ اگر وہ تیز رفتار پہلی کا پٹر پر بھی یہاں آئے تو انہیں یہاں آتے آتے ابھی مزید دو گھنٹے ضرور لگ جائیں گے۔ اودہ۔ مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو۔“ — شرمانے کہتے کہتے اچانک چونک کر کہا۔

”کچھ نہیں۔ ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔“ — جولیا نے مسکرا کر کہا۔

”ہونہ۔ تم ضرورت سے کچھ زیادہ ہی چالاک بننے کی کوشش کر رہی ہو۔“ — شرمانے غرا کر کہا۔

”ارے نہیں۔ اگر تمہیں مجھ سے ڈر لگ رہا ہے تو باہر سے کسی ساتھی کو بلا لو۔“ — جولیا نے کہا۔

”ساتھی۔ ہونہ۔ میرا یہاں کوئی ساتھی نہیں ہے۔“ — شرمانے سر جھٹک کر کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا تم یہاں اکیلے ہی رہتے ہو۔“ — جولیا نے چونک کر جان بوجھ کر حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”میں یہاں نہیں رہتا۔ یہ میرا خفیہ عارضی ٹھکانہ ہے۔“ — شرمانے جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ باتونی ہونے کے ساتھ ساتھ ذہنی طور پر بھی ڈسٹرب معلوم ہو رہا تھا جو جولیا کی باتوں کا سوچے سمجھے بغیر جواب دے رہا تھا اور ایسے افراد کو ہینڈل کرنے کا فن جولیا بخوبی جانتی تھی۔

ہاتھ پیر ہلا کر اپنے گرد بندھی ہوئی زنجیروں کو ہٹایا اور تیزی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اسی لمحے شرما تیز تیز چلتا ہوا اس کے سامنے آ گیا۔

”لو۔ میں نے کر دیا ہے تمہیں آزاد۔ اب میرے ہاتھوں اپنی ہڈیاں تڑوانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ — شرمانے غراتے ہوئے کہا۔

”میرے ساتھیوں کو بھی ہوش میں لے آؤ۔ میں ان سب کو بھی دکھانا چاہتی ہوں کہ تم جیسا سورما ایک نازک لڑکی کے ہاتھوں کس طرح اپنی درگت بنواتا ہے۔“ — جولیا نے کہا تو شرما چند لمحے سوچتا رہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تمہاری یہ خواہش بھی پوری کر دیتا ہوں۔

تمہارے ساتھیوں کو ہوش میں لا کر میں ان کے سامنے تمہاری ہڈیاں توڑوں گا۔ تمہارا میرے ہاتھوں بھیا تک انجام دیکھ کر ان کی آنکھیں بھی کھل جائیں گی اور پھر کسی میں اتنی ہمت نہیں ہوگی کہ وہ مجھ سے ایسی بات کر سکے۔“ — شرمانے فاخرانہ لہجے میں کہا۔ پھر وہ تیز تیز چلتا ہوا الماری کی طرف بڑھا۔

اس نے الماری کھولی اور اس میں سے ایک شیشی اور ایک انجکشن نکال لیا۔ اور پھر واپس آ کر اس نے ان سب کو انجکشن لگانے شروع کر دیے۔ جولیا دور کھڑی اسے انجکشن لگاتے دیکھ رہی تھی۔

”لو۔ اب دس منٹ کے اندر اندر ان سب کو ہوش آ جائے گا۔“ — شرمانے کہا اور انجکشن اور شیشی کو ایک کونے میں اچھال دیا۔

”شائگل کے یہاں آنے میں کتنا وقت لگے گا۔“ — جولیا نے

”پھر تو یہ ٹھکانہ۔ شہری آبادی سے الگ۔ تھلگ اور خاموش مقام پر ہوگا۔“ جولیا نے عام سے انداز میں کہا۔

”ہاں۔ ہم شہری آبادی سے بہت دور ہیں۔ یہاں سے تھوڑی دور ساماگا کا جنگل ہے۔ اور اس طرف مخصوص لوگوں کے سوا اور کوئی نہیں آسکتا۔“ شرمانے کہا۔

”ساماگا جنگل۔ اوہ۔ تو تم ہمیں ساماگا جنگل کے نزدیک لے آئے ہو۔“ جولیا نے چونک کر کہا۔

”ہاں۔ کیوں۔ جنگل کا نام سن کر ڈر گئی ہو کیا۔“ شرمانے مسکرا کر کہا۔

اسی لمحے صفدر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ خود کو اور اپنے ساتھیوں کو بندھا ہوا دیکھ کر ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر جیسے اس کی سمجھ میں ساری بات آگئی کہ ان کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ البتہ جولیا کو ایک اجنبی کے ساتھ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ضرور حیرانی لہرا رہی تھی۔

”مس جوزفین۔ یہ سب کیا ہے۔ ہمیں یہاں کس نے باندھا ہے اور یہ۔“ صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس کا نام شرما ہے اور یہ کافرستانی سیکرٹ سروس کا آدمی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ہم پاکیشیائی جاسوس ہیں۔ اور ہم نے میک اپ کر رکھے ہیں۔ اس نے ہمیں بے ہوش کر کے یہاں لا کر باندھ دیا تھا۔“ جولیا نے کہا اور پھر وہ اسے ساری تفصیل بتاتی چلی گئی۔

”ہونہہ۔ ہم نہ تو میک اپ میں ہیں اور نہ ہی ہمارا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے۔ اسے ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔“ صفدر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”یہی میں اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں۔“ جولیا نے کہا۔ اسی لمحے ایک ایک کر کے باقی سب کو بھی ہوش آتا چلا گیا۔

”تم نے تو کہا تھا کہ اگر میں تمہارے ساتھیوں کو ہوش میں لے آؤں اور تمہیں آزاد کر دوں تو تم مجھے سب کچھ بتا دو گی۔“ شرما نے غصیلے لہجے میں جولیا سے کہا۔

”کیا بتا دوں گی۔“ جولیا نے مسکرا کر کہا۔

”یہی کہ آخر تم لوگوں نے ایسے کون سے میک اپ کر رکھے ہیں اور وہ داش کیسے ہو سکتے ہیں۔“ شرما نے غصے سے کہا۔

”کیوں مسٹر گروچ۔ بتا دوں اسے۔“ جولیا نے مسکرا کر صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر شرما نے چونک کر

اس کی طرف دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی اور وہ اچھل کر ایک دھماکے سے پیچھے جاگرا۔ جولیا نے اچانک زور دار لالت اس کے سینے پر مار دی تھی۔

”قت۔ تم نے مجھ سے دھوکہ کیا۔ میری لاعلمی کا فائدہ اٹھا کر تم نے مجھ پر وار کیا ہے۔ اب تمہیں میرے ہاتھوں سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ میں تمہارے ٹکڑے اڑا دوں گا۔“ شرما نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور ماہر جمناسٹک کی طرح تیزی سے ٹیم قلابازی کھانے

سنجھ چکی تھی۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے الٹی قلابازی کھا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور چونکہ شرما چھلانگ لگا چکا تھا۔ اس لئے سنجھ نہ سکا اور گھٹنوں کے بل پورے زور سے زمین سے ٹکرا گیا۔ اس کے منہ سے بے اختیار چیخیں نکل گئی تھیں۔

”اب اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ مسٹر فاسٹر۔ تم نے اپنا پورا زور لگا لیا ہے۔ اب سنبھلو۔“ جولیا نے غرا کر کہا اور پھر جیسے ہی شرما اچھل کر کھڑا ہوا۔ جولیا نے یلخت جمپ لگا کر قلابازی کھائی۔ اسے قلابازی کھاتے دیکھ کر شرما تیزی سے اس کی طرف بڑھاتا کہ اسے ہوا میں اچھلتے ہوئے ضرب لگا کر عقبی دیوار سے دے مارے لیکن جولیا کا قلابازی کھاتا ہوا جسم ایک لمحے کے لئے رکا اور وہ ہوا میں کسی لٹو کی طرح گھوم گئی اور اس بار شرما کے حلق سے پھر زوردار چیخ نکلی اور وہ اسی طرح اڑتا ہوا دیوار کے قریب فرش پر جا گرا۔ جیسے کسی نے گیند اچھال دی ہو۔

جولیا نے فضا میں گھومتے ہوئے زوردار انداز میں اس کے سینے پر ٹانگیں ماردی تھیں اور خود قلابازی کھا کر پیروں کے بل کھڑی ہو گئی اور پھر وقت ضائع کئے بغیر فلائنگ کلک مارنے والے انداز میں اچھلی لیکن شرما یلخت کروٹ بدل گیا اور ساتھ ہی اس نے دونوں ٹانگیں اٹھا کر جولیا کی ٹانگوں پر ماردیں۔ جولیا گھوم کر فرش پر جا گری۔ نیچے گرتے ہی وہ ایک بار پھر قلابازی کھا کر سیدھی ہوئی تو شرما بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اب دونوں ایک بار پھر آمنے سامنے تھے۔

والے انداز میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور دوسرے لمحے جیسے بجلی چمکتی ہے اسی طرح وہ حرکت میں آیا اور جولیا کی پسلیوں پر زوردار ضرب لگاتا ہوا اس کے دائیں طرف جا کھڑا ہوا۔

جولیا اس خوفناک ضرب سے اچھل کر بائیں طرف جا گری اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتی شرما نے اس کی کنپٹی پر ایک اور خطرناک ضرب لگا دی۔ شرما واقعی بجلی بنا ہوا تھا۔ جولیا کو واقعی جیسے اندازہ نہ تھا کہ شرما اس قدر پھرتی اور مہارت کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ کنپٹی پر لگنے والی ضرب نے اس کے ذہن میں رنگ برنگی پھلجھڑیاں سی بکھیر دی تھیں اور اسی لمحے شرما نے اچھل کر اس کے پیٹ میں دونوں پیر مارے اور جولیا کا سانس رک گیا۔ وہ بری طرح سے سرمارنے لگی۔

شرما واقعی اس پر حاوی ہو گیا تھا۔ اس نے جولیا کو تھوڑا سا بھی رد عمل ظاہر کرنے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔ جولیا نے اپنے جسم کو سکیڑ کر اوپر اٹھایا تو اس کا رکا ہوا سانس بحال ہو گیا۔ اسی لمحے شرما نے ایک بار پھر اس کی پسلیوں پر بھرپور ضرب لگائی اور جولیا کروٹیں لیتی ہوئی چند گز دور چلی گئی۔

شرما پر جیسے وحشت سی سوار ہو گئی تھی۔ صفدر اور اس کے ساتھی سانس روکے یہ سب دیکھ رہے تھے۔ تنویر کا تو جیسے بس ہی نہیں چل رہا تھا کہ وہ زنجیروں سے آزاد ہو کر اس شرما کے ٹکڑے اڑا دیتا۔ ادھر شرما نے جولیا کے لڑھکتے ہی اونچی چھلانگ لگائی اور اڑتا ہوا گھٹنوں کے بل اس کی ریڑھ کی ہڈی کا مہرہ توڑنے کے لئے نیچے آیا۔ لیکن اب جولیا

ار سے نکلایا۔ اس بار جیسے ہی اس کا سر دیوار سے ٹکرایا وہ بے دم ہو کر وہیں گرنا چلا گیا۔

”بہت خوب مس جولیا۔ بڑا زبردست مقابلہ کیا ہے آپ نے۔ شروع میں تو واقعی ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ آپ پر حاوی ہو جائے گا۔“ کراشی نے کہا۔

”کیا یہ مر چکا ہے۔“ صفر نے پوچھا۔

”نہیں۔ شاید بے ہوش ہوا ہے۔“ جولیا نے اس کی سانسیں

چاتی دیکھ کر کہا۔

”گردن پر پاؤں رکھ کر اس کی گردن کی ہڈی توڑ دو۔“ تنویر

نے غرا کر کہا۔

”نہیں۔ تم جانتے ہو میں بے بس اور بے ہوش انسانوں پر ہاتھ

نہیں اٹھاتی۔“ جولیا نے منہ بنا کر کہا اور قدم اٹھاتی ہوئی ان

کے پاس آگئی۔ پھر اس نے سب سے پہلے صفر کے عقب میں آ کر

اس کی زنجیریں کھولیں۔ صفر نے آزاد ہو کر جولیا کے ساتھ مل کر

دوسرے ساتھیوں کو بھی کھول دیا۔

”اس سے پہلے کہ یہاں شاگل اپنے مسلح افراد کے ساتھ آجائے۔

ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ آپ نے بتایا ہے کہ ہم ساماگا

جنگل کے نزدیک ہی ہیں۔ اگر ہم جنگل میں چلے جائیں گے تو وہاں

شاگل کا ہمیں تلاش کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اور پھر ہم نے اسی جنگل

میں جا کر اپنا مشن بھی پورا کرنا ہے۔“ کراشی نے کہا۔

جولیا اور اس کے ساتھیوں کو احساس ہو چکا تھا کہ شرما واقعی مارشل آرٹس میں بے پناہ مہارت رکھتا ہے۔ اس میں حیرت انگیز پھرتی اور چستی بھی ہے۔

اسی لمحے شرما نے اچھل کر ایک بار پھر جولیا پر چھلانگ لگائی لیکن جولیا تیزی سے ایک طرف ہو گئی۔ مگر اسی لمحے شرما نے اپنے جسم کو ہوا میں کسی ماہر بازی گر کی طرح موڑا اور اس کی زور دار کک جولیا کے پہلو پر پڑی اور جولیا اچھل کر رول ہوتی ہوئی گر گئی۔

”سنجھل کر۔ مس جوزفین۔“ تنویر نے اسے گرتے دیکھ کر چیختے ہوئے کہا۔

”خاموش رہو۔“ جولیا نے فوراً اٹھ کر اس کی طرف دیکھتے

ہوئے غرا کر کہا۔ اسی لمحے شرما نے اچھل کر ایک بار پھر چھلانگ لگائی

مگر اس بار جولیا اپنی ایڑیوں پر گھوم گئی اور پھر جیسے ہی شرما اس کے

قریب سے گزرا اس کے دونوں ہاتھ حرکت میں آئے اور شرما چیختا ہوا

دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا جولیا جمناسٹک کے انداز

میں قلابازی کھا کر عین اس کے سر پر پہنچ گئی۔ دوسرے لمحے اس نے

ٹانگ گھمائی اور اس کی گھومتی ہوئی ٹانگ شرما کے عین سر پر پڑی۔ شرما

کے حلق سے ایک زور دار چیخ نکلی۔ جولیا کی ٹانگ کھا کر اس کا سر

پوری قوت سے دیوار سے ٹکرا گیا تھا۔ جس سے اس کے ذہن میں رنگ

برنگی چنگاریاں سی ناچ اٹھیں۔ وہ اٹھا مگر جولیا نے ایک بار پھر اسی

انداز میں اس کے سر پر ایک اور ٹھوک مار دی اور شرما کا سر ایک بار پھر

سر ہلا کر کہا۔ صفدر نے بے ہوش شرما کو اٹھا کر ایک فولادی کرسی پر بٹایا اور اسے ان زنجیروں میں جکڑنا شروع کر دیا اسے اچھی طرح جکڑ کر وہ سب تہہ خانے سے باہر نکل آئے۔ ایک راہداری سے گزر کر وہ پرمیاں چڑھ کر اوپر آئے۔ یہ ایک پرانی حویلی نما جگہ تھی جہاں ہر طرف سبز پنٹ کیا گیا تھا۔

”تنویر چھت پر جا کر دیکھو۔ ہم جنگل سے کتنی دور ہیں اور جنگل یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے۔“ جولیا نے کہا تو تنویر سر ہلا کر تیزی سے باہر موجود ان زینوں کی طرف بڑھ گیا جو چھت کی طرف جا رہے تھے۔ شام ہو رہی تھی اور چونکہ یہ سردیوں کے دن تھے اس لئے شام ہی اندھیرا پھیلنا شروع ہو جاتا تھا۔ لیکن ابھی چونکہ شام کا آغاز ہوا تھا اس لئے تنویر اوپر جا کر ارد گرد اور دور نزدیک کا ماحول آسانی سے چیک کر سکتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں تنویر واپس آ گیا۔ اس نے بتایا کہ جنگل یہاں سے مغربی سمت میں ہے اور اگر وہ اس طرف پیدل جائیں تو وہاں پہنچتے پہنچتے انہیں ایک گھنٹہ لگ جائے گا اور یہ علاقہ خاصا پرانا ہے۔ ارد گرد بے شمار مکانات اور حویلیاں ہیں جو ویران اور بالکل کھنڈر ہو چکی ہیں۔ ان کھنڈروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے وہ جنگل میں پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے انہیں اندھیرا ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا۔ حویلی میں وہ ایسبولینس بھی موجود تھی جس میں شرما انہیں وہاں لایا تھا۔ لیکن اگر وہ اس ایسبولینس میں جنگل کی طرف جانے کی کوشش کرتے تو

”شاگل کے یہاں آنے میں ابھی دیر ہے۔ جنگل میں ہم چلے تو جائیں مگر نہ ہمارے پاس کوئی اسلحہ ہے اور نہ ایسا سامان جو جنگل میں ہمارے کام آ سکے۔“ صفدر نے کہا۔

”یہ سیکرٹ سروس کا خفیہ اڈہ ہے۔ ہو سکتا ہے ہمیں یہاں اسلحہ اور دوسرا سامان مل جائے۔“ جولیا نے کہا۔

”اس کے لئے تو ہمیں اس ساری عمارت کو چیک کرنا پڑے گا اور اگر یہاں اسلحہ ہوا بھی تو یقیناً کسی خفیہ کمرے میں ہو گا۔“ کیپٹن کھیل نے کہا۔

”اور ہمیں اس خفیہ کمرے کو تلاش کرنا ہے۔“ تنویر نے کہا اور پھر وہ اس الماری کی طرف بڑھا جہاں سے شرما نے انجکشن نکالا تھا۔ الماری کھلی تھی۔ تنویر نے اسے چیک کیا تو اس کے خفیہ خانوں سے اسے مشین پمپل، مشین گنتیں، ہینڈ گرنیڈ اور دوسرا بہت سا سامان مل گیا جو ان کے کام آ سکتا تھا۔

”لو۔ ہمیں کہیں اور جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ سب کچھ یہاں موجود ہے۔“ تنویر نے کہا تو وہ سب تیزی سے الماری کی طرف آ گئے اور انہوں نے الماری سے سامان باہر نکالنا شروع کر دیا۔ الماری کے ایک اور خفیہ خانے سے انہیں دو طاقتور ٹائم بم بھی مل گئے۔ ”یہ سارا اسلحہ شاید انہوں نے وقت ضرورت کے لئے یہاں سٹور کر رکھا تھا۔“ کراسٹی نے کہا۔

”ہاں۔ اور اب یہ ہمارے کام آئے گا۔“ تنویر نے اثبات

وہ آسانی سے جنگل میں موجود مسلح افراد کی نظروں میں آسکتے تھے۔

چنانچہ انہوں نے ایک گھنٹہ مزید وہاں گزارا اور جب اندھیرا

ہو گیا تو وہ حویلی کی سائیڈ کی دیواریں پھلانگ کر باہر نکل آئے اور پھر

وہ دور تک پھیلے ہوئے ٹوٹے پھوٹے مکانوں اور کھنڈروں کی آڑ لیتے

ہوئے جنگل کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

کرنل یادیو کو کلب میں موجود اس کے ایک منجر نے اطلاع دی

کہ تین اجنبی فائٹر وائٹ کلب میں آئے ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف

دور کے دس مسلح افراد کو ہلاک کر دیا تھا بلکہ ان میں سے ایک آدمی

نے وہاں اپنا تعارف بلیک ڈان کے طور پر کرایا تھا۔ اس نے رام

کو بھی بری طرح سے چت کر دیا تھا۔

کرنل یادیو کے اس آدمی کا نام راجیش ورما تھا اور راجیش ورما

لاق سے اکیمریمیا کے بلیک ڈان سے بخوبی واقف تھا۔ اس نے جب

اکہ نو جوان خود کو بلیک ڈان بتا رہا ہے تو اس کا ماتھا ٹھنکا اور اس نے

را کرٹل یادیو کو اطلاع دے دی۔

کرنل یادیو نے جب ان تینوں کے حلیے اور قد و قامت کے بارے

میں پوچھا تو راجیش ورما نے اسے ان کے حلیے اور ان کے قد و قامت

کے بارے میں بتا دیا۔ عمران کا قد و قامت سن کر کرنل یادیو کو یقین ہو

کوساتھ لیا اور سیڑھیاں پھلانگتا ہوا جلد ہی رام دیر کے دفتر کے پہنچ گیا۔

”س۔“ اچانک قریب کھڑے راجیش درما نے کرنل یادو کو بھونک کر کہا تو کرنل یادو نے مڑ کر اس کی طرف تیز نظروں سے دیکھا۔

”بولو۔“ کرنل یادو نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
”باس۔ میں آپ کو رام دیر کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔“
نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

”کیا بتانا چاہتے ہو۔“ کرنل یادو نے چونک کر کہا۔
”آپ ایک منٹ اس طرف آ کر میری بات سن لیں۔ پلیز۔ ایک اہم بات ہے جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔“ راجیش درما نے کہا۔ کرنل یادو چند لمحے اسے غصیلی نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے دیر کو دروازے سے ہٹ کر ایک طرف آ گیا۔

”بولو۔ کیا بتانا چاہتے ہو تم مجھے رام دیر کے بارے میں۔“ کرنل نے اسے غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”باس۔ رام دیر کوئی عام آدمی نہیں ہے۔ اس کا تعلق کرنل تریپاٹھی سے ہے۔“ راجیش درما نے کہا اور اس کے منہ سے کرنل تریپاٹھی کا نام سن کر کرنل یادو بری طرح سے اچھل پڑا۔

”کیا۔ کیا۔ کرنل تریپاٹھی۔ کیا مطلب۔ رام دیر کا کرنل تریپاٹھی سے تعلق۔“ کرنل یادو نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

گیا کہ لامحالہ یہ عمران اور اس کے ساتھی ہی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ نے فوراً اپنے ساتھ بے شمار مسلح افراد کو لیا اور انہیں لے کر وائٹ پہنچ گیا۔

وائٹ کلب میں آ کر کرنل یادو راجیش درما سے ملا اور اس کو کرنل یادو کو بتایا کہ اس نو جوان سے رام دیر اس قدر مرعوب ہو گیا کہ اس نے اسے اپنا دوست بنا لیا ہے اور خاص طور پر بلیک ڈان کا کام کر رام دیر تو جیسے ان کے سامنے بچھا جا رہا تھا اور وہ ان تینوں کو اپنے مخصوص دفتر میں چلا گیا ہے۔

کرنل یادو نے کاؤنٹر پر موجود کاؤنٹر گرل سے فوری طور پر رام دیر سے بات کرانے کے لئے کہا۔ کاؤنٹر گرل نے رام دیر سے بات کی اور پھر کرنل یادو رام دیر کا جواب سن کر شدید غصے میں آ گیا۔ اس نے رام دیر کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ اگر وہ پانچ منٹ میں ان تینوں کو لے کر کمرے سے باہر نہ آیا تو وہ اوپر آ جائے گا اور پھر وہ اس کے خلاف کارروائی کرے گا اس کی ساری ذمہ داری اسی پر ہوگی۔

کرنل یادو کے ساتھ بیس مسلح افراد تھے۔ اس نے پانچ منٹ انتظار کیا اور جب رام دیر نہ نیچے آیا اور نہ ہی اس کے دفتر کا دروازہ کھلا تو کرنل یادو کے دماغ میں جیسے چنگاریاں سی بھر گئیں۔

”ہونہ۔ لگتا ہے رام دیر میں کچھ ضرورت سے زیادہ ہی اکھڑ پن موجود ہے۔ اور میں ایسے اکھڑ اور ہدمزاج لوگوں کا غرور توڑنا جانتا ہوں۔ آؤ میرے ساتھ۔“ کرنل یادو نے کہا۔ اس نے اپنے

”باس۔ گلتا ہے اندر سے رام دیر نے دروازہ سیلڈ کر دیا ہے تاکہ کسی طرح اندر نہ جاسکیں۔“ —راجیش ورمانے کہا۔
 ”اوہ۔ اب کیا کروں۔ ایک تو یہ کلب کرنل ترپاٹھی کا ہے۔ دوسرا دیر اس کا بھائی ہے اور تیسرے نمبر پر اب رام دیر نے اندر سے اوہ بھی سیلڈ کر دیا ہے۔“ —کرنل یادو نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”باس۔ اس کے لئے آپ کرنل ترپاٹھی سے بات کر لیں۔ اگر آپ ان سے کہیں گے تو وہ یقیناً آپ کی مدد کریں گے۔“ —راجیش ورمانے کہا۔

”کرنل ترپاٹھی سے۔ اوہ مگر۔ میں اس سے کیسے بات کر سکتا ہوں۔ اس کا تو میرے پاس کوئی رابطہ نمبر بھی نہیں ہے۔“ کرنل یادو نے پریشان کے عالم میں کہا۔

”میرے پاس اس کا ایک نمبر ہے باس۔“ —راجیش ورمانے کہا۔

”اوہ۔ گڈ۔ دیری گڈ۔ کہاں ہے وہ نمبر۔ مجھے بتاؤ۔ میں کرنل ترپاٹھی سے بات کروں گا۔“ —کرنل یادو نے کہا تو راجیش ورمانے جیب سے ایک انڈیکس بک نکالی جبکہ کرنل یادو نے جیب سے اپنا فون نکال لیا۔ پھر اس نے راجیش ورما کا بتایا ہوا نمبر ملایا۔

”لیس۔“ —رابطہ ملتے ہی دوسری طرف سے ایک انتہائی گرجت آواز سنائی دی۔

”یہ کلب کرنل ترپاٹھی کی ذاتی ملکیت ہے باس اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ رام دیر کرنل ترپاٹھی کا چھوٹا بھائی ہے۔“ —راجیش ورمانے کہا تو کرنل یادو کے چہرے پر ہوائیاں سی اڑنے لگیں۔
 ”اوہ۔ اوہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ رام دیر، کرنل ترپاٹھی کا بھائی ہے۔“ —کرنل یادو نے گھبراہٹ اور پریشانی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

”لیس باس۔ اور یہ بات یہاں بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے۔“ —راجیش ورمانے کہا۔

”اوہ۔ تب ہی یہ رام دیر اس قدر اکڑتا پھرتا ہے۔ ایسی صورت میں تو ہمارے لئے یہاں شدید مشکلات کھڑی ہو جائیں گی۔ ہم کسی بھی طرح اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔“ —کرنل یادو نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”باس۔“ —اچانک ایک مسلح آدمی نے اسے آواز دیتے ہوئے کہا تو کرنل یادو اور راجیش ورما چونک کر اس کی طرف مڑے اور پھر ان کی نظریں اچانک دروازے پر پڑیں تو وہ دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔ دروازے کے سامنے ایک فولادی دیوار آگئی تھی۔

”اوہ۔ یہ فولادی دیوار۔ یہ کہاں سے آگئی۔“ —کرنل یادو نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور بھاگ کر دروازے کے پاس آگیا۔ جس کے سامنے اب واقعی فولادی دیوار تھی جو اس کا منہ چڑا رہی تھی۔

ہے۔ وہ تینوں بے حد خطرناک انسان ہیں۔ اگر رام ویر صاحب سے الگ نہ کیا گیا تو وہ انہیں ہلاک بھی کر سکتے ہیں۔“ کرنل نے جلدی جلدی کہا۔

”اوہ۔ رام ویر کی جان خطرے میں ہے۔ اوہ۔ بیڈ نیوز۔ تم انتظار میں رام ویر سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے ویر کو اصل صورتحال کا علم ہو گا تو وہ ان ایجنٹوں کو خود ہی تمہارے لئے کر دے گا۔“ دوسری طرف سے کرنل تریپانھی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ بات کر لیں۔ میرا نمبر آپ کی سکرین پر فلیش لیا ہو گا۔ اگر ضرورت پڑے تو مجھے کال کر لیجئے گا۔“ کرنل نے کہا۔

”اوکے۔“ دوسری طرف سے کرنل تریپانھی نے کہا اور ساتھ اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

”ہمارا اسکوڈ ہر جگہ پیش قدمی کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اور ہم چاہیں ایک لمحے میں خاک میں ملا سکتے ہیں۔ مگر چیف نے انڈینٹ اور پرائم منسٹر کی طرح تیسری ہستی کرنل تریپانھی سے ہمیں دور رہنے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کا حکم دے رکھا ہے۔ نہ جانے کیا بلا ہے اور اسے اس قدر اہمیت کیوں دی جا رہی ہے۔“ فون ہوتے ہی کرنل یادو نے ہونٹ پھینچے ہوئے کہا۔

”یس باس۔ کرنل تریپانھی کے نام کا ہوا پورے کافرستان میں پھیلنا ہے۔ مگر وہ کون ہے۔ اور اس کی اہمیت کیا ہے اس کے بارے میں

”کرنل یادو پینٹل گروپ آف کافرستان سیکرٹ سروس بول رہا ہوں جناب۔“ دوسری طرف سے آواز سنتے ہی کرنل یادو نے انتہائی مہذبانہ لہجے میں کہا۔

”پینٹل گروپ۔ کیا مطلب۔“ دوسری طرف سے کرنل تریپانھی نے چونک کر کہا۔

”جناب۔ کافرستان سیکرٹ سروس میں حال ہی میں ایک نیا گروپ بنایا گیا ہے۔ زیرو اسکوڈ۔ یہ اسکوڈ میرے انڈر ہے۔“ کرنل یادو نے کہا۔

”کیوں فون کیا ہے۔“ دوسری طرف سے کرنل تریپانھی نے اسی طرح کرخت لہجے میں کہا۔

میں اس وقت اپنے اسکوڈ کے ساتھ وائٹ کلب میں ہوں۔“ کرنل یادو نے کہا اور پھر وہ کرنل تریپانھی کو وائٹ کلب کی موجودہ سچویشن کی تفصیلات بتانے لگا۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ رام ویر ایک پاکیشیائی ایجنٹ سے مار کھا گیا ہے۔ رام ویر کے سامنے تو آج تک بڑے سے بڑا سورما ایک لمحے سے زیادہ نہیں ٹھہر سکا اور تم کہہ رہے ہو کہ ایک پاکیشیائی ایجنٹ نے بلیک ڈان بن کر رام ویر کو چت کر دیا تھا۔“ دوسری طرف سے کرنل تریپانھی نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

”جناب وہ پاکیشیائی ایجنٹ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ رام ویر صاحب کے دفتر میں ہے۔ رام ویر صاحب نے اندر سے دفتر سیلڈ

سے بے ہوشی کی حالت میں نکال کر لے جا رہے تھے۔“ دوسری طرف سے کرنل ترپاٹھی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”خفیہ راستہ۔ اوہ۔ کیا وہ کسی خفیہ راستے سے نکل گئے ہیں۔“ کرنل یادو نے ایک بار پھر اچھلتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ تہہ خانے کے نیچے رام ویر نے ایک چار کلو میٹر لمبی سرنگ بنوا رکھی ہے تاکہ ایمر جنسی کی صورت میں وہاں سے نکلا جاسکے۔ سرنگ میں ایک تیز رفتار کار بھی ہے۔ تم فوراً حرکت میں آ جاؤ کرنل۔ میں تمہیں اس کار کا نمبر، ماڈل اور اس میں لگے سیشل ٹریکر کا کوڈ بتا دیتا ہوں۔ میں اس کار کو کرشن نگر کی طرف جانے والے راستے کی طرف جاتا دیکھ رہا ہوں۔ تم فوراً ان کے پیچھے جاؤ۔ اور جیسے بھی ہو انہیں کور کرو۔ یاد رکھنا ان کے قبضے میں میرا بھائی رام ویر بھی ہے۔ ان پاکیشیائی ایجنٹوں کا تم نے کیا کرنا ہے یہ تم جانتے ہو۔ مگر میرے بھائی کو کچھ نہیں ہونا چاہئے۔ وہ ہر صورت میں مجھے زندہ چاہئے۔ سمجھ گئے تم۔“ کرنل ترپاٹھی نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

”لیس سر۔ میں سمجھ گیا سر۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ کے بھائی کو کچھ نہیں ہوگا۔ میں ان ایجنٹوں کو گرفتار یا ہلاک کر کے کسی بھی طرح ان کے قبضے سے آپ کے بھائی رام ویر کو بچالوں گا۔“ کرنل یادو نے کہا۔

”گڈ۔ اب دیر مت کرو اور فوراً ان کے پیچھے جاؤ۔ اگر وہ ہاتھ سے نکل گئے تو ان تک پہنچنا محال ہو جائے گا۔“ دوسری طرف

کوئی نہیں جانتا۔“ راجیش ورماتے نے کہا۔

”تم سب اپنی پوزیشنیں سنبھال لو۔ ہو سکتا ہے رام ویر کرنل ترپاٹھی کی بات مان جائے اور رام ویر ان تینوں کو ہمارے حوالے کرنے کے لئے ڈور اوپن کر دے۔“ کرنل یادو نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اپنے مسلح افراد کو حکم دیتے ہوئے کہا تو وہ سب حرکت میں آ گئے اور انہوں نے دو اطراف میں پھیل کر دروازے کی طرف مشین گنتیں تان لیں۔ تقریباً پندرہ منٹوں بعد کرنل یادو کے سیل فون کی گھنٹی بجی تو وہ چونک پڑا۔ سکرین پر کرنل ترپاٹھی کا نمبر دیکھ کر اس نے فوراً اوکے کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگا لیا۔

”لیس سر۔ کرنل یادو ہیئر۔“ کرنل یادو نے بڑے مہذبانہ لہجے میں کہا۔

”کرنل۔ تم نے ٹھیک کہا تھا۔ رام ویر کی زندگی واقعی خطرے میں ہے۔“ دوسری طرف سے کرنل ترپاٹھی کی آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔“ کرنل یادو نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

”میں نے رام ویر سے رابطہ کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر کسی طرح بھی اس سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ تب میں نے رام ویر کو چیک کرنے کے لئے ایک ویرٹل سسٹم آن کیا۔ اس ویرٹل سسٹم کے تحت میں رام ویر کو اس کے آفس میں دیکھ سکتا تھا۔ ویرٹل سکرین پر میں نے رام ویر کو بے ہوش دیکھا۔ وہ تینوں پاکیشیائی ایجنٹ اسے خفیہ راستے

سے کرنل ترپاٹھی نے کہا۔

”یس سر۔ تھینک یو سر۔ آپ نے مجھ ناچیز کے ساتھ تعاون کر کے بے پناہ احسان کیا ہے سر۔ تھینک یو۔ تھینک یو دیری میچ۔“ کرنل یادو نے خوشامدانہ لہجے میں کہا مگر دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔

”چلو۔ جلدی کرو۔ وہ لوگ یہاں سے نکل گئے ہیں۔ فوراً ان کے پیچھے جاؤ۔ وہ کرشن نگر جانے والے راستے پر ہیں۔“ کرنل یادو نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ تو وہ سب بھاگتے ہوئے کلب سے نکلتے چلے گئے۔ کرنل یادو نے فوراً فون کر کے ہیلی کاپٹر کا اسکواڈ وہاں بلا لیا اور پھر وہ ایک گن شپ ہیلی کاپٹر پر سوار ہو کر خود بھی ان کے پیچھے چل پڑا۔

ہیلی کاپٹر دوسرے ہیلی کاپٹروں کے ساتھ اڑتا ہوا سڑک کے متوازی آ گیا تھا۔ کرنل یادو دور بین سے سڑک پر آتی جاتی کاروں کو بغور دیکھ رہا تھا۔ پھر اسے دور وہ کار نظر آ گئی جس کے ماڈل اور نمبر کے بارے میں کرنل ترپاٹھی نے اسے بتایا تھا۔

”کیپٹن۔ دوسرے ہیلی کاپٹر والوں سے کہو کہ وہ چند کلومیٹر آگے چلے جائیں اور آگے جا کر مسلح افراد کو اتار کر ہیلی کاپٹر سڑک پر لا کر سڑک بلاک کر دیں۔ جلدی۔“ کرنل یادو نے پائلٹ سے مخاطب ہو کر کہا اور تو وہ اپنے ٹرانسمیٹر پر دوسرے ہیلی کاپٹر کے پائلٹوں کو ہدایات دینے لگا۔ دوسرے لمحے ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر جن میں مسلح

افراد بھرے ہوئے تھے دائیں بائیں مڑ گئے اور پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر وہ سڑک کی طرف بڑھنے لگے۔ ان کا ہیلی کاپٹر مطلوبہ کار کے اوپر آ گیا تھا۔

”ہیلی کاپٹر نیچے لا کر اس کار کی دائیں طرف لے جاؤ۔“ کرنل یادو نے پائلٹ سے مخاطب ہو کر کہا تو پائلٹ نے ہیلی کاپٹر نیچے لانا شروع کر دیا اور پھر وہ کار کے دائیں طرف آ کر بالکل سڑک کے ساتھ ساتھ اڑنے لگا۔ اب کرنل یادو کار میں موجود تین افراد کو واضح طور پر دیکھ سکتا تھا۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان کے قریب اسے ایک لمبا تڑنگا دیو قامت انسان بے ہوش پڑا دکھائی دے رہا تھا۔

”اوہ۔ یہ بے ہوش آدمی یقیناً رام ویر ہے۔ کرنل ترپاٹھی کا بھائی۔“ کرنل یادو نے کہا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کا ایک مائیک ہاتھ میں لے لیا۔ اور ایک آدمی نے بڑا سا مائیکرو کھڑکی سے باہر نکال دیا۔

”ہیلی کاپٹر کی گن کا رخ اس کار کی طرف کر کے ذرا سا اوپر اٹھا دو۔“ کرنل یادو نے پائلٹ سے کہا تو پائلٹ نے ایک ہین پرپس کر کے ایک لیور کو گھماتا شروع کر دیا۔ سامنے ایک چھوٹی سی سکرین تھی۔ جس پر ایک گن کا خاکہ بنا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور گن کے نیچے ایک کار کا خاکہ بھی نظر آ رہا تھا۔

”یاد رہے۔ جب میں فائرنگ کا کہوں تو گن سے فائرنگ ضرور ہو مگر گولیاں کار کو نہیں لگنی چاہئیں۔ اس کار میں مجرموں کے ساتھ ہمارا ایک اہم آدمی بھی ہے۔ ہمیں ہر صورت اسے ان مجرموں سے بچانا

اس تک نہیں رہی تھی۔ بلکہ اس نے اچانک کار کی سپیڈ بڑھا دی۔ کار کی سپیڈ بڑھتے دیکھ کر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے بھی اپنی دھادی اور وہ بھی کار کے ساتھ ساتھ پرواز کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر یادو کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

ایک۔ ”کرنل یادو نے چیخ کر کہا۔ مگر اس بار عمران نے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

دو۔ ”کرنل یادو نے اور اونچی آواز میں کہا۔ لیکن اس بار عمران نے اس کی طرف توجہ نہ دی تھی۔

تین۔ ”فائر۔“ کرنل یادو نے بری طرح سے چیخ کر کہا۔ پائلٹ نے فائرنگ ہٹن پر یگانہ انگوٹھا پریس کر دیا۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر کے نیچے لگی مشین گن سے بے شمار شعلے نکلے اور کار کی چھت کے اوپر سے گزرتے چلے گئے۔

”ہونہ۔ یہ ڈھیٹ انسان ہے۔ آسانی سے ڈرنے والوں میں سے ہے۔ روک دو فائرنگ۔“ کرنل یادو نے کہا تو پائلٹ فوراً فائرنگ ہٹن سے انگوٹھا اٹھا لیا۔ عمران کے چہرے پر اسے معمولی بھی خوف یا پریشانی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے انداز میں کار ڈرائیو کر رہا تھا جیسے اس نے فائرنگ کی آواز سنی نہ ہو۔

”اب کار کر اپنے ٹارگٹ میں لے لو۔“ کرنل یادو نے ہلچل مچا کر کہا تو پائلٹ نے ایسا ہی کیا۔ سکرین پر نظر کرنے والی کار

ہے۔“ کرنل یادو نے کہا۔

”میں سمجھ گیا سر۔ ایسا ہی ہو گا۔“ پائلٹ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”عمران۔ میں کرنل یادو ہوں۔ تم مکمل طور پر ہماری زد میں ہو۔ اگر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان کی سلامتی چاہتے ہو تو کار روک دو اور خود کو سرنڈر کر دو۔“ کرنل یادو نے مائیک میں بری طرح سے چیختے ہوئے کہا مگر عمران جیسے اس کی آواز سن ہی نہیں رہا تھا۔

”عمران۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔ میں کہہ رہا ہوں کار روک دو۔ ورنہ تم ہٹ کر دیئے جاؤ گے۔“ کرنل یادو نے پہلے سے زیادہ اونچی آواز میں چیختے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور اسے انگوٹھا دکھایا۔ جسے دیکھ کر کرنل یادو کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

”تم شاید مذاق سمجھ رہے ہو عمران۔ روک لو کار۔ ورنہ کار کے ساتھ تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔“ کرنل یادو نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔ جواب میں نوجوان نے اس کی طرف دو انگلیاں کھول کر وکٹری کا نشان بنا کر اپنی طرف اشارہ کیا جیسے وہ کہہ رہا ہو کہ وکٹری اسی کی ہے۔

”لگتا ہے۔ تم ایسے نہیں مانو گے۔ ٹھیک ہے۔ میں تین تک گنوں گا۔ میرے تین کہنے تک اگر تم نے کار نہ روکی تو میں فائرنگ کر دوں گا۔“ کرنل یادو نے گرجتے ہوئے کہا۔ مگر عمران کے سر پر

کے خاکے کے گرد سرخ باکس سا بن گیا تھا اور فلیش ہونے لگا تھا۔
 ”عمران۔ میں نے وارننگ کے طور پر فائرنگ کی تھی مگر تم کار نہیں
 روک رہے۔ اب تمہاری کار فائرنگ رینج پر ٹارگٹ ہے۔ آخری بار کہہ
 رہا ہوں روک لو کار۔ ورنہ اس بار کار کے ساتھ تمہارے بھی پرچے اڑ
 جائیں گے۔“ — کرنل یادو نے ایک بار پھر مائیک پر چیختے ہوئے
 کہا۔ اسی لمحے عمران نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ دوسرے لمحے کرنل
 یادو نے اس کے ہاتھ میں راکٹ گن دیکھی۔ عمران نے راکٹ گن کا
 رخ یکنخت ہیلی کاپٹر کی طرف کر دیا۔

”راکٹ گن۔ اوہ۔ اوہ۔ ہیلی کاپٹر اوپر اٹھاؤ جلدی۔“ — کرنل
 یادو نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس سے پہلے کہ پائلٹ ہیلی
 کاپٹر اوپر اٹھاتا۔ اچانک انہوں نے راکٹ گن سے شعلہ سا نکل کر اپنی
 طرف آتے دیکھا۔ راکٹ کو اپنی طرف آتا دیکھ کر کرنل یادو کے حلق
 سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

عمران نے گن کی نال کار رخ دیکھ کر اندازہ لگا لیا تھا اس کی
 کار ٹارگٹ پر نہیں ہے۔ اگر فائرنگ ہوئی بھی تو گولیاں اس کی کار کے
 اوپر سے گزر جائیں گی۔ پھر وہی ہوا۔ مشین گن سے ٹرٹراہٹ کی
 آوازوں کے ساتھ فائرنگ ہوئی اور گولیاں اس کی کار کی چھت کے
 اوپر سے نکلتی چلی گئیں۔ عمران بڑے اطمینان بھرے انداز میں کار
 ڈرائیو کرتا رہا۔ اس نے کرنل یادو کے چہرے پر جھلاہٹ دیکھی تو
 اس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آگئی۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر کی
 مشین گن ایک بار پھر حرکت میں آئی اور اب اس کے دہانے کا رخ
 کار کی طرف ہو گیا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ اب وہ ٹارگٹ پر ہے۔

”عمران۔ میں نے وارننگ کے طور پر فائرنگ کی تھی۔ مگر تم کار
 نہیں روک رہے۔ اب تمہاری کار فائرنگ رن پر ٹارگٹ ہے۔ راکٹ
 کار۔ ورنہ اس بار کار کے ساتھ تمہارے بھی پرچے اڑ جائیں گے۔“

ایات دیتے ہوئے کہا تو ناثران نے اپنی مشین گن کی نال روڈ پر رکھ دی جبکہ ٹائیگر نے اپنی مشین گن ٹوٹے ہوئے عقبی کے فریم سے لگا دی تھی۔

تیز رفتاری سے سڑک پر موجود مسلح افراد کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ لیکن وہ ابھی تک خاموش تھے۔ کسی نے ان پر فائرنگ نہیں کی۔ کار کا فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہو رہا تھا اور مسلح افراد شاید اس حکم کے منتظر تھے کہ کب انہیں کہا جائے تو وہ تیز رفتاری سے آنے والی کار پر کے دھانے کھول دیں۔ جوں جوں کار ان کے قریب آرہی تھی۔ بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

کار ان سے تقریباً چند سو گز کے فاصلے پر تھی اور پھر ان میں فراتفری سی پھیل گئی۔ تیز رفتار کار کو تیزی سے اپنی طرف آتے ہوئے انہوں نے دائیں بائیں ہوتے ہوئے اچانک کار پر فائرنگ کر دی۔ لیکن وہ چونکہ فراتفری میں فائرنگ کر رہے تھے اس لیے ان کی فائرنگ کی زد میں نہیں آئی تھی۔

جیسے ہی ان کے قریب پہنچی۔ عمران نے بریک پیڈل پر پاؤں میسرنگ دائیں طرف موڑ دیا۔ دوسرے لمحے کار کے تار زور سے بنے اور دوسرے لمحے کار سڑک پر کسی تیز رفتار لٹو کی طرح گھومتے ہوئے ان مسلح افراد کی طرف گھسٹی چلی گئی۔

فائر۔۔۔ عمران نے چیخ کر کہا اور ناثران اور ٹائیگر نے ہاتھ فائرنگ شروع کر دی۔ اور مسلح افراد ان کی فائرنگ سے اپنے

کنٹرل یاد یو کی ایک بار پھر چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ تو عمران نے فوراً گود میں پڑی ہوئی راکٹ گن اٹھائی اور اس کا رخ ہیلی کاپٹر کی طرف کر دیا۔ راکٹ گن والا ہاتھ جیسے ہی اس نے کھڑکی سے باہر نکالا اس نے کنٹرل یاد یو کے چہرے پر بوکھلاہٹ ناچتے دیکھی۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر اوپر اٹھا مگر عمران نے ڈرا سا ہاتھ ترچھا کر کے گن کا ایک سوئچ نما بٹن پیش کر دیا۔ گن سے راکٹ شعلے برساتا ہوا نکلا اور عین ہیلی کاپٹر کے نیچے سے نکلتا چلا گیا اور دور جا کر کھیت میں جا گرا۔ کھیت میں زور دار دھماکہ ہوا اور وہاں شعلے سے بلند ہوتے دکھائی دیے۔ کنٹرل یاد یو نے ہیلی کاپٹر بلند کر لیا تھا اور وہ مڑ کر تیزی سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ جس طرح کنٹرل یاد یو نے جان بوجھ کر اس کی کار کو نشانہ نہیں بنایا تھا اسی طرح عمران نے بھی محض اسے ڈرانے کے لئے راکٹ فائر کیا تھا۔

”ٹائیگر۔ عقبی شیشہ توڑ دو اور ناثران تم فرنٹ سکرین توڑ دو۔“ عمران نے کہا تو ٹائیگر نے مشین گن کا بٹ مار کر عقبی شیشہ توڑ دیا۔ اسی طرح ناثران نے فرنٹ سکرین توڑ دی۔ سامنے سڑک پر بے شمار مسلح افراد نے پوزیشنیں سنبھال رکھی تھیں۔ اور ان کے پیچھے چھ کے چھ ہیلی کاپٹر ایک سیدھ میں سڑک پر کھڑے تھے۔ ان کے پر مسلسل گردش میں تھے۔

”میں مسلح افراد کے قریب جا کر کار کو تیزی سے گھماؤں گا۔ جیسے ہی کار ان مسلح افراد کے قریب پہنچے۔ تم دونوں فائرنگ شروع کر دینا۔ میں راکٹ گن سے ہیلی کاپٹر کو نشانہ بناؤں گا۔“ عمران نے

سلح افراد پر مسلسل فائرنگ کر رہے تھے۔ اسی لمحے عمران نے ہیلو کا گن شپ ہیلی کاپٹر سامنے سے آتا دیکھا۔ جو شاید آگے جا کر کے متوازی آ کر ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دوسرے لمحے اس ہیلو کے نیچے سے آگ کے شعلے سے نکلتے دکھائی دیئے اور سڑک اس کی ایک لکیری بنی ہوئی ان کی طرف بڑھنے لگی۔

عمران نے راکٹ گن ایک طرف رکھی اور ناٹران کی گود میں پڑی اس کی راکٹ گن اٹھالی۔ اسی لمحے گن شپ ہیلی کاپٹر کے نیچے ایک میزائل نکلا اور بجلی کی سی تیزی سے ان کی کار کی طرف بڑھنے لگا۔ ان کی نظریں اس میزائل پر گڑی ہوئی تھیں۔ میزائل شعلے برساتا ہوا برق رفتاری سے آ رہا تھا اور پھر وہ جیسے ہی کار کے نزدیک پہنچا عمران نے کمال مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سٹیرنگ کو دائیں کرتے ہوئے ایک لمحے کے لئے بریک پیڈل فل دبا کر چھوڑ دیا۔ ایک زوردار جھٹکا لگا اور کار کے دائیں طرف کے دونوں ٹائر جھٹکتے چلے گئے اور کار بائیں طرف جھک گئی۔ اسی لمحے میزائل اس کی کار کے دائیں طرف سے نکلتا چلا گیا اور پھر سڑک پر جا کر ہولناک دھماکے کے ساتھ کناروں پر موجود بچے کھینچے زخمی افراد کے بھی ٹکڑے اڑتے چلے گئے۔

دوسرے لمحے ہیلی کاپٹر فائرنگ کرتا ہوا ان کے اوپر سے گزر گیا۔ اس کے کارتر چھٹی کرنے کی وجہ سے کار فائرنگ کی زد سے بھی بچ گئی۔ ہیلی کاپٹر کے اوپر سے گزرتے ہی عمران نے کار کو بریک لگائے

ہی خون میں نہاتے موت کا قص کرتے گرتے چلے گئے۔ لٹو کی طرف گھومتی ہوئی کار سے گولیاں جیسے چاروں طرف برسنے لگیں اور رہتی رہتی کسر گھومتی اور گھسٹتی ہوئی کار نے پوری کر دی۔ کار سڑک پر ادھر ادھر بھاگتے ہوئے مسلح افراد سے ٹکرا کر انہیں اچھال اچھال کر پھینک رہی تھی اور ناٹران اور ٹائیگر کی فائرنگ سے وہ بھی گولیوں کی زد میں آ کر تڑپ تڑپ کر گر رہے تھے۔ کچھ کار کے نیچے آ کر کچلے گئے تھے۔ عمران بار بار بریک چھوڑ کر کار کی رفتار بڑھاتا ہوا بریک پر بریک لگا رہا تھا جس سے کار مسلسل گھومتی ہوئی آگے جا رہی تھی۔ ہر طرف تیز فائرنگ اور انسانی چیخوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

سڑک پر کھڑے ہیلی کاپٹروں کے پائلٹس کار کو اس طرح گھوم کر ہیلی کاپٹروں کی طرف آتے دیکھ کر شاید بوکھلا گئے تھے۔ انہوں نے فوراً ایک ساتھ ہیلی کاپٹر اوپر اٹھانے شروع کر دیئے تھے۔ پھر جیسے ہی ایک ہیلی کاپٹر گھوم کر کھیتوں کی طرف ہوا عمران نے اس ہیلی کاپٹر کا نشانہ لے کر راکٹ گن کا بٹن دبا دیا۔ گن سے راکٹ نکل کر برق رفتاری سے اس ہیلی کاپٹر سے جا ٹکرایا۔ ہولناک دھماکہ ہوا اور ہیلی کاپٹر پھٹ کر آگ کے شعلے برساتا ہوا کھیتوں میں گرنا چلا گیا۔ پھر عمران نے فوراً گھومتی ہوئی کار کو کنٹرول کرتے ہوئے اسے سیدھا کیا اور دوسرے لمحے اس کی کار آندھی اور طوفان کی سی رفتار سے ان اٹھتے ہوئے ہیلی کاپٹروں کے نیچے سے نکلتی چلی گئی۔

ناٹران اور ٹائیگر کھیتوں میں اور سڑک کے کناروں کی طرف بھاگنے

میں آگئے۔ شہر کی بھول بھلیوں میں آتے ہی ہیلی کاپٹر زیادہ بلندی ہونے کی وجہ سے ان کا پیچھا چھوڑ چکے تھے۔ اور ویسے بھی وہ ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر تھے۔ فائٹر تو تھے نہیں جو اسلجے سے لیس ہوتے۔

بے ہوش رام ویر کو ٹیکسیوں میں وہ ایک بیمار ساتھی کی حیثیت سے لے جا رہے تھے۔ کالونی میں داخل ہوتے ہی انہوں نے ٹیکسی چھوڑ دی۔ اور پھر وہ ناثران کے ساتھ ایک تنگ گلی میں داخل ہو گئے۔ ٹائیگر نے رام ویر کو اٹھا کر کاندھوں پر ڈال لیا تھا۔ یہ چونکہ نئی اور زیر تعمیر کالونی تھی اس لئے انہیں وہاں دور دور تک کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

ناثران انہیں ایک فرنشڈ کوٹھی میں لے آیا۔ کوٹھی میں ضرورت کا تمام سامان موجود تھا۔ وہاں ایک تہہ خانہ بھی تھا۔ جس کا راستہ ایک کمرے سے گزر کر جاتا تھا۔ ٹائیگر عمران کی ہدایات پر رام ویر کو تہہ خانے میں لے گیا۔ اور عمران خود سٹنگ روم میں آ کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ جہاں ناثران موجود تھا۔

”ہم نے مسلح افراد پر حملہ کر کے انہیں شدید نقصان پہنچایا ہے۔ اب شاگل کافرستان کی ساری فوج لے کر ہم پر چڑھ دوڑے گا۔“ ناثران نے عمران کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔“ عمران نے سر جھٹک کر کہا۔ اسی لمحے ٹائیگر اوپر آ گیا۔

”میں نے رام ویر کو ایک کرسی سے باندھ دیا ہے۔“ اس

اور ات ایک بار پھر پوری قوت سے گھما کر روک لیا۔ اب کار مز کر رہا رخ پر آگئی تھی کہ گن شپ ہیلی کاپٹر انہیں سڑک کے اوپر اڑتا جانے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ عمران نے فوراً راکٹ گن والا ہاتھ اونچا کیا۔ اور ایک بٹن پیش کر دیا۔ گن سے راکٹ نکلا اور بجلی کی سی تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر نے دائیں طرف مڑنا ہی چاہا تھا کہ راکٹ اس کی ٹیل سے جا ٹکرایا۔ اور ماحول ہولناک دھماکے سے گونج اٹھا اور گن شپ ہیلی کاپٹر کے پرچے اڑتے پڑ گئے۔ عمران نے ہیلی کاپٹر کو نشانہ بناتے ہی کار واپس موڑی اور فل پ میں چھوڑتے ہوئے نہایت تیز رفتاری سے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

سڑک پر ہر طرف آگ اور خون کی بارش ہو رہی تھی اور نضا۔ دھوئیں سے بھر گئی تھی۔ مسلح افراد کے تو ان کے پیچھے آنے کے چانس نہ تھے البتہ ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر اب بھی ان کے پیچھے تھے۔ مگر اب سڑک کے دائیں بائیں کافی فاصلے پر اڑتے ہوئے آ رہے تھے اور ان کا فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ عمران انہیں راکٹ گن سے نشانہ نہیں بنا سکتا تھا۔ ”اب یہ ہمارے نزدیک آنے کی غلطی نہیں کریں گے۔“ عمران نے کہا۔ ٹائیگر اور ناثران نے اثبات میں سر ہلا دیے۔ عمران کا رخ رفتاری سے دوڑاتا ہوا تقریباً ایک گھنٹے سے بھی کم وقفے میں ایک بڑے شہر میں داخل ہو گیا۔ ناثران اسے راستہ بتاتا جا رہا تھا۔ جلد ہی شہر کی بھول بھلیوں میں گم ہو گئے۔ پھر عمران نے ایک جگہ کار چھوڑا اور پھر وہ مختلف ٹیکسیوں میں ہوتے ہوئے ایک نئی اور زیر تعمیر کالونی

بنے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک کیا ہے۔ ناثران پورج میں تمہاری ایک کار موجود ہے۔ تم جاؤ اور کھانے پینے کے لئے کچھ لے کر آؤ۔ میں اتنی دیر میں رام ویر ہتے بات کرتا ہوں۔“ عمران نے کہا تو ناثران اثبات میں سر ہلا کر اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں سے لکھتا چلا گیا۔

”ہوش تو نہیں آیا اسے۔“ عمران نے ٹائیگر سے پوچھا۔
”نہیں۔“ ٹائیگر نے کہا۔

”اسے جا کر ہوش میں لاؤ۔ میں آ رہا ہوں۔“ عمران نے کہا تو ٹائیگر بھی سر ہلا کر نکل گیا۔ عمران کچھ دیر وہاں بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے اپنی ایک خفیہ جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک قلم نما آلہ نکالا اور اسے کھول لیا۔ اس نے قلم کی نب سامنے پڑی ہوئی میز پر رکھی اور نب کو آہستہ آہستہ پریس کرنے لگا۔ اسی لمحے نب کا رنگ نیلا ہو گیا اور اس کا پچھلا حصہ یکلخت کسی ڈھکن کی طرح کھل گیا۔ اور اس کھلے ہوئے حصے میں سے ایک چھوٹا سا مائیک سا نکل کر باہر آ گیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ پرنس آف ڈھمپ کالنگ۔ ہیلو۔ ہیلو۔ اور۔“ عمران نے قلم کے دائیں طرف ایک چھوٹے سے بٹن کو پریس کر کے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

”یس۔ نمبر ٹو اسٹڈنگ یو۔ اور۔“ دوسری طرف سے جولیہ کی آواز سنائی دی۔

”کیا رپورٹ ہے۔ کہاں تک پہنچی ہو۔ اور۔“ عمران نے

کی آواز سن کر اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”ہم اپنی منزل کے قریب ہیں اور جلد ہی وہاں پہنچ جائیں گے۔ اور۔“ دوسری طرف سے جولیہ نے محتاط لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”گڈ شو۔ میں تمہاری کامیابی کی رپورٹ کا منتظر ہوں۔ تفصیل میں ہانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس تم جلد سے جلد اپنا کام مکمل کرو۔ میں بھی جلد ہی اپنا کام ختم کر لوں گا۔ اور۔“ عمران نے کہا۔

”اوکے۔ اور۔“ دوسری طرف سے جولیہ نے کہا۔

”اوکے۔ اور اینڈ آل۔“ عمران نے کہا اور پھر اس نے ہٹن دبا کر جدید اور لانگ رینج ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس نے جان بوجھ کر لمبی چوڑی بات نہیں کی تھی۔ وہ صرف ان کی خیریت دریافت کرنا چاہتا تھا۔ اس نے قلم کی نوک ایک بار پھر میز کی سطح پر رکھ کر دوبارہ پریس کی تو مائیک خود بخود اندر چلا گیا اور قلم کا پچھلا حصہ گھوم کر بند ہو گیا۔ عمران نے اس کا کیپ چڑھایا اور اسے دوبارہ اپنی خفیہ جیب میں ڈالتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ سٹنگ روم سے نکل کر وہ اس کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں سے تہ خانے کی طرف راستہ جاتا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ تہ خانے میں تھا۔ ٹائیگر رام ویر کو ہوش میں لے آیا تھا اور رام ویر ایک کرسی پر بندھا غصے سے ادھر ادھر سر مار رہا تھا۔

”یہ سب کیا ہے بلیک ڈان۔ جب میں نے تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیا تھا تو تمہیں یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“ اس

نے عمران کو دیکھتے ہی پھٹ پڑنے والے انداز میں کہا۔

”ارے۔ ارے۔ تم تو ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو رہے ہو۔ میں نے تم سے کب کہا ہے کہ میں تمہارا دوست نہیں ہوں۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ اچھی دوستی ہے۔ نہ جانے تم مجھے کلب سے اٹھا کر کہاں لے آئے ہو اور پھر تم نے مجھے باندھ بھی رکھا ہے۔ آخر کیوں۔“ رام دیر نے سر جھٹک کر برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر ناگواریت کے تاثرات نمایاں تھے۔

”میں تمہیں کلب سے تمہاری جان بچا کر لایا ہوں رام دیر۔ اگر میں تمہیں وہاں سے غائب نہ کرتا تو اب تک کلب کے ساتھ ساتھ تمہارے ٹکڑے بھی اڑ گئے ہوتے۔“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا تو رام دیر بری طرح سے چونک پڑا۔

”کیا۔ کیا کہا ہے تم نے۔ کلب کے ساتھ میرے ٹکڑے اڑ گئے ہوتے۔“ — رام دیر نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ میں یہی بتانے کے لئے تمہارے پاس آیا تھا۔ ایکریما میں ایک قاتلوں کا گروپ ہے۔ شار کلرز۔ اس کے سربراہ کا نام جیکسن ہے۔ اس تنظیم میں میرا ایک آدمی بھی شامل ہے۔ اس نے مجھے اطلاع دی تھی کہ شار کلرز کو کافرستان کے ایک اہم آدمی نے کرنل ترپاٹھی کو ہلاک کرنے کا ٹاسک دیا ہے۔ اور شار کلرز اسے ہلاک کرنے کے لئے کافرستان روانہ بھی ہو چکے ہیں۔ تمہیں شاید نہیں معلوم کہ کرنل ترپاٹھی

سے میرے پرانے تعلقات ہیں۔ اس کے مجھ پر بے پناہ احسانات ہیں۔ میں اسے بے حد پسند کرتا ہوں۔ اور میں نہیں چاہتا تھا کہ شار کلرز اس کا خاتمہ کر دیں۔ لیکن چونکہ میرے پاس کرنل ترپاٹھی کے ساتھ رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اس لئے میں فوری طور پر ایک چارٹرڈ طیارے سے یہاں پہنچ گیا۔ ایک ملاقات کے دوران کرنل ترپاٹھی نے مجھے بتایا تھا کہ اگر میں کبھی کافرستان آؤں تو اس سے ضرور ملاقات کروں اور اس سے ملاقات کا ذریعہ وائٹ کلب کا رام دیر ہے۔ میں اسے بتاؤں گا تو وہ خود ہی مجھے اس تک پہنچا دے گا۔

چنانچہ میں اس ٹپ کے طور پر وائٹ کلب پہنچ گیا۔ کلب میں تمہارے آدمیوں نے میرے ساتھ بدتمیزی سے بات کرنے کی کوشش کی۔ اور تم جانتے ہو بلیک ڈان اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ ان کو ہلاک کرتے ہوئے میرے دماغ پر وحشت سی طاری ہو چکی تھی۔ اسی لئے میں اس وقت وہاں آنے کا مقصد بھول گیا تھا اور میں تم پر بھی ہاتھ اٹھا بیٹھا۔ پھر تم مجھے اپنے آفس میں لے گئے۔ پھر تمہارے پاس کسی یاد یو کی کال آئی۔ تم شاید کسی اور یاد یو کو جانتے ہو گے۔ مگر مجھے میرے منبر نے بتایا تھا کہ شار کلرز کا سربراہ جیکسن کسی یاد یو نامی آدمی کا بھیس بدل کر کافرستان گیا ہے۔ میں اس کی آواز پہچانتا تھا۔ گو میں نے فون پر اس کی بے حد مدہم آواز سنی تھی مگر میں اس کی آواز لاکھوں کروڑوں میں پہچان سکتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ تم اس سے مزید باتیں کرتے اور وہ تمہیں اپنے جال میں پھنسا کر کرنل ترپاٹھی تک پہنچ جاتا۔

فون کر کے معلوم کر لو۔ جس جگہ تمہارا کلب تھا وہاں اب ملے کے ڈھیر کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس کلب میں تمہارے جتنے آدمی تھے۔ وہ سب کے سب ہلاک ہو چکے ہیں۔“ — عمران نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ مگر جیکسن کو میرے بھائی سے کیا دشمنی ہے۔ وہ اسے کیوں ہلاک کرنا چاہتا ہے۔“ — رام ویر نے حیرت اور خوف بھرے لہجے میں کہا تو عمران چونک پڑا۔

”تمہارا بھائی۔ کیا مطلب۔ کیا کرنل تریپاٹھی تمہارا بھائی ہے۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ وہ میرا بڑا بھائی ہے۔“ — اس نے کہا تو عمران سمجھ گیا کہ کرنل یادو کیوں اس پر فوری طور پر حملہ کرنے سے گریز کر رہا تھا۔ کار کے متعلق اسے یقیناً کرنل تریپاٹھی نے ہی بتایا ہو گا اور اس نے کرنل یادو کو ہدایات دی ہوں گی کہ وہ انہیں زندہ پکڑنے کی کوشش کرے اور ان کے قبضے سے اس کے بھائی کو چھڑائے۔

”جیکسن کی تمہارے بھائی سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ وہ تو کرائے کا قاتل ہے۔ میں نے تمہیں بتایا تو ہے کہ کافرستان کے کسی اہم آدمی نے اسے ہلاک کرنے کا ٹاسک دیا ہے اور اس کے لئے جیکسن کو بہت بڑا معاوضہ دیا گیا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”اوہ۔ کون ہے وہ آدمی۔ مجھے بتاؤ۔ میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دوں گا۔ اس کے سارے خاندان کو زندہ جلا دوں گا۔ کسی میں اتنی

میں نے تمہیں بے ہوش کرا دیا۔ اس کے لئے ظاہر ہے میرے ساتھی نے فوری طور پر تمہارے سر پر ہی وار کرنا تھا۔ تمہارے بے ہوش ہوتے ہی میں نے رسیور تمہارے ہاتھ سے پکڑ لیا تھا۔ پھر میں نے اس نفلی یادو سے بات کی تو اس نے مجھے بتایا کہ اس کے آدمیوں نے وائٹ کلب کا محاصرہ کر رکھا ہے اور اس نے کلب کے اطراف میں ڈائنا مائیٹ لگا دیئے ہیں۔ اگر میں نے اسے کرنل تریپاٹھی کا پتہ نہ بتایا تو وہ ڈائنا مائیٹ سے اس کلب کو اڑا دے گا۔ تمہارے انکار پر اس نے کلب اڑانے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہیں لگانی تھی۔

کرنل تریپاٹھی کے ساتھ ساتھ تمہاری زندگی کو بھی شدید خطرہ لاحق ہو گیا تھا اور میں جانتا تھا کہ اگر اس نے مجھے وہاں دیکھ لیا تو وہ اس کلب کو اڑانے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کرے گا۔ اس لئے میں نے اور میرے ساتھیوں نے فوراً تمہارے کلب کا خفیہ راستہ تلاش کیا اور پھر ہم تمہیں وہاں سے نکال کر لے آئے۔ اور رام ویر تمہیں یہ سن کر یقیناً افسوس ہو گا کہ ہمارے وہاں سے نکلنے کے ٹھیک پندرہ منٹوں بعد جب جیکسن کو تمہاری طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو اس نے رسیور کنٹرول سے تمہارا کلب اڑا دیا تھا۔“ — عمران یہ سب کہہ کر خاموش ہو گیا۔

”اوہ۔ اوہ۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔“ — عمران کی ساری باتیں سن کر رام ویر نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اگر تمہارے پاس فون ہے تو بے شک اپنے کسی ساتھی کو

”میری آواز سن کر وہ ناراض نہیں بلکہ خوش ہو گا اور پھر میں نے جو خبر دینی ہے اسے سن کر وہ بھلا تم سے کیسے ناراض ہو سکتا ہے۔ مت کرو رام دیر۔ جیسن ابھی آزاد ہے۔ وہ بے حد چالاک اور ناک انسان ہے۔ کسی نہ کسی طرح وہ کرنل ترپاٹھی تک پہنچ جائے گا ایسا نہ ہو کہ کرنل ترپاٹھی بے خبری میں اس کے ہاتھوں مارا جائے۔“ ان نے کہا۔

”اوہ۔ نہیں۔ نہیں۔ میں تمہیں فون نمبر بتا دیتا ہوں۔ تم فوراً اس سے بات کر لو۔ اور اسے میرے بارے میں بھی بتا دو کہ میں خیریت سے ہوں۔ کلب کی تباہی کا سن کر وہ یقیناً پریشان ہو رہا ہو گا۔ اور یہی ٹھہ رہا ہو گا شاید میں بھی اس کلب میں ہلاک ہو گیا ہوں۔ میرے دلہ ہونے کی خبر سن کر وہ بے حد خوش ہو گا۔“ رام دیر نے کہا۔

”اُس نے ایک فون نمبر عمران کو بتا دیا۔“ ٹھیک ہے۔ میں اسے ابھی فون کر کے آتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”ارے۔ مگر مجھے تو کھول دو۔ تم میرے اور میرے بھائی کے اتنے اخیر خواہ ہو تو پھر تم نے مجھے اس طرح کیوں باندھ رکھا ہے۔“ رام دیر اچھے اچانک عقل آ گئی۔

”ہوش میں آنے کے بعد شاید تم میری کوئی بھی بات سننے کے لئے نہ ہوتے اور فوراً خود کو اس جگہ پر دیکھ کر بھڑک جاتے اس لئے میں میرے ہی کہنے پر باندھا گیا ہے تاکہ تم آرام سے میری بات

جرات ہے کہ وہ میرے بھائی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ اور اس کی وجہ سے میرا کلب بھی تباہ ہو گیا ہے۔ میرے بے شمار آدمی مارے گئے ہیں۔ میں ان سب کا اس سے بھیانک انتقام لوں گا۔ مجھے بتاؤ۔ کون ہے وہ۔“ رام دیر نے یکھت بھڑکتے ہوئے کہا۔

”اس کا نام میں کرنل ترپاٹھی کو بتاؤں گا کیونکہ وہ ہٹ پر ہے۔“ عمران نے کہا۔

”کیوں۔ مجھے بتانے میں کیا حرج ہے۔“ رام دیر نے کہا۔

”میں نے تمہیں یہ بھی تو بتایا ہے کہ کرنل ترپاٹھی کے مجھ پر بے پناہ احسانات ہیں۔ اس آدمی کا نام بتا کر میں اپنے احسانوں کا بدلہ چکانا چاہتا ہوں اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ وہ ایک بہت بڑا سرکاری آدمی ہے۔ اس سرکاری آدمی پر اس سے بڑا سرکاری آدمی ہی ہاتھ ڈال سکتا ہے اور یہ کام تمہاری بہ نسبت خود کرنل ترپاٹھی زیادہ آسانی سے کر سکے گا۔ تم مجھے بس اس کا کوئی فون نمبر دے دو۔ میں خود ہی اس سے بات کر لوں گا۔ پھر وہ جیسا کہے گا ویسا ہی کریں گے۔“ عمران نے بات بناتے ہوئے کہا۔

”فون نمبر۔ اوہ۔ مگر میں تمہیں اس کا فون نمبر کیسے دے سکتا ہوں۔ اس نے اپنا فون نمبر کسی کو بھی دینے سے مجھے سختی سے منع کر رکھا ہے۔ اگر اسے معلوم ہو گیا کہ اس کا فون نمبر میں نے تمہیں دیا ہے تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔“ رام دیر نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

بے اختیار ہنس پڑا۔

”کرنل ترپاٹھی بے شک رام ویر کا بھائی ہے۔ مگر وہ جس اہم
مہمے پر فائز ہے وہ اسے اپنا نمبر تو دے سکتا ہے لیکن اسے اپنا پتہ
بھی نہیں بتا سکتا۔ اور نہ ہی اس نے رام ویر کو بتایا ہوگا۔ رہی بات
اس فون نمبر کی تو اب دیکھنا۔ میں اس چوہے کرنل ترپاٹھی کو اس نمبر سے
مکس طرح اس کے بل سے باہر نکالتا ہوں۔“ — عمران نے کہا تو
ٹائیگر نے کچھ سمجھنے اور کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں سر ہلا دیا۔ اور پھر وہ
دونوں وہاں سے نکلتے چلے گئے۔

سن سکو اور سمجھ سکو۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اب میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔ اب تو کھول دو
مجھے۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا اور کرنل ترپاٹھی سے خود بھی بات کر
چاہتا ہوں۔“ — رام ویر نے کہا۔
”ہاں۔ یہ زیادہ بہتر رہے گا۔ میں تمہیں خود کھولتا ہوں۔“ — عمران
نے کہا اور دوبارہ اس کے قریب آ گیا۔ اسی لمحے عمران کا ہاتھ حرکت
میں آیا۔ ایک پٹانہ سا اس کی کنپٹی پر چھوٹا اور وہ ہلکی سی چیخ مار کر ایک
بار پھر بے ہوش ہو گیا۔

”آؤ۔“ — عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا جو اس
دوران خاموش کھڑان کی باتیں سن رہا تھا۔

”میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہاں۔ اس سے صرف ایک نمبر پوچھنے کے
لئے آپ اس قدر لمبا چوڑا چکر کیوں چلا رہے تھے۔ کرنل ترپاٹھی کوئی
عام آدمی تو نہیں ہے۔ اس کا نمبر کسی سرکاری ادارے سے بھی تو حاصل
کیا جاسکتا تھا۔“ — ٹائیگر نے حیران ہو کر کہا۔

”کرنل ترپاٹھی کا تعلق ٹاپ سیکرٹ ایجنسی سے ہے۔ اس کا نمبر کسی
سرکاری ادارے سے نہیں مل سکتا تھا۔ اور رام ویر نے جو نمبر بتایا ہے یہ
سیٹلائٹ نمبر ہے جس کے بارے میں معلوم کرنا مشکل تھا۔ اسی لئے
میں نے یہ سب کیا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”مگر اس ایک نمبر سے آپ کیا فائدہ اٹھائیں گے۔ آپ رام ویر
سے کرنل ترپاٹھی کا ایڈریس پوچھ لیتے۔“ — ٹائیگر نے کہا تو عمران

بتا دیا۔ یہ سن کر شاگل غصے سے کھول اٹھا کہ شرما محض تجسس کی
سے خود ہی جولیانا کی لڑکی کو اینٹی انجکشن لگا کر ہوش میں لے آیا تھا
اس کی اشتعال انگیز باتیں سن کر اس نے نہ صرف اسے زنجیروں
ازاد کر دیا تھا بلکہ اس کے ساتھیوں کو بھی اینٹی انجکشن لگا دیئے تھے
مر جولیانا سے اس کی فائٹ ہوئی تھی جس کے نتیجے میں وہ مار کھا گیا
اور وہ اسے بے ہوش کر کے وہاں سے نکل گئے تھے۔

شرما نے جو کچھ کیا تھا اپنا تجسس دور کرنے کے ساتھ ساتھ انتہائی
مذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے ایک ایسی احمقانہ حرکت کی تھی جسے
نار کم شاگل برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے شرما سے
ٹھٹھکتے ہوئے اس کو وہیں گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ گرین سپاٹ
چونکہ وہ ایسولینس موجود تھی جس میں شرما انہیں ٹریپ کر کے لایا
تھا اس لئے شاگل کا خیال تھا کہ پاکیشیائی ایجنٹ زیادہ دور نہیں گئے
ہیں۔ اس نے فوراً اپنے دس آدمیوں کو ہر طرف پھیلا دیا تھا۔

شاگل شرما کی احمقانہ حرکتوں پر ابھی تک کھول رہا تھا کہ اسے فون
پر کڑی یاد دہانی کی ہلاکت کی خبر ملی۔ خبر کیا تھی ایک بم تھا جو شاگل کے سر
پر پڑا تھا۔ جسے سن کر اس کے دل و دماغ میں چنگاریاں سی بھر گئی
ہیں۔

کرٹل یاد دہانی کی ہلاکت کی خبر راہ جیش درمانے اسے دی تھی۔ اس نے
کرٹل یاد دہانی کے عمران اور اس کے دو ساتھیوں تک پہنچنے، ان کے نکلنے
پھر ان کے تعاقب کرنے کے ساتھ ساتھ عمران اور اس کے

شاگل غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔ وہ دس مسلح افراد کے ہمراہ ہیلی
کاپٹر کے ذریعے صرف پانچ گھنٹوں میں گرین سپاٹ پہنچ گیا تھا۔ اس
نے راستے میں کئی بار شرما سے بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر شرما اس
کی کال انڈ ہی نہیں کر رہا تھا جس سے شاگل کو خدشہ ہو رہا تھا کہ کہیں
الٹا شرما ان پاکیشیائی ایجنٹوں کے ہاتھوں مار نہ کھا گیا ہو۔ وہ جب
گرین ہاؤس پہنچا تو اس نے اپنے آدمیوں کو آگے بھیج دیا کہ وہ شرما کو
تلاش کریں اور اسے گرین ہاؤس سے باہر بلا لیں۔ مسلح افراد فوراً گرین
سپاٹ میں گھس گئے اور آدھے گھنٹے بعد جب وہ واپس آئے تو ان کے
ہمراہ شرما بھی تھا جو خاصا زخمی حالت میں تھا۔ اسے زخمی اور ہراساں
دیکھ کر شاگل سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہوگا۔ اس کے ساتھیوں
نے اسے بتا دیا تھا کہ اندر شرما کے سوا اور کوئی موجود نہیں ہے۔
شاگل نے غصے سے جب شرما سے پوچھا تو اس نے اسے سب کچھ

ساتھیوں پر ایک کرنے کی تمام تر تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا۔

عمران نے رام ویر کو اغوا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے زہر اسکواڈ کے بے شمار آدمیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ شاگل غصے سے اپنے بال نوچ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر عمران نے رام ویر کو کیوں اغوا کیا ہے۔ اس کے ساتھی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور عمران ایک غنڈے رام ویر کو اغوا کرتا پھر رہا تھا۔ پھر جب راجیش ورما سے اس کی دوبارہ بات ہوئی تو اس نے بتا دیا کہ رام ویر کرنل ترپاٹھی کا بھائی تھا اور شاگل جانتا تھا کہ کرنل ترپاٹھی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا چیف ہے۔ تب اس کی سمجھ میں آیا کہ عمران اور اس کے ساتھی دو گروپس میں کام کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچنا چاہتے ہیں اور عمران ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے چیف کرنل ترپاٹھی تک پہنچنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

شاگل نے کرنل ترپاٹھی سے بات کی اور اسے ساری تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے اسے عمران اور اس کے ساتھیوں سے ہوشیار رہنے کو کہا اور جنگل میں گھس کر کارروائی کرنے کی اس سے اجازت مانگی اور کہا کہ عمران کے ساتھی ساماگا جنگل کی طرف جا چکے ہیں۔ جہاں ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا ہیڈ کوارٹر اور اس ہیڈ کوارٹر کے نیچے ایک ایسی لیبارٹری کام کر رہی ہے جہاں پاکیشیا کے خلاف ایک اہم پراجیکٹ پر کام ہو رہا ہے۔

شاگل چاہتا تھا کہ اگر کرنل ترپاٹھی اسے فری ہینڈ دے دے تو وہ

پیچھے جنگل میں جا سکتا ہے۔ اور اس سے پہلے کہ وہ لوگ ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر تک پہنچیں شاگل اسی جنگل میں ان کا شکار چاہتا تھا۔ مگر کرنل ترپاٹھی نے اسے جنگل میں جانے سے سختی سے روک دیا۔ اس نے شاگل سے کہا تھا کہ اگر پاکیشیائی ایجنٹ ساماگا میں داخل ہو گئے ہیں تو ان کا شکار ٹاپ سیکرٹ ایجنسی خود کرے اس جنگل میں اول تو وہ ہیڈ کوارٹر تک نہیں پہنچ سکیں گے اور اگر وہ اسے سمجھانے اور منانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر کرنل ترپاٹھی نے صاف طور پر منع کر دیا۔ جس پر شاگل کو شدید غصہ آ گیا۔ اس نے طور پر پرائم منسٹر سے بات کی۔ پرائم منسٹر کو جب معلوم ہوا کہ اور اس کے ساتھی نہ صرف کافرستان پہنچ چکے ہیں بلکہ انہوں نے جنگل تک بھی رسائی حاصل کر لی ہے تو انہوں نے شاگل کو سخت میں جھاڑنا شروع کر دیا۔ اور اسے فوری طور پر جالان سے واپس کا حکم دیتے ہوئے کہا کہ اب اگر پاکیشیائی ایجنٹ ساماگا جنگل میں آئیں گے تو انہیں سنبھالنا ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا کام ہے اور وہ اسے زیادہ بہتر اور فول پروف کام کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

پرائم منسٹر کے الفاظ سن کر شاگل اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔ اسے اور اس کے ساتھیوں پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ جن کی وجہ سے اسے بار بار پرائم منسٹر کے سامنے ذلت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ پرائم منسٹر ہرگز اسے سختی سے منع کیا تھا کہ اس بار اس کی ناکامی آخری ناکامی

میریو اسکواڈ کے ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹروں نے ان کا دور تک تعاقب کیا تھا مگر شہر میں جا کر انہوں نے رام ویر کی کار چھوڑ دی تھی اور ہیلی کاپٹر ناکام ہو کر واپس چلے گئے تھے۔

عمران اپنے دو ساتھیوں اور رام ویر کے ساتھ چونکہ کرشن نگر میں ٹائپ ہوا تھا اس لئے شاگل نے اپنے بے شمار ایجنٹس وہاں بھیج دیئے تھے تاکہ وہ ہر ممکن طریقے سے پتہ لگا سکیں کہ وہ کہاں گئے تھے۔ مگر ان کی طرف سے تاحال اسے کوئی رپورٹ نہیں ملی تھی۔ جس سے شاگل کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔

”ہونہ۔۔۔ سب کے سب نکلے اور کام چور ہیں۔ نانسس۔ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو یہ بتا سکے کہ آخر عمران کہاں ہے۔ وہ کافرستان میں موجود ہے۔ میرے پاس تمام ذرائع بھی موجود ہیں مگر سوائے ناکامیوں کے میرے ہاتھ اور کچھ نہیں آیا۔ نانسس۔ معلوم نہیں وہ لوگ کس ٹھیسٹ مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ ہر بار موت کو جل دے کر نکل جاتے ہیں اور میں سوائے ہاتھ ملنے کے اور کچھ بھی نہیں کر سکتا۔“ شاگل نے غصے، پریشانی اور بے بسی سے انتہائی افسردہ لہجے میں کہا۔ اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو اس نے فون کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اسے ابھی اٹھا کر زمین پر پھینک دے گا۔

”لیس۔۔۔“ اس نے بادلِ خواستہ رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے انتہائی غضبناک لہجے میں کہا۔

ہوگی۔ مگر اب صورتحال تبدیل ہو گئی تھی۔ پرائم منسٹر نے خود ہی عمران اور اس کے ساتھیوں کے خلاف کام کرنے سے روک دیا۔ اس لئے وہ اسے سزا کیسے دے سکتے تھے۔

شاگل اب اس بات سے تو مطمئن ہو گیا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کی وجہ سے اسے اب موت کی سزا نہیں ملے گی مگر اسے اب بات پر غصہ آ رہا تھا کہ پرائم منسٹر نے کرنل ترپانھی کو اس سے زیادہ اہمیت دے دی تھی اور عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرنے کا ٹاسک اسے دے دیا تھا۔ وہ پرائم منسٹر کے حکم پر واپس آ گیا تھا اور وقت اپنے دفتر میں بیٹھا اپنا بلڈ پریشر بڑھا رہا تھا۔ اس کا بس نہیں رہا تھا کہ وہ کسی طرح کرنل ترپانھی کی جگہ خود سنبھال لے اور عمران اس کے ساتھیوں کو جا کر خود اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دے۔

شاگل پرائم منسٹر کی ہدایات پر واپس تو آ گیا تھا۔ اور اس نے بلا عمران اور اس کے ساتھیوں کو تلاش کا کام چھوڑ دیا تھا مگر اس کا وجود اس نے اپنے ایجنٹس کو خاص طور پر عمران اور اس کے ساتھیوں کی تلاش پر مامور کر رکھا تھا۔ وہ ہر حال میں خاص طور پر عم کو ہلاک کرنے کا کریڈٹ حاصل کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ پرائم منسٹر کا باور کرا سکے کہ جس کرنل ترپانھی کو وہ فوقیت دے رہے تھے اس کے مقابلے میں اس نے زیادہ بہتر اور مثبت کام کیا ہے اور عمران کو ٹرلر کے اس نے اسے اپنے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ مگر عمران اور اس کے ساتھی کرشن نگر میں جا کر نہ جانے کہاں غائب ہو

”نریندر بول رہا ہوں باس۔“ — دوسری طرف سے ایک منحنی سی آواز سنائی دی۔

”بکو۔ کیوں فون کیا ہے نانسس۔“ — شاگل نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”باس۔ رام ویر کا پتہ چل گیا ہے۔“ — دوسری طرف سے نریندر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کون باس۔ کون رام ویر۔“ — شاگل جیسے اپنے ذہنی خلیجان میں مبتلا تھا۔

”بب۔ باس۔ میں کرنل ترپاٹھی کے بھائی رام ویر کی بات کر رہا ہوں۔“ — دوسری طرف سے شاگل کا غصیلہ لہجہ سن کر نریندر نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ رام ویر۔ کرنل ترپاٹھی کا بھائی۔ اوہ۔ اوہ کیا ہوا ہے اسے۔ کہاں ہے وہ۔“ — شاگل کو جیسے اچانک ہوش آ گیا اور اس نے تیز لہجے میں کہا۔ اس کا انداز تقریباً اچھل پڑنے والا تھا۔

”وہ۔ بلیو ساٹھ کالونی کی ایک کوٹھی کے تہہ خانے میں ہے باس۔ پاکیشیائی ایجنٹ اسے بے ہوش کر کے وہیں چھوڑ گئے تھے۔“ دوسری طرف سے نریندر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پاکیشیائی ایجنٹ۔ اوہ۔ کیا وہ نہیں ملے۔“ — شاگل نے کہا۔ ”نہیں باس۔ ہمارے آدمی انہیں تلاش کر رہے ہیں۔“ دوسری طرف سے نریندر نے جواب دیا تو شاگل نے بے اختیار ہونٹ بھیج

لئے۔

”ہونہہ۔ اگر وہ نہیں ملے تھے تو مجھے فون کیوں کیا تھا۔ نانسس۔“

شاگل نے بری طرح سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

”سس۔ سوری باس۔ ہمیں رام ویر مل گیا تھا۔ ہم نے سوچا یہ اہم

خبر ہے۔ اسی لئے میں نے آپ کو اطلاع دینے کے لئے فون کیا تھا۔“

دوسری طرف سے نریندر نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

”نانسس۔ میرے لئے رام ویر کی نہیں پاکیشیائی ایجنٹوں کے ملنے

کی خبر اہم ہے۔ بہر حال کہاں ہے وہ اور تم اس تک کیسے پہنچے ہو۔“

شاگل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”باس۔ پاکیشیائی ایجنٹ کرشن نگر میں بے ہوش رام ویر کو مختلف

ٹیکسیوں میں لے کر سفر کرتے رہے تھے۔ آخری ٹیکسی انہوں نے بلیو

ساٹھ کے علاقے میں چھوڑی تھی۔ اس وقت بھی رام ویر بے ہوش تھا۔

اس بے ہوش رام ویر کی وجہ سے ٹیکسی ڈرائیور ہمیں ان کے بارے میں

بتاتے رہے تھے۔ جب ہمیں معلوم ہوا کہ وہ بلیو ساٹھ کی طرف گئے

ہیں تو میں اپنے چند ساتھیوں کو لے کر یہاں آ گیا اور میں نے یہاں

سرج آپریشن شروع کر دیا۔ اس علاقے میں آبادی بہت کم ہے۔

بہت سے مکان اور کوٹھیاں خالی پڑی ہیں۔ ایک کوٹھی کو شک پڑنے پر

ہم نے چیک کیا تو وہاں ایک تہہ خانے کا ہمیں پتہ چلا۔ جب ہم تہہ

خانے میں پہنچے تو رام ویر ہمیں وہاں پڑا مل گیا۔ وہ بے ہوش تھا اور

رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔“ — دوسری طرف سے نریندر نے

سے ہلاک کر دیا ہے تو وہ اپنے بھائی کی ہلاکت کی خبر سن کر یقیناً
 غصے سے پاگل ہو جائے گا۔ اس نے مجھ سے عمران کو ہلاک کرنے کا
 ریکارڈ چھینا ہے۔ میں اس سے اس کا بھائی چھین لوں گا۔ تب
 اسے پتہ چلے گا کہ دکھ کیا ہوتا ہے اور جب دل پر چوٹ لگتی ہے تو
 اس کے اثرات کس قدر گہرے ہوتے ہیں۔“ شاگل نے
 بیڑا اتار دیا۔ اس نے ایک لمحے کا توقف کیا اور پھر اس نے
 ایک فون کا رسیور اٹھایا اور کرنل ترپاٹھی کے سیکرٹ نمبر پر پریس کرنے لگا۔
 ”لیس۔“ دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”چیف آف سیکرٹ سروس شاگل سپیکنگ۔“ شاگل نے
 لڑکی کی آواز سن کر اس پر اپنا رعب جمانے کے لئے گرجدار آواز میں
 کہا۔

”فرمائیں۔“ دوسری طرف سے لڑکی نے جیسے اس کے
 مرتبے سے مرعوب ہوئے بغیر کہا۔
 ”میری کرنل ترپاٹھی سے بات کراؤ۔ فوراً۔“ شاگل نے
 ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”سوری۔ وہ اس وقت مصروف ہیں۔ انہوں نے کسی بھی کال کے
 سننے سے مجھے سختی سے منع کر رکھا ہے۔ آپ تھوڑی دیر بعد فون کر
 لیں۔“ دوسری طرف سے لڑکی نے کہا جو شاید کرنل ترپاٹھی کی
 پرسنل سیکرٹری تھی۔

”نائنس۔ میں نے اس سے نہایت ضروری بات کرنی ہے۔ اس

تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اسے لے کر تم فوراً ہیڈ کوارٹر آ جاؤ۔ اور اس علاقے
 کا محاصرہ جاری رکھو۔ ہو سکتا ہے پاکیشیائی ایجنٹ رام دیر کے لئے
 دوبارہ اس طرف آئیں۔“ شاگل نے کہا۔

”لیس باس۔ یہ عین ممکن ہے۔“ زیندر نے کہا۔

”اپنے ساتھیوں کو ہدایات دے دو۔ انہیں جہاں بھی اور جیسا بھی
 کوئی مشکوک آدمی نظر آئے وہ ایک لمحے کی تاخیر کئے بغیر اسے گولی مار
 دیں۔ اس بات کا فیصلہ بعد میں ہوتا رہے گا کہ وہ پاکیشیائی ایجنٹ تھے
 یا کوئی اور۔“ شاگل نے سخت لہجے میں کہا۔

”لیس باس۔ میں ابھی احکام جاری کر دیتا ہوں۔“ زیندر
 نے کہا۔

”اور سنو۔ فی الحال کسی کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ رام دیر کہاں
 ہے۔ بلکہ ایسا کرو ابھی اسے وہیں رہنے دو۔ جب میں تم سے کہوں گا
 تب تم اسے میرے پاس لانا اور کوشش کرو کہ ابھی اسے ہوش نہ
 آئے۔“ شاگل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”لیس باس۔“ دوسری طرف سے زیندر نے کہا۔

”میں تمہیں بعد میں فون کرتا ہوں۔“ شاگل نے کہا اور پھر
 اس نے فون بند کر دیا۔

”ہونہ۔ کرنل ترپاٹھی۔ اب اس کا بھائی میرے قبضے میں ہے۔
 اگر میں اسے اطلاع دے دوں کہ عمران اور اس کے ساتھیوں نے

”تمہاری منحوس آواز نہیں سننا چاہتا۔“ نانسس۔ ”شاگل کو شاید اس پن کا دورہ پڑ گیا تھا۔ اس نے بری طرح سے بھڑکتے ہوئے کہا اور پھر اس نے زور سے رسیور کریدل پر پٹخ دیا۔

”عمران۔ کرنل ترپاشی کے پاس ہے۔ وہ اسے ہلاک کر دے گا۔ کرنل ترپاشی احمق ہے جس نے عمران جیسے خطرناک انسان کو اپنا بھائی سمجھ کر اپنے پاس بلا لیا ہے۔ وہ عمران کی ایک مار بھی نہیں سہہ سکے گا۔ اب میں کیا کروں۔ اوہ۔ اوہ۔ مجھے پرائم منسٹر سے بات کرنی ہوگی۔ ابھی اور اسی وقت۔ ورنہ انہیں کرنل ترپاشی کی موت کا بے حد دکھ ہوگا۔ ہاں۔ ہاں۔ میں پرائم منسٹر سے بات کرتا ہوں۔“ شاگل نے دیوانگی کے عالم میں کہا اور پھر اس نے جلدی جلدی پرائم منسٹر کے نمبر ملانے شروع کر دیئے۔

”لیس۔“ رابطہ ہوتے ہی پرائم منسٹر کے ملٹری سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”پرائم منسٹر سے بات کرائیں۔ چیف آف سیکرٹ سروس شاگل بول رہا ہوں۔“ شاگل نے بڑے بارعب لہجے میں کہا۔

”لیس سر۔ ہولڈ آن سر۔“ سیکرٹری نے فوراً ہی کہا اور شاگل ہونٹ کاٹتے ہوئے انتظار کرنے لگا۔

”لیس۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے پرائم منسٹر کی آواز سنائی دی۔

”سر۔ میں چیف آف سیکرٹ سروس شاگل بول رہا ہوں۔“ شاگل

سے کہو کہ شاگل بات کرنا چاہتا ہے۔ میرے پاس اس کے بھائی رام دیر کی خبر ہے۔“ شاگل نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

”بھائی۔ آپ کے پاس ان کے بھائی کی کیا خبر ہے۔ جبکہ ہاس اپنے بھائی کے ساتھ ہی میٹنگ میں مصروف ہیں۔“ دوسری طرف سے پرسنل سیکرٹری نے حیرت زدہ لہجے میں کہا تو اس کی بات سن کر شاگل بے اختیار اچھل پڑا۔

”بھائی۔ اوہ۔ کیا رام دیر کرنل ترپاشی کے پاس ہے۔“ شاگل نے تیز لہجے میں کہا۔

”لیس۔ رام دیر صاحب اور ان کے ساتھ دو آدمی ہیں جنہیں رام دیر اپنے ہمراہ لائے ہیں۔“ لڑکی نے کہا تو شاگل ایک بار پھر اچھل پڑا۔

”اوہ۔ اوہ۔ وہ رام دیر نہیں ہے۔ وہ پاکیشیائی ایجنٹ ہے۔ اوہ۔ اوہ۔ عمران رام دیر کے میک اپ میں کرنل ترپاشی تک پہنچ گیا ہے۔ اوہ۔ روکو۔ اسے فوراً روکو۔ ورنہ وہ کرنل ترپاشی کو ہلاک کر دے گا۔“ شاگل نے غصے کی شدت سے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

”پاکیشیائی ایجنٹ۔ رام دیر کے میک اپ میں۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر شاگل۔ میں کچھ سمجھی نہیں۔“ دوسری طرف سے پرسنل سیکرٹری نے کہا۔

”تم۔ نانسس۔ تم کیا سمجھو گی۔ بے وقوف لڑکی۔ تم میں اتنی سمجھ ہوتی تو تم پرسنل سیکرٹری کے عہدے پر ہوتی۔ بند کرو فون۔ جلدی۔

”اے اس کے میک اپ میں علی عمران ہے۔“ شاگل نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ یہ تو بہت خطرناک بات ہے۔ اگر عمران اور اس کے ساتھی کرنل ترپاٹھی تک پہنچ گئے ہیں تو وہ تو اسے واقعی ہلاک کر دیں گے۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

”لیس سر۔ اور ابھی موقع ہے سر۔ وہ اس وقت کرنل ترپاٹھی کے پاس موجود ہیں۔ اگر آپ مجھے کرنل ترپاٹھی کا پتہ بتا دیں تو میں ابھی پوری فورس لے کر وہاں پہنچ جاؤں گا سر۔ میں کسی بھی طرح عمران اور اس کے ساتھیوں کو وہاں سے نہیں نکلنے دوں گا سر۔“ شاگل نے امید بھرے لہجے میں کہا۔

”لیکن اس طرح کرنل ترپاٹھی کی جان کو اور زیادہ خطرہ لاحق ہو جائے گا منسٹر شاگل۔ اور عمران کرنل ترپاٹھی کو بھی تو ریغمال بنا کر وہاں سے نکل سکتا ہے۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے کہا۔

”اس کی آپ فکر نہ کریں سر۔ میں ہر ممکن طریقے سے احتیاط کروں گا۔“ شاگل نے کہا۔

”نہیں منسٹر شاگل۔ میں آپ کو ایسی کوئی اجازت نہیں دے سکتا جس سے کرنل ترپاٹھی کو کوئی خطرہ لاحق ہو سکتا ہو۔ اگر عمران اور اس کے ساتھی واقعی کرنل ترپاٹھی تک پہنچ گئے ہیں تو کرنل ترپاٹھی اتنا بھی بچہ نہیں ہے کہ وہ ان کو پہچان نہ سکے۔ اور ویسے بھی وہ جہاں ہے اگر عمران اور اس کے ساتھی چاہیں بھی تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ عمران

نے پرائم منسٹر کی آواز سن کر بڑے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں جانتا ہوں۔ آپ سیکرٹ سرورس کے چیف ہیں منسٹر شاگل۔ میرے سامنے اس طرح اپنے عہدے کا ذکر نہ کیا کریں۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ لیس سر۔ سوری سر۔ دیری سوری سر۔“ شاگل نے بوکھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”بہر حال۔ کیوں فون کیا ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”سر۔ کرنل ترپاٹھی کی جان خطرے میں ہے۔ عمران اس کے پاس پہنچ گیا ہے سر۔“ شاگل نے کہا۔

”کیا کہا عمران کرنل ترپاٹھی تک پہنچ گیا ہے۔ اس کی جان کو خطرہ ہے۔ کیا مطلب۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

”لیس سر۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ میری ابھی ابھی کرنل ترپاٹھی کی پرسنل سیکرٹری سے بات ہوئی ہے۔ اس نے مجھے بتایا ہے کہ اس کا بھائی رام دیر اور اس کے دو ساتھی بند کمرے میں کرنل ترپاٹھی سے بات چیت کر رہے ہیں جبکہ اس کا اصلی بھائی رام دیر میرے پاس ہے سر۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے اسے بری طرح سے زخمی کر کے ایک رہائش گاہ کے تہہ خانے میں چھپا دیا تھا۔ مگر میں نے اپنی کوششوں سے اسے تلاش کر لیا ہے۔ اور سر اگر اصلی رام دیر میرے پاس ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ کرنل ترپاٹھی سے جو ملنے گیا ہے وہ رام دیر نہیں

شیلے لہجے میں کہا۔

”ایا آپ نے سنا نہیں۔ میں نے کہا ہے تو آرگو منٹس منسٹر
پرائم منسٹر نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی
جان ہو گئی۔“

”ہونہ۔ اچھا ہوا جو پرائم منسٹر نے مجھے اس معاملے سے خود ہی
گروایا ہے۔ انہیں کرنل ترپاٹھی پر ضرورت سے کچھ زیادہ ہی بھروسہ
میں بھی دیکھتا ہوں کرنل ترپاٹھی، عمران اور اس کے ساتھیوں کے
تک بک تک ٹھہرتا ہے۔ اس بار کافرستان کو جو بھی نقصان پہنچے گا اس
مدد داری پرائم منسٹر اور کرنل ترپاٹھی پر ہوگی۔ اب وہ کم از کم مجھے
دوش نہیں دے سکتے۔“ شاگل نے رسیور کریڈل پر رکھتے
کہا اور اس نے اطمینان بھرے انداز میں اپنا سر کرسی کی پشت
کا کر آنکھیں موند لیں جیسے اس کے سر سے واقعی کوئی بہت بڑا
وزن اتر گیا ہو۔

اور اس کے ساتھیوں نے کرنل ترپاٹھی جیسے انسان کے پاس جا کر اپنی
موت یقینی بنالی ہے۔ وہ شیر ہے جس نے اپنی حفاظت کے لئے
پھرتیلے چیتوں کی پوری فوج پال رکھی ہے۔ عمران اور اس کے ساتھیوں
کا وہاں سے نکلنا ناممکن ہو جائے گا۔ میں کرنل ترپاٹھی سے بات کرتا
ہوں۔ اب تک شاید اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک بھی
کر دیا ہو۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے کہا تو شاگل نے
بے اختیار ہونٹ بھیج لئے۔

”مگر سر۔“ شاگل نے کہنا چاہا۔

”نو آرگو منٹس منسٹر شاگل۔ عمران اور اس کے ساتھی آپ کے
ہاتھوں سے نکل گئے ہیں۔ اب آپ کے لئے یہی بہتر ہو گا کہ آپ
اس معاملے سے الگ ہو جائیں۔ کرنل ترپاٹھی اپنی حفاظت کرنا اچھی
طرح سے جانتا ہے۔ وہ آپ کی سوچ سے زیادہ ذہین ہے۔ وہ آسانی
سے عمران اور اس کے ساتھیوں کے قابو میں آنے والا نہیں۔ سبجے
آپ۔“ پرائم منسٹر نے سخت الفاظ میں کہا۔

”اوکے سر۔ آپ کہتے ہیں تو میں اس معاملے سے الگ ہو جاتا
ہوں۔ لیکن سر کرنل ترپاٹھی کی وجہ سے عمران اور اس کے ساتھی نکل گئے
تو آپ اس کا ذمہ دار مجھے نہیں ٹھہرائیں گے۔ میں نے عمران اور اس
کے ساتھیوں تک پہنچنے کے لئے تمام راہیں ہموار کر لی تھیں۔ اگر آپ
مجھے اجازت دے دیتے تو میں اس بار لازماً ان کی لاشیں آپ کے
قدموں میں لا کر پھینک دیتا۔“ شاگل نے پھر پینترا بدلتے

مردہ آدمی ہمیں ملے گا کہاں۔ اور وہ بھی اس اندھیرے میں۔“
نے کہا۔

مل جائے گا۔ بس خاموشی سے آگے بڑھتے رہو۔“ جولیا
اور وہ اسی طرح خاموشی سے آگے بڑھتے رہے۔

اس وقت شاگل اگر اپنے آدمیوں کو لے کر ہمارے پیچھے آ گیا
کچھ دیر بعد کراسٹی نے دوبارہ جولیا سے مخاطب ہو کر اپنا
ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

نہیں۔ وہ اس طرف نہیں آئے گا۔ یہاں ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا
ہے اور ٹاپ سیکرٹ ایجنسی اس علاقے میں کسی اور کو مداخلت نہیں
نے دے گی۔“ جولیا نے کہا۔

لیکن وہ ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کو ہمارے جنگل میں داخل ہونے کی
عقودے سکتا ہے نا۔ ایسی صورت میں بھی تو وہ الرٹ ہو جائیں
گے۔“ کراسٹی نے کہا۔

”جو بھی ہو۔ ہم یہاں آگئے ہیں۔ اب جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“
نے کہا۔ اسی لمحے اچانک انہیں کچھ فاصلے پر ایک انگارہ سا دکھتا
ہو گیا۔ انگارہ دیکھتے ہی وہ فوراً رک گئے اور تیزی سے درختوں کی
میں ہو گئے۔

”ایک آدمی ہے۔ سگریٹ پی رہا ہے۔“ کراسٹی نے سرگوشی
کہا۔

”ہاں۔ صفدر درخت پر چڑھ کر چیک کرو۔ یہ اکیلا ہے یا اس کے

جولیا اور اس کے ساتھی جنگل میں پہنچ گئے تھے۔ جنگل کا
پہنچتے پہنچتے وہاں کافی اندھیرا ہو گیا تھا۔ جنگل بہت گھنا تھا اس لئے وہ
جنگل میں احتیاط سے ایک دوسرے کے ساتھ چلتے ہوئے آگے بڑھ
رہے تھے۔ جنگل کے آغاز میں انہیں وہاں کوئی آدمی نظر نہیں آیا
تھا۔ جنگل میں جولیا نے عمران کی کال رسیو کی اور اسے جنگل میں پہنچنے
کے بارے میں بتا دیا تھا۔

”اس طرح آخر اندھیرے میں ہم کہاں بھٹکتے پھریں گے۔ نہ
جانے ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا ہیڈ کوارٹر جنگل میں کس طرف ہے۔“ تنویر
نے جولیا سے مخاطب ہو کر نہایت آہستہ آواز میں کہا۔

”ہمیں یہاں ان کا کوئی ایک آدمی تلاش کرنا ہے۔ جیسے ہی ہمیں
کوئی مل گیا ہمارے سامنے ساری صورتحال واضح ہو جائے گی۔“ جولیا
نے کہا۔

اور پھر جیسے ہی اس کا منہ دوسری طرف ہوا کیپٹن ٹکیل اس پر کسی چپتے کی طرح اچھل کر جھپٹ پڑا۔ اس نے نہایت پھرتی کا ہرہ کرتے ہوئے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے دوسرا ہاتھ اس کی نال پر ڈال دیا تھا۔

”خبردار۔ اگر کوئی حرکت کی تو گردن توڑ دوں گا۔“ کیپٹن نے غراتے ہوئے کہا تو اس نے جیسے خوفزدہ انداز میں اثبات سر ہلا دیا۔ کیپٹن ٹکیل نے اسے بے ہوش کرنا مناسب نہ سمجھتے ہوئے اسی طرح گھسیٹتے ہوئے اس طرف لے جانا شروع کر دیا جہاں لیا موجود تھی۔ جیسے ہی وہ اسے لے کر جولیا کے پاس آیا۔ جولیا نے رفتاری سے اس کے کاندھوں سے مشین گن اتار کر اپنے قبضے میں لے لی۔ اور اس نے مشین گن کی نال اس کے سر سے لگا دی۔

”اس کی تلاشی لو۔“ جولیا نے کیپٹن ٹکیل سے کہا تو کیپٹن ٹکیل نے اس کا منہ اور گردن چھوڑ دی۔

”کک۔ کون ہو تم۔“ منہ سے ہاتھ ہٹتے ہی اس آدمی نے ناف بھرے لہجے میں کہا۔

”خاموش۔ اگر منہ سے کوئی آواز نکالی تو گولی مار دوں گی۔“ جولیا نے غرا کر کہا تو اس نے فوراً ہونٹ بھیج لئے۔ کیپٹن ٹکیل نے اس کی تلاشی لے کر اس کا سارا اسلحہ اپنے قبضے میں کر لیا اور اسے دھکیل کر اس کی کمر ایک درخت سے لگا دی۔

”اب بتاؤ۔ کیا نام ہے تمہارا۔“ جولیا نے اس کے قریب

ارد گرد کوئی اور بھی ہے۔“ جولیا نے بھی سرگوشی کرنے والے انداز میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔ میرے پاس ایک ٹیلی نائٹ سکوپ بھی ہے۔“ صفدر نے کہا اور پھر وہ نہایت احتیاط اور تیزی سے ایک درخت پر چڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ نیچے آ گیا۔

”یہاں صرف یہ ایک ہی آدمی موجود ہے۔ دور دور تک اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ اور ٹیلی نائٹ سکوپ کے باوجود مجھے کہیں بھی روشنی نظر نہیں آرہی جس سے اندازہ ہو سکے کہ ان کا ہیڈ کوارٹر کس طرف ہے۔“ صفدر نے کہا۔

”بہر حال ہمارے لئے یہی بہت ہے کہ ہمیں ایک آدمی مل گیا ہے۔ اب یہ ہمیں اپنے ہیڈ کوارٹر کی معلومات فراہم کرے گا۔“ جولیا نے کہا۔

”کیا میں جا کر اس پر حملہ کروں۔“ تنویر نے کہا۔

”نہیں۔ کیپٹن ٹکیل تم جاؤ اور اسے یہاں لے آؤ۔ اور تم سب ادھر ادھر پھیل جاؤ۔ کسی بھی وقت اگر یہاں کوئی اور آ گیا تو ہمارے لئے مشکل ہو جائے گی۔“ جولیا نے کہا تو کیپٹن ٹکیل سر ہلا کر جھکے جھکے انداز میں درختوں کی آڑ لیتا ہوا اس طرف بڑھنے لگا جہاں ایک مشین گن بردار سگریٹ نوشی کر رہا تھا۔ وہ بالکل سائے کی طرح نظر آ رہا تھا۔ اور سگریٹ کے کش لگاتا ہوا ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔

کیپٹن ٹکیل خرگوش کے سے انداز میں اچانک اس کے سر پر پتھر

”اگر تم وہاں کیوں جانا چاہتے ہو۔ کون ہو تم۔“ اس نے

سوال مت کر دیا۔ اب اگر تم نے میرے کسی سوال کا جواب دینے
بڑا کیا تو میں تمہیں سچ مچ گولی مار دوں گی۔“ جولیا نے
ہوئے کہا۔

”اوہ۔ نہیں۔ تم جو پوچھو گی میں بتا دوں گا۔“ اس نے کہا۔
”تو بتاؤ۔“ جولیا نے کہا۔

”وہاں پہنچنے کا ایک راستہ ہے۔ اس راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں
وہاں تک میں تمہیں لے جاسکتا ہوں۔“ سریندر نے کہا۔
”ٹھیک ہے۔ حفاظتی انتظامات بتاؤ۔“ جولیا نے کہا۔

”وہاں حفاظت کا انتظام بے حد سخت ہے۔ چند لکڑی کے بڑے
کیمین بنے ہوئے ہیں اور وہاں درختوں پر مسلح افراد ہر طرف کی
نی کرتے ہیں۔“ اس نے کہا۔

”ہیڈ کوارٹر کا راستہ کہاں ہے۔“ جولیا نے کہا۔

”کیمینوں کے قریب ایک سرنگ نما خفیہ راستہ ہے۔ جو زیر زمین
وارٹر میں جاتا ہے۔“ سریندر نے کہا۔

”سرنگ میں داخل ہونے کا طریقہ بتاؤ اور سرنگ میں سے کوئی
ہیڈ کوارٹر تک کیسے جاتا ہے۔“ جولیا نے پوچھا۔

”ان کے پاس مخصوص جیپیں ہیں۔ جیپوں میں محض چند کلومیٹر کے
پر ہیڈ کوارٹر ہے۔“ سریندر نے کہا۔

آ کر انتہائی غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”سریندر۔ مم۔ میرا نام سریندر ہے۔“ اس نے خوف بھرے
لہجے میں کہا۔

”دیکھو سریندر۔ اگر تم اپنی جان کی خیریت چاہتے ہو تو میں تم سے
جو پوچھوں سچ مچ بتا دینا۔ ورنہ۔“ جولیا نے سرد لہجے میں کہا۔

”پپ۔ پوچھو۔“ سریندر نے کہا۔ شاید وہ اس ناگہانی آفت
پر گھبرا گیا تھا۔

”کیا تمہارا تعلق ٹاپ سیکرٹ ایجنسی سے ہے۔“ جولیا نے
پوچھا۔

”ہاں۔“ اس نے کہا۔

”تمہارے ساتھ یہاں اور کون ہے۔“ جولیا نے کہا۔

”میں اس طرف اکیلا آیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد میں چہل قدمی
کے لئے اکثر اس طرف آ جاتا ہوں۔“ اس نے کہا۔

”گڈ۔ اب یہ بتاؤ۔ تمہارا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے اور وہاں کی سیکورٹی
کا کیا انتظام ہے۔“ جولیا نے کہا۔

”ہیڈ کوارٹر یہاں سے خاصے فاصلے پر ہے۔ راستے بھی بے حد پر خار
ہیں۔ وہاں تک پہنچنا آسان نہیں ہے۔“ سریندر نے خود کو
سنیچالتے ہوئے کہا۔

”ہونہ۔ تم بھی تو دیں سے آئے ہو۔ اگر تم وہاں جاسکتے ہو تو ہم
کیوں نہیں جاسکتے۔“ جولیا نے کہا۔

رف بلاؤ۔ جلدی۔ اور اگر تم نے انہیں کسی قسم کا اشارہ دینے کی کوشش کی تو اپنی ہلاکت یقینی سمجھنا۔“ جولیا نے غراتے ہوئے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کیپٹن فکیل نے ٹرانسمیٹر اسے دیا تو اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا۔ اور اس کے بٹن پر پریس کرنے لگا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ سریندر کالنگ۔ ہیلو۔ ہیلو۔ اوور۔“ اس نے اربار کال دیتے ہوئے کہا۔

”لیس۔ رام لال انڈنگ یو۔ تم کہاں سے بول رہے ہو سریندر۔ دور۔“ دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”میں دیٹ سائیڈ ونگ اے کے کی طرف ہوں رام لال۔ اوور۔“ سریندر نے کہا۔

”اوہ۔ تم اتنی دور کہاں چلے گئے۔ کیا کر رہے ہو تم وہاں۔ اوور۔“ دوسری طرف سے رام لال نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں ٹھہرتے ٹھہرتے بے خیالی میں دور نکل آیا تھا۔ تم ایک کام کرو۔ اپنے ساتھ شیکھر، ماتھر اور جسمین کو لے کر اس طرف آ جاؤ۔ میں نے یہاں ایک عجیب غریب چیز دیکھی ہے۔ اوور۔“ سریندر نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

”کیا چیز۔ اوور۔“ دوسری طرف سے رام لال نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تم آؤ تو۔ اپنی آنکھوں سے دیکھو گے تو حیران رہ جاؤ گے اور وہ چیز شیکھر، ماتھر اور جسمین کے بھی مطلب کی ہے۔ اس لئے انہیں ضرور

”کیا ان کی کوئی خاص نشانی ہوتی ہے جو ہیڈ کوارٹر میں جاتے ہیں یا عام آدمی بھی اندر جاسکتے ہیں۔“ جولیا نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

”ہم میں سے کوئی بھی وہاں جاسکتا ہے۔ وہاں سیکنر لگے ہوئے ہیں۔ ان سیکنروں سے ہمیں چیک کیا جاتا ہے اور پھر کلیئرنس کے بعد دروازہ کھولا جاتا ہے۔“ اس نے بتایا۔

”کیمینوں میں کتنے مسلح افراد ہیں۔“ جولیا نے پوچھا۔

”کم و بیش تیس سے چالیس آدمی موجود ہیں۔“ اس نے کہا۔

”کیا ان میں سے تم کچھ کو یہاں بلا سکتے ہو۔“ جولیا نے کہا۔

”کیا مطلب۔“ سریندر نے چونک کر کہا۔

”جو میں پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو۔“ جولیا نے لہجے میں دوبارہ سرد پن لاتے ہوئے کہا۔

”مس۔ اس کی جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نکلا ہے۔ جس سے یہ یقیناً اپنے ساتھیوں سے رابطہ کرتا ہوگا۔“ کیپٹن فکیل نے کہا۔

”گڈ۔ اب بولو۔ کیا تم کچھ آدمیوں کو اس طرف بلا سکتے ہو۔“ جولیا نے کہا۔

”ہاں۔ مگر۔“ سریندر نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”اگر مگر مت کرو۔ ٹرانسمیٹر آن کرو اور اپنے چار آدمیوں کو الٹا

۱۔ دوسرے لمحے مارچ سے نیلی روشنی کی ایک لکیر سی نکل کر آسمان کی طرف بلند ہوتی ہوئی نظر آئی۔ کیپٹن ٹکیل نے فوراً اس کے ہاتھ سے مارچ لے لی۔

”کیا مطلب۔ تم نے مارچ مجھ سے کیوں چھین لی ہے۔“ اس نے کہا۔

”تمہارے ساتھی کتنی دیر میں یہاں پہنچ جائیں گے۔“ جولیا نے کہا۔

”انہیں یہاں آنے میں دس منٹ سے زیادہ وقت لگے گا۔“ سریندر نے کہا تو جولیا نے کیپٹن ٹکیل کو اشارہ کر دیا۔ اسی لمحے کیپٹن ٹکیل کا چچا تلا ہاتھ حرکت میں آیا اور سریندر کے حلق سے ایک تیز چیخ نکلی۔ اس سے پہلے کہ وہ گر پڑتا کیپٹن ٹکیل نے اسے سنبھال لیا۔

”یہ تمہاری قد وقامت کا ہے۔ اس کا لباس اتار کر پہن لو۔ میں دوسرے ساتھیوں کے پاس جا کر اس کے دوسرے ساتھیوں کا انتظار کرتی ہوں۔ اگر وہ ہمارے قد وقامت کے ہوئے تو ہم ان کے لباس بدل لیں گے۔ انہوں نے ہر طرف اندھیرا کر رکھا ہے۔ کیبنوں کے پاس بھی یقیناً انہوں نے مدھم روشنی کر رکھی ہوگی۔ اگر ہم ان کے لباس پہن لیں گے تو وہ آسانی سے ہمیں نہیں پہچان سکیں گے۔“ جولیا نے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے مس جولیا۔ مگر میں آپ کو ایک اور مشورہ دینا چاہتا ہوں۔“ کیپٹن ٹکیل نے کہا۔

ساتھ لانا۔ اور۔“ سریندر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں کیپٹن سے پوچھ کر آتا ہوں۔ اور۔“ دوسری طرف سے رام لال نے کہا۔

”اوہ۔ نہیں۔ کیپٹن اندر ہیڈ کوارٹر میں ہے۔ اسے مت بتانا۔ ورنہ وہ بھی اس طرف آجائے گا۔ پھر وہ چیز میرے اور تمہارے مطلب کی نہیں رہے گی۔ اور۔“ سریندر نے کہا۔

”اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں۔ تم بلیو لائٹ آن کر دو تاکہ مجھے تمہارے اصلی مقام کا علم ہو سکے۔ جہاں تم موجود ہو۔ اور۔“ دوسری طرف سے رام لال نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں لائٹ آن کر رہا ہوں۔ اور۔“ سریندر نے کہا۔

”اوکے۔ اور اینڈ آل۔“ دوسری طرف سے رام لال نے کہا اور سریندر نے ٹرانسمیٹر کا بٹن پریس کر کے اسے آف کر دیا۔ ”گڈ۔ تم نے عقلمندی کا مظاہرہ کر کے اپنی جان بچالی ہے۔“ جولیا نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

”مجھے میرا سامان دو۔ مجھے اس میں سے بلیو لائٹ نکالنی ہے۔ جب تک میں اسے بلیو لائٹ کا کاشن نہیں دوں گا۔ وہ یہاں نہیں آ سکے گا۔“ سریندر نے کہا۔

کیپٹن ٹکیل نے اس کے سامان سے ایک چھوٹی سی مارچ نکال کر اسے دے دی۔ اس نے مارچ روشن کی اور اس کا ایک بٹن پریس کر

تھے۔ وہ جیسے ہی آگے آئے وہ سب ان پر کمانڈوز کے انداز میں پھٹ پڑے اور ان کی گردنیں توڑ کر وہیں پھینک دیا۔ یہ اتفاق تھا کہ ان کے قدم قدامت تقریباً ان سے ملتے جلتے ہی تھے۔ وہ ایک ایک کو اٹھا کر لے گئے۔ صفدر نے دو آدمیوں کے لباس اتار کر جولیا اور کراچی کو بے دیئے۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ سب لباس بدل چکے تھے۔ پھر وہ بلیو لائٹ کی روشنی میں اس طرف بڑھنے لگے جس طرف سے دوسرے آدمی آئے تھے اور ایک صاف ستھرے راستے پر چلتے ہوئے وہ تھوڑی دیر میں اس مقام تک پہنچ گئے جہاں لکڑی کے چند کیمبن بنے ہوئے تھے۔ درختوں پر بھی انہیں مچائیں دکھائی دے گئی تھیں۔ کیمبنوں اور مچائوں میں بے حد کم روشنی تھی۔ جسے واقعی دور سے نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔

”میں شمال کی طرف جاتا ہوں اور وہاں ریڈ ٹروپنگ کا جال بچھاتا ہوں۔ آپ سب یہاں محتاط رہیں۔“ کیمپن ٹکیل نے کہا۔ وہ چونکہ ریڈ ٹروپنگ کا ماہر تھا اس لئے کسی نے اس کے جانے پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ اس نے ان سے چند مشین گنیں اور ضروری سامان لیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا شمال کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

وہ جھاڑیوں کے پیچھے جنگلی خرگوش کی طرح دوڑتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر کافی فاصلے پر اسے درختوں کی کثرت نظر آئی جو گھنے ہونے کے ساتھ ایک دوسرے سے ملے ہوئے بھی تھے۔ کیمپن ٹکیل نے پشت سے تھیلہ اتار کر زمین پر رکھا۔ اس کے پاس پانچ مشین گنیں تھیں۔ اس نے

”کیسا مشورہ۔“ جولیا نے چونک کر پوچھا۔

”اس نے بتایا ہے کہ کیمبنوں اور درختوں پر بے شمار مسلح افراد موجود ہیں۔ اگر ہم ان کی توجہ دوسری طرف کر دیں گے تو ہمیں ہیڈ کوارٹر میں جانے کا موقع اور آسانی سے مل جائے گا۔“ کیمپن ٹکیل نے کہا۔

”ہاں۔ ایسا کیا جاسکتا ہے مگر ان کی توجہ ہٹانے کے لئے کیا کرنا چاہئے۔“ جولیا نے کہا۔

”ہم یہاں ان کے لئے ریڈ ٹریپ بچھا سکتے ہیں۔ درختوں پر مشین گنیں فکس کر کے جنگل میں فائرنگ کر دی جائے گی تو وہ سب چونک پڑیں گے اور سب ہی تقریباً اپنی جگہوں سے ہٹ جائیں گے۔“ کیمپن ٹکیل نے کہا۔

”گڈ آئیڈیا۔ بلاؤ ان سب کو بلاؤ۔ ہم یہی کریں گے۔“ جولیا نے کہا تو کیمپن ٹکیل سر ہلا کر دوسری طرف چلا گیا اور پھر وہ باقی ساتھیوں کو بلا لایا اور پھر جولیا نے انہیں کیمپن ٹکیل کی پلاننگ بتانی شروع کر دی۔

کیمپن ٹکیل کے ریڈ ٹریپ پر سب نے ہی اس کی تائید کی تھی۔ پھر وہ سب مختلف درختوں کی آڑ میں چھپ گئے۔ کیمپن ٹکیل نے بلیو لائٹ ایک تنے پر رکھ دی تھی جس سے لائٹ نکل کر مسلسل اوپر جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں چار مسلح افراد پہنچ گئے اور ان میں سے ایک سریندر کو آوازیں دینے لگا۔ جولیا اور اس کے ساتھی تیار

ہی سے فائرنگ شروع ہو جاتی۔ کیپٹن شکیل ریڈ ٹریپ تیار کر کے
اس لکڑی کے پاس آیا جو لچکدار تنوں کے درمیان پھنسی ہوئی تھی۔
نے جیب سے لائٹر نکالا اور اس لکڑی کو آگ لگانے لگا۔ لکڑی
تھی اس نے فوراً آگ پکڑ لی تھی۔ وہ لکڑی دوسرے تنوں اور
سے ایک طرف ہٹ کر تھی۔ اب جیسے ہی لکڑی جل کر ٹوٹی۔
تے اوپر نیچے گھنچ جاتے۔ کیپٹن شکیل لکڑی کو آگ لگا کر واپس
جگہ آیا اور پھر اپنا تھیلا اٹھا کر نہایت تیز رفتاری سے اس طرف
دڑتا چلا گیا جہاں اس کے ساتھی موجود تھے۔

جس لکڑی کو اس نے آگ لگائی تھی وہ خاصی مضبوط تھی۔ جل جل
کر اسے ٹوٹنے میں وقت لگ سکتا تھا۔ کیپٹن شکیل بس یہ دعا کر رہا تھا
کہ آگ بجھ نہ جائے۔ آگ بجھنے کی صورت میں اس کا ریڈ ٹریپ کسی
کام کا نہیں تھا۔ وہ کچھ ہی دیر میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا۔
”ہو گیا ٹریپ مکمل۔“ تنویر نے اسے واپس آتے دیکھ کر کہا۔
”ہاں۔“ کیپٹن شکیل نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

”اسے آن ہونے میں کتنی دیر لگے گی۔“ جولیا نے پوچھا۔
”بس۔ چند منٹ۔ آپ سب تیار رہیں۔“ کیپٹن شکیل
نے جواب دیا۔ اور وہ سب مشین گنیں لے کر دائیں بائیں درختوں کی
طرف بڑھ گئے۔ اسی لمحے اچانک شمال کی طرف تیز اور خوفناک
فائرنگ شروع ہو گئی۔ پورا جنگل فائرنگ سے گونجنے لگا تھا۔ اور اس کے
ساتھ ہی کیبنوں میں اور درختوں پر جیسے طوفان سا آ گیا۔ کیبنوں سے

تھیلے سے مضبوط رسی کا ایک بڑا سا گچھا نکالا۔ پھر وہ رسی اور ایک مشین
گن اٹھا کر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ اس نے درخت کے وسطی حصے
میں مشین گن کو ایک مخصوص سمت میں رسی کی مدد سے باندھ دیا۔ اس
طرح باندھنے سے فائرنگ کے باوجود مشین گن گر نہیں سکتی تھی۔ پھر
کیپٹن شکیل نے ٹریگر کے ساتھ اس کا ایک سرا باندھا اور رسی نیچے پھینک
دی۔ اس طرح اس نے مختلف درختوں پر چڑھ کر رسی سے مشین گنیں
باندھیں اور ایک خاص ترتیب سے رسی ٹریگروں پر بھی باندھ دی۔ پھر
باقی رسی لے کر اسے کھولتا ہوا وہ درختوں اور جھاڑیوں کے درمیان سے
گزار کر دوسری طرف لیتا چلا گیا اور پھر آخری سرامنہ میں پکڑ کر وہ
تیزی سے ایک درخت پر چڑھتا چلا گیا۔ درخت کی شاخیں لچکدار تھیں۔
کیپٹن شکیل نے ایک مضبوط تنے کو منتخب کیا اور پھر اس کے آخری

سرے کو پکڑ کر۔ تنے سے لٹک گیا۔ اس کے بوجھ سے لچکدار تنہا خاصا
نیچے جھک آیا تھا۔ جیسے ہی اس کے پیر زمین سے لگے۔ اس نے ایک
ہاتھ سے تنے کو سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے منہ سے رسی نکال کر بڑی
مہارت سے رسی تنے سے باندھنے لگا۔ کچھ رسی بچ گئی تھی جسے کیپٹن
شکیل نے ایک دوسرے لچک دار تنے سے باندھ دیا اور پھر رسی کا سرا
پکڑ کر وہ تنے سے دور ہٹتا چلا گیا۔ پھر کافی دور جا کر اس نے اس رسی
کو ایک درخت کے تنے کے گرد لپیٹ دیا۔ درختوں کے درمیان اس
نے ایک لکڑی کو اس انداز میں پھنسا دیا تھا کہ اس لکڑی کے ہٹتے ہی
دونوں تنے گھنچ جاتے اور اس کے ساتھ ہی درختوں پر بندھی ہوئی مشین

”باس۔ یہاں کچھ مسلح افراد آ گئے ہیں۔ وہ مسلسل اور تیز فائرنگ کر رہے ہیں۔ میں نے انہیں گھیرنے کے لئے اپنے آدمی بھیج دیئے ہیں۔ وہ کسی طرح فرار نہیں ہو سکتے۔ ہمارے آدمی بھی ان پر مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ان کی مسلسل فائرنگ سے ہمارے بے شمار آدمی مارے جا چکے ہیں۔ مگر ہماری تعداد بہت زیادہ ہے۔ وہ ہر صورت میں مارے جائیں گے۔ اور۔۔۔“ کیبن میں موجود ایک آدمی ہاتھ میں ٹرانسمیٹر پکڑے مسلسل بول رہا تھا۔ صفدر اٹھ کر یکدم دروازے کی اوٹ میں ہو گیا۔

”یس باس۔ میں خود بھی وہاں جا رہا ہوں۔ میں نے نیچے جانے کا راستہ سیلڈ کر دیا ہے۔ وہ سرنگ تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ اور۔۔“ اس آدمی نے کہا۔ اور پھر مزید دو تین باتیں کر کے اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ پھر صفدر نے اس کے قدموں کی آواز سنی۔ شاید وہ باہر آ رہا تھا۔ صفدر یکلخت چوکنا ہو گیا۔ اور پھر وہ آدمی جیسے ہی کیبن سے باہر آیا صفدر اس پر کسی بھوکے شیر کی طرح جھپٹ پڑا اور اس آدمی کو ساتھ لیتا ہوا نیچے آگرا۔ اس اچانک افتاد پر اس آدمی کے منہ سے دبی دبی چیخ نکل گئی۔ صفدر نے اس کے ہاتھ سے مشین گن چھین کر دور پھینک دی اور بڑی مہارت سے اس کی گردن پکڑ لی اور اپنے گھٹنوں کے پاس لگا ہوا ایک خنجر نکال کر صفدر نے اس کی گردن پر رکھ دیا۔

”خبردار۔ اگر منہ سے آواز نکالی تو گردن کاٹ دوں گا۔“ صفدر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ اور گردن پر خنجر کی تیز دھار محسوس ہوتے

مسلح افراد نکل نکل کر باہر آنے لگے اور مچانوں پر چھپے افراد نے بھی مشین گنیں سیدھی کر کے اس طرف فائرنگ شروع کر دی۔ جس طرف سے گولیاں آرہی تھیں۔

دوسرے لمحے بے شمار مسلح افراد مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے وہاں سے بھاگتے نظر آئے۔ ان کا رخ اس طرف تھا جہاں کیپٹن ٹکیل نے ریڈ ٹریپ بچھایا تھا۔ اس خوفناک فائرنگ کا فائدہ اٹھا کر جولیا اور اس کے ساتھیوں نے ان مچانوں پر فائرنگ شروع کر دی جہاں مسلح افراد موجود تھے۔ ماحول فائرنگ کی خوفناک آوازوں کے ساتھ انسانی چیخوں سے بھی گونجنے لگا تھا اور مچانوں سے آدمی کپے ہوئے پھلوں کی طرح نیچے گر رہے تھے۔ وہ سب جگہیں بدل بدل کر فائرنگ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ مچانوں پر موجود مسلح افراد کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ان پر کس رخ اور کس طرف سے فائرنگ کی جا رہی ہے۔

کیبنوں کے ارد گرد درختوں پر خاموشی چھا گئی تھی۔ کیبنوں کی آڑ میں بھی کچھ افراد چھپے ہوئے اندھا دھند فائرنگ کر رہے تھے۔ جولیا اور اس کے ساتھی ریگتے ہوئے کیبنوں کی طرف بڑھتے ہوئے ان افراد پر فائرنگ کرنے لگے۔

کیبنوں میں ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ صفدر نے انہیں ادھر ادھر پھیل کر فائرنگ کرنے کا اشارہ کیا اور ریگتے ہوا تیزی سے ایک کیبن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کیبن کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر سے ایک آواز آرہی تھی۔

ہی اس آدمی نے تگ و دو چھوڑ کر اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔

صفدر اسے گردن سے پکڑے اور خنجر اس کے سینے پر رکھے تقریباً گھسیٹنے والے انداز میں اندر کیبن میں لے آیا۔ اس نے پہلے ہی اندر جھانک کر یہ تسلی کر لی تھی کہ اس کے سر اور کوئی نہیں تھا۔ اندر آتے ہی صفدر نے اسے زوردار دھکا دے کر ایک طرف پھینکا اور خنجر ایک طرف پڑی ہوئی میز پر رکھ کر اس کی طرف مشین گن تان لی۔

”کک۔ کیا مطلب۔ کون ہو تم۔“ اس آدمی نے مدہم روشنی میں صفدر کو بغور دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ کیبن میں زیر و پاؤر کا بلب روشن تھا۔

”تمہاری موت۔“ صفدر نے مشین گن کی نال اس کے سر سے لگاتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ مگر۔“ اس آدمی نے ہکلا کر کہا۔ اس کی آنکھوں میں موت کے سائے صاف نظر آرہے تھے۔

”اگر اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو نیچے سرنگ میں جانے کا راستہ بتاؤ۔“ صفدر نے کہا۔

”سرنگ۔ کیا مطلب۔ کون سی سرنگ۔ یہاں کوئی سرنگ نہیں ہے۔“ اس آدمی نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا تو صفدر نے اچانک مشین گن کا دستہ گھما کر پوری قوت سے اس کے جڑے پر مار دیا اور اس کے منہ سے دلخراش چیخ نکلی اور ایک ہی وار سے اس کا جبرہ لہولہاں ہوتا چلا گیا۔ دستہ لگتے ہی اس کے دانت پھلجڑیوں کی طرح

مگر اس کے منہ سے باہر آ گئے۔

”بتاؤ۔ جلدی بتاؤ۔ ورنہ میں تمہاری ساری ہڈیاں توڑ دوں گا۔“ جسم کا ایک ایک ریشہ کاٹ دوں گا۔“ صفدر نے خنجر وہ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میں نہیں بتاؤں گا۔“ اس نے چیختے ہوئے کہا تو ہاتھ حرکت میں آیا اور اس آدمی کا گال چرتا چلا گیا۔ اس نے بڑھا کر صفدر کو پکڑنے کی کوشش کی مگر صفدر نے اس کے سینے پر مار کر اسے پھر نیچے گرا دیا اور اپنا بوٹ اس کی گردن پر رکھ دیا۔

”بتاؤ۔ ورنہ میں تمہارا کان، ناک اور دوسرا گال بھی کاٹ دوں گا۔ ایک ایک کر کے میں تمہاری دونوں آنکھیں بھی نکال دوں گا۔“

اس نے انتہائی سفاک لہجے میں کہا۔

”بت، بتانا ہوں۔ فار گاڈ سیک۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ مم۔ میری جان سے بیر ہٹاؤ۔“ اس نے ہڈیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ پہلے بتاؤ۔ جلدی۔“ صفدر نے خنجر اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔

”ٹھنٹھ۔ ٹھیک ہے۔ وہ شمالی دیوار پر ایک کیل کا سرا ہے۔ اسے کھس کرو گے تو زمین پر ایک راستہ کھل جائے گا۔ نیچے سیڑھیاں اور پھر یہ ہے۔“ اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ یہ سن کر صفدر نے ایک اس کی گردن پر خنجر چلا دیا۔ اس کے منہ سے خرخراہٹ کی آواز آئی اور وہ زمین پر گرا بری طرح سے تڑپنے لگا اور پھر وہ تڑپ تڑپ کر

کے پیچھے کھلا ہوا دروازہ خود بخود بند ہوتا چلا گیا۔
 نیچے آتے ہی وہ تیزی سے دائیں بائیں دیواروں سے لگ گئے۔
 اگلے دور تک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔
 ”جیب لے چلتے ہیں۔“ — کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ہاں چلو۔“ — جولیہ نے کہا اور پھر وہ سب جیب میں سوار ہو
 کیپٹن شکیل ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جبکہ باقی سب مشین گنیں
 ہال کر جیب میں اس انداز میں سوار ہو گئے کہ اگر ان پر حملہ کیا جاتا
 تو اپنا بچاؤ کرتے ہوئے ان پر جوابی کارروائی بھی کر سکتے تھے۔

جیب کے انکیشن میں چابی لگی ہوئی تھی۔ کیپٹن شکیل نے جیب کا
 اشارت کیا اور اسے آگے بڑھا لے گیا۔ مدھم روشنی میں وہ تیزی
 جیب چلا رہا تھا۔ یہ ان کی خوش قسمتی ہی تھی کہ سرنگ بالکل خالی تھی
 ابھی تک ان کے سامنے کوئی نہیں آیا تھا۔

سرنگ کو بالکل متوازی بنایا گیا تھا۔ اس لئے کیپٹن شکیل اسے فل
 سے دوڑا رہا تھا تاکہ وہ جلد سے جلد ہیڈ کوارٹر تک پہنچ جائیں۔
 تقریباً بیس منٹوں کے تیز رفتار سفر کے بعد وہ سرنگ کے آخری
 دروازے پر پہنچ گئے۔ سامنے سرنگ بند تھی اور وہاں ایک بہت بڑا
 دہلی دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔ انہیں حیرت ہو رہی تھی کہ سرنگ اور
 دروازے کے پاس حفاظتی بندوبست نہیں کیا گیا تھا۔ شاید حفاظت
 سارا انتظام باہر تھا اور کسی کو اس بات کا امکان نہیں تھا کہ کوئی
 سے اس قدر مسلح افراد کو چکمہ دے کر یہاں تک آ سکتا ہے۔ یہ

وہیں ہلاک ہو گیا۔ صفدر نے آگے بڑھ کر شمالی دیوار کا جائزہ لیا تو اسے
 واقعی ایک کیل کا سرا دکھائی دیا۔ صفدر نے کیل کو انگوٹھے سے پریس کیا
 تو سرر کی آواز کے ساتھ دائیں طرف زمین پر ایک راستہ سا کھلتا چلا
 گیا۔ راستہ اور نیچے جاتی ہوئی میڑھیاں دیکھ کر صفدر کی آنکھوں میں
 چمک آگئی۔ اسی لمحے کیبن میں تنویر آ گیا۔

”میں نے کیبن میں فائرنگ کی آواز سنی تھی۔ اس لئے اس طرف
 آ گیا ہوں۔“ — تنویر نے صفدر کو دیکھ کر کہا۔

”اچھا کیا ہے۔ جاؤ۔ سب کو اندر لے آؤ۔ مجھے نیچے جانے کا
 راستہ مل گیا ہے۔“ — صفدر نے کہا تو تنویر نے کھلے ہوئے راستے
 کو دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا اور باہر نکل گیا۔

باہر سے مسلسل فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ مگر اب
 وہ آوازیں خاصی دور تھیں۔ شاید مسلح افراد ان کی تلاش میں دور نکل
 گئے تھے۔ کچھ ہی دیر میں تنویر سب کو لے آیا۔

”ہم اس راستے سے نیچے جائیں گے۔ اور اب ہمارے راستے میں
 جو بھی آئے گا ہم اس کا خاتمہ کر دیں گے۔“ — صفدر نے کہا تو
 ان سب نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ مشین گنیں ہاتھوں میں
 لئے محتاط انداز میں میڑھیاں اترتے چلے گئے۔

نیچے واقعی ایک خاصی کشادہ سرنگ تھی جو دور تک جاتی دکھائی دے
 رہی تھی۔ سرنگ میں بھی ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ اور ایک طرف ایک
 جیب کھڑی تھی۔ سرنگ کے آخری زینے سے جیسے ہی وہ نیچے اترے

”پھر اس دروازے کو کیسے کھولا جائے۔ اس طرف تو دروازے کا لاک بھی دکھائی نہیں دے رہا۔ فولاد کی سپاٹ دیواری ہے۔ جسے اندر سے ہی کسی میکنزم کے ذریعے کھولا جاسکتا ہے۔“ جولیہا کہا۔

”کچھ نہ کچھ تو ہمیں کرنا ہی پڑے گا۔ گو اوپر سے ہم نے میدان ناف کر دیا ہے۔ مگر اس کی خبر اندر موجود افراد تک یقیناً پہنچ گئی ہو گی۔ وہ یہاں مزید نفری بھی منگوا سکتے ہیں اور اگر ہم یہیں کھڑے نہیں کرتے رہے تو ہمیں وہ لوگ جنگلی خرگوشوں کی طرح گھیر کر یہیں لٹک کر سکتے ہیں۔“ تنویر نے کہا تو کیپٹن ٹھیکل آگے بڑھا اور دروازے کی سائڈوں کی دیواروں کو غور سے دیکھنے لگا۔ مگر پھر اس نے ہونٹ بھیچے اور انکار میں سر ہلاتا ہوا پیچھے ہٹ آیا۔

”کیا ہوا۔“ اسے اس طرح پیچھے ہٹتے دیکھ کر جولیہا نے پوچھا۔ ”دیوار کے اس حصے کو بم سے بھی نہیں اڑایا جاسکتا۔ یہ ساری دیوار ہارڈ کنکریٹ کی ہے جس کے درمیانی حصے میں فولادی دروازہ نصب کیا گیا ہے اور اس دروازے کو واقعی اندر سے ہی کھولا جاسکتا ہے۔“ کیپٹن ٹھیکل نے کہا۔

”کیا اس دروازے کو ریز کٹر سے کاٹا جاسکتا ہے۔“ اچانک کراسٹی نے کہا تو وہ سب چونک پڑے۔

”ریز کٹر۔ اوہ ہاں۔ کیا تمہارے پاس ریز کٹر ہے۔“ جولیہا نے کہا تو کراسٹی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنا دایاں پیر اوپر اٹھا

سکریٹ سروس کے ممبران کی ذہانت اور ان کی بہترین پلاننگ کا ہی تھا کہ وہ جنگل میں اس قدر حفاظتی انتظامات ہونے کے باوجود یہاں تک پہنچ گئے تھے۔ یہ واقعی ان کی کامیابی تھی بہت بڑی کامیابی۔ فولادی دروازے کے قریب آتے ہی کیپٹن ٹھیکل نے جیب روک لی اور جیب رکتے ہی وہ سب تیزی سے نیچے آ گئے۔

”حیرت ہے۔ یہاں سکیورٹی کا کوئی انتظام دکھائی نہیں دے رہا۔“ جولیہا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”انہیں شاید اوپر موجود مسلح افراد پر ضرورت سے زیادہ بھروسہ تھا کہ ان کی موجودگی میں کوئی اس سرنگ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اسی لیے انہوں نے یہاں کوئی انتظام نہیں کیا ہو گا۔“ صفدر نے کہا۔

”اب ہمارے درمیان یہ فولادی دروازہ حائل ہے۔ اسے کیسے کھولا جائے۔“ تنویر نے کہا۔

”صفدر کے پاس ٹائم بم ہیں۔ اگر دروازے پر بم لگا کر پیچھے ہٹ جائیں تو میرا خیال ہے ایک بم سے دروازے کو اڑایا جاسکتا ہے۔“ کراسٹی نے کہا۔

”نہیں۔ دروازے پر بم لگانے سے دروازہ تو اڑ جائے گا مگر اندر موجود مسلح افراد بھی چوکنے ہو کر اندر سے اندھا دھند فائرنگ بھی کر سکتے ہیں اور یہاں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں چھپ کر یا کسی آڑ میں ہو کر ان کی فائرنگ کی زد سے بچ سکیں اور دھماکے سے یہ سرنگ بھی تباہ ہو سکتی ہے۔“ صفدر نے کہا۔

کر اپنی جوتی کی ایڑی کو مخصوص انداز میں پریس کر کے گھما دیا۔
دوسرے لمحے اس کی جوتی کی ایڑی کسی ڈھکن کی طرح الگ ہو گئی۔
کراسٹی نے ایڑی کے درمیان میں پھنسا ہوا ایک ٹارچ نما چھوٹا سا آلہ
نکال لیا۔ آلہ نکال کر اس نے ایڑی اپنی جگہ پر ایڈجسٹ کی اور آلہ
جولیا کی طرف بڑھا دیا۔

”گڈ۔ یہ ہائی ولٹر ریز کٹر ہے۔ اس سے کنکریٹ کی دیوار تو کیا
اس فولادی دروازے کو بھی آسانی سے کاٹا جاسکتا ہے۔“ جولیا
نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”یہ کٹر مجھے دیں۔ میں اس سے فولادی دروازے کو کاٹتا ہوں۔
دروازہ کٹنے تک آپ لوگ پوزیشنیں سنبھال لیں۔ ایسا نہ ہو دروازہ
کٹتے ہی اندر سے ہم پر ہمہ بول دیا جائے۔“ صفدر نے کہا تو
جولیا نے اثبات میں سر ہلا کر کٹر اسے دے دیا۔ صفدر ریز کٹر لے کر
ابھی دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک انہیں سائیں سائیں کی
تیز آوازیں سنائی دیں۔ انہوں نے چونک کر دیکھا تو انہیں دیواروں کی
جڑوں سے سیاہ دھواں سا نکلتا دکھائی دیا۔

”اوہ۔ دھواں۔“ کراسٹی نے تیز لہجے میں کہا۔ اس سے
پہلے کہ وہ کچھ کرتے ان کے ارد گرد جیسے سیاہ دھوئیں کا بادل سا بن گیا۔
دھوئیں کو دیکھتے ہی انہوں نے سانسیں روک لی تھیں مگر بے سود، چند ہی
لمحوں میں وہ سب بے جان بتوں کی طرح گرتے چلے گئے۔

شہر سے تقریباً دو سو کلومیٹر دور ایک نوآباد علاقے میں ایک عظیم
الشان محل نما حویلی کے احاطے میں بے شمار مسلح افراد موجود تھے۔ حویلی
کے چاروں طرف مسلح کمانڈوز پھیلے ہوئے تھے۔ ان مسلح کمانڈوز نے نہ
صرف حویلی بلکہ ارد گرد کے علاقے کو بھی اپنے کنٹرول میں لے رکھا
تھا۔

یہ حویلی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے چیف کرنل ترپانھی کا ہیڈ کوارٹر تھا۔
جس نے حویلی اور ارد گرد کے علاقے پر اپنا مضبوط تسلط جما رکھا تھا۔
اس ہیڈ کوارٹر کو خصوصی طور پر اور دوسروں کی نظروں سے خفیہ رکھنے کے
لئے یہاں بنایا گیا تھا۔ اس ہیڈ کوارٹر میں کسی غیر مطلق آدمی کو آنے
نہیں دیا جاتا تھا۔ اول تو کرنل ترپانھی کسی کے سامنے آتا نہیں تھا۔ اور
اگر بہ امر مجبوری کسی سے ملنا اس کے لئے ناگزیر ہو جاتا تو اسے کئی
مرحلوں سے گزارنے کے بعد کرنل ترپانھی تک پہنچایا جاتا تھا۔

اور نہ اس کے روکھے اور سرد پن سے میک اپ میں ہونے کے بعد اس کا پہچان لیا جانا آسان تھا۔ کرنل ترپانھی نے وہاں ایک رمار آفس بنا رکھا تھا۔ اس آفس میں اس کے مخصوص ساتھیوں کے کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ اس وقت بھی اپنے آفس میں موجود تھا۔

اونچی نشست والی کرسی سے ٹیک لگائے وہ کسی گہری سوچ میں کھویا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر غصے کے ساتھ ساتھ قدرے پریشانی کے بھی اثرات نمایاں تھے۔ اس کے غصے اور پریشانی کی وجہ وہ پاکیشیائی ایجنٹس تھے جو اس کے بھائی رام دیر کو اغوا کر کے لے جا رہے تھے۔ ان کے بارے میں کافرستان سیکرٹ سروس کے زیر اسکوڈ کے انچارج کرنل یادو نے اطلاع دی تھی۔ اور یہ سنتے ہی کرنل ترپانھی شدید غصے میں آ گیا تھا۔ اس نے کرنل یادو کو حکم دیا تھا کہ وہ ان پاکیشیائی ایجنٹس کو ہر صورت میں ٹریس کریں اور جیسے بھی ممکن ہو وہ ان سے اس کے بھائی رام دیر کو آزاد کرائیں۔ اس نے کرنل یادو کو رام دیر کے کلب کے خفیہ راستے اور وہاں موجود ایمرجنسی کے طور پر استعمال میں لائی جانے والی کار اور اس کے ٹریکس سسٹم کے بارے میں بھی بتا دیا تھا تاکہ زیر اسکوڈ کو ان پاکیشیائی ایجنٹوں تک پہنچنے کے لئے زیادہ وقت نہ لگ سکے۔ لیکن کئی گھنٹے گزر گئے تھے اور کرنل یادو نے نہ اس سے کوئی رابطہ کیا تھا اور نہ ہی اسے رام دیر اور پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں کوئی رپورٹ دی تھی جس سے کرنل ترپانھی کا غصہ اور پریشانی بڑھتی جا رہی

کرنل ترپانھی نے یہاں اپنی حفاظت کا فول پروف انتظام کر رکھا تھا۔ اور اس کی ایجنسی کے ممبران نے باقاعدہ کمانڈوز کی ٹریننگ لے رکھی تھی جن کی نظروں میں آئے بغیر ہیڈ کوارٹر میں ایک معمولی چڑیا بھی داخل نہیں ہو سکتی تھی۔

کرنل ترپانھی ایک مضبوط جسم اور بڑے ڈیل ڈول والا بھاری بھر کم آدمی تھا۔ اس کا سر گنجا اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ جن میں بلا کی مکاری اور کینہ پروری جھلکتی تھی۔ اس نے گہری مونچھیں رکھی ہوئی تھیں جنہیں بل دے کر اس نے بچھو کے ڈنک کی طرح دونوں طرف سے اوپر اٹھا رکھا تھا۔ اس کا رنگ صاف تھا اور اس کے گالوں پر نو جوانوں کی سی سرخی نظر آتی تھی۔ وہ انتہائی سنگ دل، بے رحم اور کینہ پرور ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد خود سر انسان تھا۔ اس کے چہرے پر غصے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے لئے نفرت اور انتہائی تضحیک دکھائی دیتی تھی۔ وہ انتہائی روکھے اور سرد لہجے میں بات کرنا کا عادی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا سامنا کرنے اور اس سے بات کرتے ہوئے بڑے بڑوں کے پسینے چھوٹ جاتے تھے۔

کرنل ترپانھی زیادہ تر اپنے اسی ہیڈ کوارٹر میں رہتا تھا اور یہیں سے اپنے احکامات صادر کرتا تھا۔ ہیڈ کوارٹر سے باہر جاتے ہوئے وہ ہمیشہ خفیہ راستہ استعمال کرتا تھا اور خود کو میک اپ کی تہوں میں چھپا کر رکھتا تھا۔ جس سے اس کی اصلی پہچان مشکل ہو جاتی تھی اور میک اپ کرنے کے بعد کرنل ترپانھی اپنے لب و لہجے پر کمال کی حد تک کنٹرول کر لیتا

بھی جانتا تھا کہ رام ویر اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ رام نے ویر کو مکمل آزادی دے رکھی تھی اور اس کے کسی کام میں مداخلت نہیں کرتا تھا اور نہ ہی رام ویر اس کے معاملات میں کوئی دخل دیتا تھا۔ رام ویر نے اپنے بل بوتے پر اچھا خاصا اثر و رسوخ قائم کر لیا تھا اور اس کے سامنے کوئی سرائٹھا کر بات کرنے کی جسارت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اور اسی رام ویر کو کرنل یادو کے کہنے کے مطابق تین ایشیائی ایجنٹوں نے اس کے کلب میں جا کر شکست دے دی تھی۔ ان ایجنٹوں نے کلب میں آ کر ہنگامہ آرائی بھی کی تھی۔ رام ویر کے چند مسلح افراد کے ساتھ ساتھ اس کے فائٹروں کو بھی ہلاک کر دیا تھا۔

کرنل یادو کی باتوں پر کرنل تریپاٹھی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے فوری طور پر ویشل سکرین پر چیک کیا تو اس نے واقعی رام ویر کے آفس میں تین افراد کو دیکھا جو اس کے بھائی رام ویر کو بے ہوش کر کے خفیہ راستے سے نکال لے جا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر کرنل تریپاٹھی کا غصہ عروج پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے کرنل یادو کو دوبارہ کال کر کے ہدایات دی تھیں کہ وہ ان پاکیشیائی ایجنٹوں سے اس کے بھائی کو آزاد کرانے کے لئے کچھ بھی کریں۔ اسے ہر حال میں اس کا بھائی زندہ اور سلامت چاہیے تھا۔ جس کا کرنل یادو نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ مگر اس کے بعد سے اب تک کرنل یادو نے ایک بار بھی اس سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ کرنل تریپاٹھی کو فکر تھی کہ پاکیشیائی ایجنٹ اس کے بھائی رام ویر کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔ وہ اپنے بھائی کی ذرا سی بھی تکلیف

تھی۔ اس نے کرنل یادو سے اس کی بتائی ہوئی فریکوئنسی پر بھی کئی بار بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر دوسری طرف اس کا رابطہ ہی نہیں ہو رہا تھا۔

رام ویر اس کا چھوٹا بھائی تھا جس سے وہ بے حد محبت کرتا تھا اور اس کی ہر خواہش پوری کرنے کے لئے وہ حکومت کی بنیادیں تک ہلا کر رکھ دیتا تھا۔ رام ویر کی اس نے بچپن سے لے کر اب تک باپ کی طرح دیکھ بھال کی تھی اور وہ اس کے جسم پر معمولی سی خراش دیکھ کر بھی آگ بگولا ہو جاتا تھا۔ رام ویر کے خلاف بولنے یا اس کے خلاف سازش کرنے والا راتوں رات غائب ہو جاتا تھا اور ظاہر ہے اسے غائب کرنے میں کرنل تریپاٹھی کا ہی ہاتھ ہوتا تھا جس کے ٹکڑے اگلے دن شہر کے چوراہوں پر ملتے تھے۔ لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ اس قدر قریبی رشتہ ہونے کے باوجود یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم تھی کہ رام ویر کرنل تریپاٹھی کا بھائی تھا۔ کرنل تریپاٹھی جس منصب پر فائز تھا خود کو اور رام ویر کو دشمنوں سے محفوظ کرنے کے لئے اس نے اس حقیقت کو خود ہی چھپا رکھا تھا تاکہ کوئی رام ویر کو اس کی کمزوری سمجھ کر اس کے لئے نقصان اور پریشانی کا باعث نہ بن سکے۔

رام ویر سے اس کا گہرا رشتہ تھا اس کو چھپانے کے لئے اور رام ویر کی حفاظت کے لئے اپنی ایجنسی کے افراد کو بھی مقرر کر رکھا تھا۔ ویسے بھی رام ویر اس کی طرح بے حد سخت گیر، خطرناک اور انتہائی طاقتور تھا۔ وہ اپنے دوستوں دشمنوں کی پہچان رکھنے والا آدمی تھا۔ اس لئے کرنل

برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

”ہونہ۔ اگر ان پاکیشیائی ایجنٹوں نے میرے بھائی کے جسم پر معمولی سی خراش بھی ڈالنے کی کوشش کی تو میں ان کا انجام اس قدر بھیاں کروں گا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔“ کرنل ترپاٹھی نے سیدھے ہو کر غراتے ہوئے کہا۔ اس نے جھپٹ کر میز پر پڑا ہوا ٹرانسمیٹر اٹھایا اور ایک بار پھر کرنل یادو سے رابطہ ملانے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر اس بار بھی رابطہ قائم نہ ہوا تو اس نے غصے سے ٹرانسمیٹر میز پر رکھا ہی تھا کہ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور کان سے لگا لیا۔

”ہیس۔“ اس نے انتہائی غراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

”ایٹ ون سکس بول رہا ہوں چیف۔“ دوسری طرف سے

ایک گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”ایٹ ون سکس۔ اوہ تم۔ کہاں ہو تم۔ میں نے تمہیں کرنل یادو اور اس کے زیرو اسکواڈ کے ساتھ رہنے کا حکم دیا تھا نا۔“ دوسری طرف کی آواز سنتے ہی کرنل ترپاٹھی نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ہیس چیف۔ میں اسی اسکواڈ کے ساتھ ہوں۔“ دوسری طرف سے ایٹ ون سکس نے کہا۔

”کرنل یادو کہاں ہے اور اس کا اسکواڈ کیا کر رہا ہے۔ اور ان پاکیشیائی ایجنٹوں کا کیا ہوا۔“ کرنل ترپاٹھی نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

”کرنل یادو ہلاک ہو چکا ہے چیف۔“ دوسری طرف سے ایٹ ون سکس نے کہا اور کرنل ترپاٹھی بری طرح سے اچھل پڑا۔

”کرنل یادو ہلاک ہو گیا ہے۔ یہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کیسے ہو گیا ہے۔ کس نے ہلاک کیا ہے اسے۔“ کرنل ترپاٹھی نے چیختے ہوئے کہا۔

”چیف۔ کرنل یادو اور اس کا اسکواڈ جن پاکیشیائی ایجنٹوں کا خاقب کر رہا تھا وہ خالی ہاتھ نہیں تھے۔ ان کے پاس جدید اسلحہ تھا۔ انہوں نے کرنل یادو کو ہیلی کاپٹر سمیت اڑا دیا تھا۔ یہی نہیں انہوں نے زیرو اسکواڈ کو بھی شدید نقصان پہنچایا ہے۔“ دوسری طرف سے ایٹ ون سکس نے کہا اور پھر اسے ساری تفصیل بتاتا چلا گیا جسے سن کر کرنل ترپاٹھی کا چہرہ حیرت سے بگڑتا چلا گیا۔

”اوہ۔ ان تین ایجنٹوں نے زیرو اسکواڈ کو ختم کر دیا ہے۔ بیڈ نیوز۔“ ایٹ ون سکس نے کہا۔ اب کہاں ہیں وہ۔ اور اب زیرو اسکواڈ کی کمانڈ کس کے پاس ہے۔“ کرنل ترپاٹھی نے انتہائی پریشانی کے عالم میں کہا۔

”وہ کرشن نگر میں جا کر غائب ہو گئے تھے چیف۔ اسکواڈ ان کی تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مار رہا ہے۔ انہیں ایک علاقے میں وہ کار بھی مل گئی ہے جس میں پاکیشیائی ایجنٹ سفر کر رہے تھے۔ مگر تاحال ان کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ میرا خیال ہے کہ وہ کرشن نگر سے نکل کر دامائی شہر میں چلے گئے ہیں۔“ دوسری طرف سے ایٹ ون سکس نے کہا۔

”دامائی۔ اوہ۔ اگر وہ دامائی میں چلے گئے ہیں تو ان کی تلاش واقعی ایک مسئلہ بن جائے گی۔ دامائی شہر تو انسانوں کا سمندر ہے۔ دامائی شہر میں جا کر انہیں تلاش کرنا بالکل ایسا ہی ہوگا جیسے گھاس میں سے سوئی کو تلاش کرنا۔“ کرنل تریپاشی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”لیس چیف۔“ دوسری طرف سے ایٹ دن سکس نے کہا۔ ”ٹھیک ہے۔ تم ان کے ساتھ ہی رہو۔ اور جیسے ہی کوئی نئی بات معلوم ہو فوراً مجھے کال کرنا۔ لگتا ہے ان کی تلاش کے لئے اب مجھے ہی اپنی فورس حرکت میں لانا پڑے گی۔ وہ لوگ شاگل جیسے انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔“ کرنل تریپاشی نے کہا اور اس نے دوسری طرف سے جواب سننے بغیر رسیور کرپڈل پر رکھ دیا۔

”یہ پاکیشیائی ایجنٹس یقیناً عمران اور اس کے ساتھی ہیں۔ ان کا رام دیر تک پہنچنا اور اسے کلب سے نکال کر لے جانے کا یہی مقصد ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے ذریعے مجھ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ مگر کیوں۔ عمران کو میرے بارے میں کیسے پتہ چل گیا کہ رام دیر میرا بھائی ہے اور اس کے ذریعے وہ مجھ تک پہنچ سکتا ہے۔ آخر یہ عمران ہے کیا چیز۔“ کرنل تریپاشی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی فراخ پیشانی پر لاتعداد سلوٹیں نمایاں ہو گئی تھیں۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ میز پر پڑے ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آواز سنائی دینے لگی تو کرنل تریپاشی ایک بار پھر اپنی سوچ کے محور سے باہر آ گیا۔ اس نے فوراً ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اس

لکڑی بن پرپس کر دیا۔

”جی سکس کالنگ۔ ہیلو۔ ہیلو۔“ دوسری طرف سے مسلسل آواز سنائی دینے لگی۔

”لیس۔ چیف انڈنگ یو۔ اوور۔“ کرنل تریپاشی نے بٹن پش کر کے اپنے مخصوص کرخت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ چیف۔ میں میجر پرکاش بول رہا ہوں۔ ساما گا پوائنٹ سے۔ اوور۔“ دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

”لیس میجر۔ کیوں کال کی ہے۔ کوئی خاص بات۔ اوور۔“ کرنل تریپاشی نے کہا۔

”لیس چیف۔ میں نے آپ کو یہ بتانے کے لئے کال کی ہے کہ ساما گا پوائنٹ پر چند نامعلوم افراد نے حملہ کر دیا تھا۔ انہوں نے بیس پوائنٹ پر ریڈ ٹریپ لگا کر حملہ کیا تھا جس کے نتیجے میں بیس پوائنٹ کے تمام آدمی مارے گئے تھے۔ اوور۔“ دوسری طرف سے میجر پرکاش نے کہا۔

”اوہ۔ حملہ آور کون تھے اور ان کی تعداد کتنی تھی۔ اوور۔“ کرنل تریپاشی نے پوچھا۔

”ان کی تعداد پانچ ہے چیف۔ وہ زیروٹنل میں پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ لیکن چونکہ میں نے سٹار سنٹر کو سیلڈ کر رکھا تھا اس لئے وہ وہیں تک محدود ہو کر رہ گئے۔ میں نے پوائنٹ تھری سے مزید نفری منگوائی تھی۔ میرا ارادہ تھا کہ انہیں زیروٹنل میں ہی گھیر کر ہلاک کر دیا

کے اور ساتھی بھی وہاں موجود ہوں۔ اور۔۔۔“ کرنل تریپاٹھی نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں چیف۔ پوائنٹ تھری کی ریزرو فورس کو میں پہلے ہی یہ سب ہدایات دے دی ہیں۔ باقی رہی ان حملہ آوروں کی بات تو میں نے آپ سے اجازت لینے کے لئے ہی کال کی تھی کہ آپ مجھے اجازت دیں تو میں ان کا منہ کھلوانے کے لئے ان پر حملہ کر سکتا ہوں۔ اور۔۔۔“ دوسری طرف سے میجر پرکاش نے کہا۔

”میری طرف سے تمہیں مکمل آزادی ہے میجر پرکاش۔ ان کا منہ کھلوانے کے لئے بے شک ان کا ریشہ ریشہ الگ کر دو اور پھر ان کی جگہ کے ٹکڑے کر کے جنگل میں پھینک دینا۔ جنگل کے کٹڑے ٹکڑے خود ہی انہیں چٹ کر جائیں گے۔ اور۔۔۔“ کرنل تریپاٹھی نے سفاکی سے کہا۔

”تھینک یو چیف۔ اب میں ان کا وہ حشر کروں گا کہ ان کی روئیں تک کانپ اٹھیں گی اور وہ ہر حال میں میرے سامنے منہ کھولنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اور۔۔۔“ میجر پرکاش نے خوش ہوتے ہوئے جوشیلے انداز میں یوں کہا جیسے کرنل تریپاٹھی نے اسے مجرموں کے ساتھ درندگی آمیز سلوک کرنے کی اجازت دے کر اس کی دلی خواہش پوری کر دی ہو۔

”اوکے۔ اور ہاں۔ ڈاکٹر پریتم راؤ اور اس کی ٹیم کے بارے میں

جائے۔ ایک تو ان کے پاس خطرناک اسلحہ اور طاقتور بم تھے اس لئے میں انہیں زیروئنٹل میں ہی ہلاک کرنے کا ریسک نہیں لے سکتا تھا۔ اگر میں زیروئنٹل میں موجود چھپی ہوئی مشین گنوں سے یا ریڈ ریز سے ہلاک کرنے کی کوشش کرتا تو ان کے پاس موجود بم پھٹ سکتے تھے جس سے لامحالہ زیروئنٹل کو بھی نقصان پہنچتا۔ اس لئے میں انہیں نہیں چھڑ رہا تھا البتہ میں نے ان کے زیروئنٹل میں آتے ہی داخلی راستہ بھی سیلڈ کر دیا تھا۔ مجھے خدشہ تھا کہ وہ بموں سے فولادی دروازے کو اڑانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے انہیں ساکوم گیس سے وہیں بے ہوش کر دیا تھا۔ اور۔۔۔“ دوسری طرف سے میجر پرکاش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے وہ ابھی زندہ ہیں۔ اور۔۔۔“ کرنل تریپاٹھی نے تیز لہجے میں کہا۔

”لیس چیف۔ میں نے انہیں بے ہوش کر کے بلیک روم میں قید کر دیا ہے۔ اور۔۔۔“ میجر پرکاش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”انہیں زندہ رکھ کر تم نے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے میجر پرکاش۔ ہمارے لئے یہ جاننا بے حد ضروری ہے کہ وہ کون ہیں اور انہیں سٹار سنٹر کے بارے میں کیسے معلوم ہو اور وہ وہاں کس مقصد کے لئے آئے تھے۔ تم ان پر ٹارچہ کرو۔ ان کا کسی بھی طرح منہ کھلاؤ۔ ان کے بارے میں مجھے ایک ایک رپورٹ چاہیے۔ اس کے علاوہ تم پوائنٹ تھری سے مزید آدمی منگواؤ اور پورے جنگل کو سرچ کراؤ۔ ہو سکتا ہے

بتاؤ۔ سپر سوئک ریز تیار کرنے والی مشین پر انہوں نے اب تک کتنی کامیابی حاصل کی ہے اور انہیں پراجیکٹ مکمل کرنے میں ابھی اور کتنا وقت لگے گا۔ اور۔۔۔“ کرنل ترپاٹھی نے کہا۔

”وہ دن رات کام کر رہے ہیں چیف۔ مزید چند روز تک وہ اپنا کام مکمل کر لیں گے۔ اور۔۔۔“ دوسری طرف سے میجر پرکاش نے کہا۔

”گڈ۔ میں بھی بس ان کی کامیابی کا ہی منتظر ہوں۔ اور۔۔۔“ کرنل ترپاٹھی نے کہا۔

”جیسے ہی وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے میں آپ کو فوراً اطلاع کر دوں گا۔ اور۔۔۔“ دوسری طرف سے میجر پرکاش نے کہا تو کرنل ترپاٹھی نے اوور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔

”حیرت ہے۔ عمران اور اس کے ساتھی یہاں ہیں تو شار سنٹر پر حملہ کرنے والے کون ہو سکتے ہیں اور اگر وہ عمران اور اس کے ساتھی ہیں تو رام ویر کو لے جانے والے کون ہیں۔“ ٹرانسمیٹر آف کر کے کرنل ترپاٹھی نے حیرت بھرے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے میز پر پڑے انٹر کام کی مترنم ٹھنٹی بجی تو وہ ایک بار پھر چونک پڑا۔

”لیس۔۔۔“ اس نے انٹر کام کے لاؤڈر کا بٹن آن کر کے ناگواری سے کہا۔ شاید مسلسل کالیں سن سن کر وہ اپ سیٹ سا ہو گیا تھا۔ ”سر۔ مسٹر رام ویر دو آدمیوں کے ساتھ آپ سے ملنے آئے ہیں۔“ دوسری طرف سے کرنل ترپاٹھی کی پرسنل سیکرٹری نے

دوبانہ لہجے میں کہا تو کرنل ترپاٹھی بری طرح سے اچھل پڑا۔ ”رام ویر۔ دو آدمی۔“ کرنل ترپاٹھی کے منہ سے حیرت زدہ آواز نکلی۔

”لیس سر۔“ دوسری طرف سے پرسنل سیکرٹری نے کہا۔ ”اوہ۔ اوہ۔ کہاں ہے وہ۔ میری بات کراؤ اس سے۔ فوراً۔“ کرنل ترپاٹھی نے تیز لہجے میں کہا۔

”لیس سر۔ میں بات کراتی ہوں۔“ دوسری طرف سے پرسنل سیکرٹری نے کہا اور پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد رابطہ ہو گیا۔ ”بھائی۔ میں رام ویر ہوں۔ ایک ایمر جنسی کے سلسلے میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔“ دوسری طرف سے رام ویر کی آواز سنائی دی۔ ”ایمر جنسی۔ کیسی ایمر جنسی۔ اور تم۔ تم ان پاکیشیائی ایجنٹوں سے کیسے بچ نکلے۔ کون تھے وہ۔ کہاں لے گئے تھے وہ تمہیں اور۔“ کرنل ترپاٹھی جیسے رام ویر کی آواز سن کر حیرت اور خوشی کے ملے جلے لہجے میں رکے بغیر بولتا چلا گیا۔

”دھیرج۔ بھائی۔ دھیرج سے کام لیں۔ میں یہی سب بتانے کے لئے تو آیا ہوں۔ آپ ہمیں اندر آنے دیں۔ میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔“ رام ویر نے بڑے تحمل بھرے لہجے میں کہا۔

”ہمیں۔ ہمیں کون۔ اور ہاں۔ سیکرٹری بتا رہی تھی کہ تمہارے ساتھ دو آدمی بھی ہیں۔ کون ہیں وہ۔ انہیں یہاں ساتھ کیوں لائے ہو۔ تم جانتے ہو نا کہ تمہارے سوا میں کسی اور سے ملنا پسند نہیں کرتا۔“ کرنل

ترپانھی نے کہا۔
 ”وہ دونوں میرے بھروسے کے آدمی ہیں بھائی۔ میں انہیں خاص طور پر آپ سے ملانے کے لئے لایا ہوں۔ ان کے پاس آپ کے لئے بہت اہم انفارمیشن ہے۔“ — رام ویر نے کہا۔
 ”کیسی انفارمیشن۔“ — کرنل ترپانھی نے کہا۔
 ”آپ ہمیں اندر آنے دیں بھائی۔ میں نے آپ سے کہا ہے نا کہ وہ دونوں میرے بھروسے کے آدمی ہیں اور آپ جانتے ہی ہیں کہ میں کم از کم آپ کے پاس کسی عام آدمیوں کو نہیں لاسکتا۔“ دوسری طرف سے رام ویر نے کہا۔
 ”اوہ۔ ہاں۔ ٹھیک ہے۔ میں لفٹ اوپر بھیج دیتا ہوں۔ تم آ جاؤ۔“
 کرنل ترپانھی نے کہا۔ اور پھر اس نے انٹرکام آف کر دیا۔ اس نے میز کے نیچے لگا ہوا ایک خفیہ بٹن پریس کیا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

آخر وہ دونوں کون ہیں جنہیں رام ویر خصوصی طور پر یہاں لایا ہے۔ اور اسے تو پاکیشیائی ایجنٹوں نے اغوا کر لیا تھا۔ پھر وہ ان کے ہاتھوں کیسے بچ نکلا ہے اور وہ ان دونوں کو لے کر یہاں کیوں آیا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں وہ دونوں واقعی پاکیشیائی ایجنٹ ہوں اور انہوں نے رام ویر کو یرغمال بنا رکھا ہو۔ اور وہ ان کے مجبور کرنے پر ان کے ساتھ یہاں آ گیا ہو۔
 ”اوہ۔ اوہ۔ ضرور ایسی ہی بات ہوگی۔ مجھے ان دونوں سے رام ویر کو ہر صورت پہچانا ہوگا۔ ورنہ اس کے ساتھ ساتھ وہ میرے لئے بھی پریشانی کھڑی کر سکتے ہیں۔“ — کرنل ترپانھی نے کہا۔
 ”ہونہہ۔ اگر وہ واقعی پاکیشیائی ایجنٹس ہیں تو انہوں نے یہاں آ کر اپنے ثابوت میں آخری کیل ٹھونک لی ہے۔ وہ یہاں سے بچ کر نہیں جا سکیں گے۔ ان کی موت میرے ہاتھوں ہوگی۔ انتہائی اذیت ناک اور بھیانک موت۔“ — کرنل ترپانھی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔
 اس کے چہرے پر غصے کے ساتھ ساتھ شدید پریشانی بھی تھی۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اس نے ایک ہار پھر میز کے نیچے ہاتھ لے جا کر چند بٹن پریس کر دیئے۔
 ”اب ٹھیک ہے۔ میں نے کرسیوں کے میگنٹ سسٹم آن کر دیئے ہیں۔ ان کرسیوں پر بیٹھنے والے اب میری اجازت کے بغیر کسی بھی صورت میں اٹھ نہیں سکیں گے اور پھر میں ان دونوں کو بھیانک موت ماروں گا۔ ان کرسیوں پر ہی ان کی موت ہوگی۔ انتہائی بھیانک اور اذیت ناک موت۔“ — کرنل ترپانھی نے کہا۔ اسی لمحے سرر کی آواز کے ساتھ سامنے سپاٹ دیوار دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور وہاں ایک دروازہ نما خلاء سا بن گیا۔ دوسرے لمحے وہاں تین آدمی نظر آئے۔ ان میں سے آگے رام ویر تھا۔ اس کا چھوٹا بھائی اور اس کے ساتھ دو مقامی آدمی تھے۔ ان کے چہروں پر نظر پڑتے ہی کرنل ترپانھی کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے ایک نظر میں ہی پہچان لیا تھا کہ وہ دونوں میک اپ میں ہیں۔

Scanned and Uploaded By Muhammad Nadeem

”اوہ۔ رام دیر۔ اچھا ہوا جو تم یہاں آ گئے۔ میں تمہارے لئے بے حد پریشان تھا۔“ — کرنل ترپانھی نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ کھڑا ہوا ہی تھا کہ اچانک اسے اپنی پیشانی پر تیز چھن کا احساس ہوا۔ اس سے پہلے کہ اس کا ہاتھ اپنی پیشانی تک جاتا اس کی آنکھوں کے سامنے یکدم دھند سی چھا گئی۔

”یہ۔ یہ۔“ — کرنل ترپانھی کے منہ سے لڑکھڑاتی ہوئی آواز نکلی۔ دھندلائی آنکھوں سے اس نے رام دیر کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پستل دیکھا۔ دوسرے لمحے وہ لہرا کر دوبارہ اپنی کرسی پر گر گیا۔ اس کا سر بڑے زور سے میز سے ٹکرایا اور اسے اپنے دماغ میں تاریکی سی چھاتی ہوئی محسوس ہوئی۔

عمران نے اپنے میک اپ کو آخری ٹچ دیا اور پلٹ کر ٹائیگر اور اٹران کی طرف دیکھنے لگا جو اس کے عقب میں کھڑے اسے رام دیر کا میک اپ کرتے دیکھ رہے تھے۔

”بہت خوب عمران صاحب۔ آپ نے واقعی کمال کا میک اپ کیا ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے میرے سامنے اصلی رام دیر کھڑا ہو۔“ ناٹران نے عمران کے میک اپ کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

”تو کیا میں تمہیں نقلی رام دیر دکھائی دے رہا ہوں۔ ٹائمنس۔ میں رام دیر ہوں۔ کرنل ترپانھی کا چھوٹا بھائی۔“ — عمران نے رام دیر کی آواز میں کہا تو ناٹران بے اختیار ہنس پڑا۔

”جی ہاں۔ جی ہاں۔ آپ واقعی اصلی رام دیر ہیں اور آپ کو دیکھ کر کرنل ترپانھی بھی یہ نہیں جان سکے گا کہ اس کے بھائی کے چہرے کے پیچھے کس کا چہرہ چھپا ہوا ہے۔“ — ناٹران نے ہنستے ہوئے کہا۔

کر لیتا ہوں۔ پھر ہم کرنل ترپانھی سے ملنے کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔“ — عمران نے کہا۔

”عمران صاحب۔ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو۔“ ناثران نے جھکتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”پیارے۔ کیا کرو گے کچھ پوچھ کر۔ اگر پوچھنا ہی ہے تو بہت کچھ پوچھو۔ اتنا پوچھو کہ پوچھ پوچھ کر تم تھک جاؤ۔“ — عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا تو ناثران بے اختیار ہنس پڑا۔

”نہیں۔ میں بہت کچھ نہیں آپ سے صرف دو باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔“ — ناثران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پوچھ لو بھائی۔ تمہارے پوچھنے سے اور میرے بتانے سے اگر تمہارے سر کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے تو پوچھ لو۔ بعد میں تم سے میں پوچھوں گا اور ایسا پوچھوں گا کہ تم زندگی بھر یاد کرو گے۔“ — عمران نے کہا تو ناثران ایک بار پھر ہنس دیا۔

”آپ مجھ سے کیا پوچھیں گے۔“ — اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہی کہ تم مجھ سے پوچھنے والے کون ہوتے ہو۔ جانتے نہیں۔ میں علی عمران ایک ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) عرف پرنس آف ڈھمپ ہوں۔ اور پرنس سے ایک کروڑ پتی سیکرٹ ایجنٹ کچھ پوچھنے کی جسارت کیسے کر سکتا ہے۔“ — عمران نے کہا تو اس بار ناثران کے

”اچھا اچھا۔ اب یہ دانت نکالنا بند کرو۔ یہ بتاؤ میں نے تمہیں جس کام کے لئے بھیجا تھا اس کا کیا ہوا ہے۔“ — عمران نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

”میں سی ایس ایس ایکس کار لے آیا ہوں۔ میں نے اس کار کے نیچے فاسٹ کٹ بھی لگا دی ہے۔ جس میں بڑی تعداد میں سی سی گیس موجود ہے۔ جو پانچ سو میٹر کے دائرے میں تیزی سے پھیل کر زمین پر ریختے والے کیڑے مکوڑوں کو بھی ایک لمحوے میں بے حس و حرکت کر سکتی ہے۔“ — ناثران نے کہا۔

”گڈ۔ اور اس کار کا نمبر۔“ — عمران نے کہا۔

”اس کار پر ویسی ہی نمبر پلیٹ لگا دی ہے جیسی رام دیر کی ذاتی کار کی ہے۔“ — ناثران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اور ٹائیگر رام دیر کا کیا کیا ہے تم نے۔“ — عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”میں نے اسے ایک ایکس سکس کی ڈوز دے دی ہے باس۔ اور اس کے جسم کے مختلف حصوں پر زخم لگا دیئے ہیں جس سے اس کی قوت ارادی اور اس کی سوچ مانند پڑ جائے گی۔ بلکہ اب تک تو وہ یقینی طور پر اپنا نام بھی بھول چکا ہوگا۔“ — ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اب تم دونوں میک اپ کر لو۔ اتنی دیر میں رام دیر کے پاس جا کر اسے اپنے ٹرانس میں لے کر اپنی مطلوبہ معلومات حاصل

”یہی کہ اس کا نام ٹائیگر ہے تو اس کی دم کہاں ہے۔“ — عمران نے ٹائیگر کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تو ناثران ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”جی نہیں۔ میں یہ نہیں پوچھنا چاہتا تھا۔“ — ناثران نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تو پھر تم یہ پوچھنا چاہتے ہو گے کہ اگر میں احمق ہوں تو میرے سر پر سینک کیوں نہیں ہیں۔“ — عمران نے اسی انداز میں کہا۔

”نہیں عمران صاحب۔ میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں تو آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے رام دیر سے بات کر لی تھی اور اس نے آپ کو سب کچھ بتا بھی دیا تھا۔ پھر آپ نے ٹائیگر کے ذریعے اسے ایک ایل سنکس انجکشن کی ڈوز کیوں دے دی ہے۔ اس نے رام دیر کے جسم پر متعدد زخم بھی لگائے ہیں تاکہ اس کی قوت مدافعت کمزور پڑ جائے اور اسے آپ آسانی سے اپنے ٹرانس میں لے سکیں۔ اسے ٹرانس میں لے کر اب آپ اس سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ آپ نے رام دیر کے ذاتی استعمال میں رہنے والی کار جیسی سی ایکس ایکس کار کیوں منگوائی ہے۔ اور اس کے نیچے فاسٹ کٹ اور ایس ٹی بم کیوں لگوا یا ہے۔“ — ناثران نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

”ان دو باتوں میں تم نے کتنی باتیں پوچھ لی ہیں۔ جس کے جواب میں ایک ضخیم ناول تحریر کیا جاسکتا ہے۔ بہر حال میں تمہیں ناول تو نہیں سنا سکتا۔ مختصر طور پر بتا دیتا ہوں۔ اگر تم سمجھ سکو تو۔“ — عمران نے

ساتھ ساتھ ٹائیگر کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔

”معاف کیجئے گا۔ آپ اس وقت نہ علی عمران ہیں اور نہ پرنس آف ڈھمپ۔“ — ناثران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ کیا کہہ رہے ہو بھائی۔ اگر میں علی عمران یا پرنس آف ڈھمپ نہیں ہوں تو کون ہوں۔“ — عمران نے کہا۔

”آپ کرنل ترپاٹھی کے چھوٹے بھائی رام دیر ہیں۔“ — ناثران نے کہا۔

”اوہ۔ ہاں۔ میں تو بھول ہی گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے تم جو پوچھنا چاہتے ہو۔ رام دیر سے پوچھنا چاہتے ہو۔“ — عمران نے کہا۔

”نہیں۔ مجھے عمران صاحب سے کچھ پوچھنا ہے۔“ — ناثران نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر ڈھونڈو اپنے عمران صاحب کو۔ جب مل جائے تو مجھے بھی بتا دینا۔ میں بھی اس سے کچھ پوچھ لوں گا۔“ — عمران نے کہا تو ناثران بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”آپ کیا پوچھیں گے ان سے۔“ — ناثران نے کہا۔

”وہی جو تم اس سے پوچھنا چاہتے ہو۔“ — عمران نے اسی انداز میں کہا۔

”آپ کا کیا خیال ہے۔ میں کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔“ — ناثران نے کہا۔

اب نہ دیتا۔ اس لئے میں خاموش ہو کر باہر آ گیا۔ اب ٹائیگر نے سے نشے میں مبتلا کرنے والا انجکشن لگا دیا ہے اور اس کی قوت مدافعت اس کی سوچ کو کم کرنے کے لئے اس کے جسم پر چند مخصوص زخم لگا دیئے ہیں۔ ایسی حالت میں اگر میں اس پر پٹنا ٹائزم کروں گا تو وہ فوراً مرے ٹرانس میں آ جائے گا اور میں اس کے لاشعور میں موجود وہ تمام جس آسانی سے اگلو لوں گا جس کے توسط سے میرا کرنل تریپاٹھی مکہ پہنچنا آسان ہو سکتا ہے۔ رہی بات کار کی تو بھلے آدمی کرنل تریپاٹھی وہاں بھی رہتا ہے وہاں جانے کے لئے رام ویر یقیناً اپنی مخصوص کار میں ہی جاتا ہو گا اور اس کی کار کو ٹاپ سیکرٹ ایجنسی والے بخوبی پہچانتے ہوں گے اور اس کار کو روکنے اور چیک کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی ہو گی۔ اس میں لگی فاسٹم کٹ کس کام آئے گی یہ تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ شاید آپ کار کرنل تریپاٹھی کے سیکرٹ ہیڈ کوارٹر میں لے جا کر فاسٹم کٹ سے سی سی گیس خارج کر کے وہاں موجود سکیورٹی اہلکاروں کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ ہمارے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکیں۔“ ناٹران نے کہا۔

”شکر ہے۔ تمہیں کچھ سمجھ تو آئی۔ اب فوراً باہر جاؤ اور بچوں میں بادانہ بانٹ کر آؤ۔ کیونکہ تمہیں سمجھ آ گئی ہے۔“ عمران نے کہا تو ناٹران اور ٹائیگر تھکے مار کر ہنس پڑے۔

”ٹھیک ہے عمران صاحب۔ آپ رام ویر سے جا کر بات کریں۔“

مسکراتے ہوئے کہا:

”آپ کی عین نوازش ہو گی جناب۔ اگر آپ مختصر طور پر ہی بتا دیں۔“ ناٹران نے پھر ہنستے ہوئے کہا۔

”عین نوازش کیوں۔ عین نوازش کیوں نہیں۔“ عمران نے اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

”اب میں اور کیا کہوں۔“ ناٹران نے اپنی ہنسی دبانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”چلو یار تمہیں عین نوازش کے طور پر ہی بتا دیتا ہوں۔ تم بھی کیا یاد کرو گے کس حقیر، فقیر بلکہ کفگیر سے پالا پڑا ہے۔“ عمران نے کہا تو ناٹران ایک بار پھر ہنس پڑا۔ ٹائیگر بھی ہنس رہا تھا۔

”رام ویر نے مجھے جو کچھ بتایا تھا اس سے میرا مسئلہ حل نہیں ہوتا تھا۔ باتوں کے دوران میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ رام ویر بے حد گہرا

انسان ہے۔ اس نے مجھے جو کچھ بتایا تھا بہت سوچ سمجھ کر بتایا تھا۔ میں نے اس سے چند باتیں پوچھیں تھیں جن کا اس نے جواب دے دیا تھا۔ میں اس سے کرنل تریپاٹھی اور اس کی ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کے ساتھ ساتھ اس کے سیکرٹ ہیڈ کوارٹر کے بارے میں بھی جاننا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ رام ویر کرنل تریپاٹھی کے ساتھ کس انداز میں بات کرتا ہے۔ کرنل تریپاٹھی کا اس کے ساتھ رویہ کیسا ہے اور یہ کہ اگر رام ویر، کرنل تریپاٹھی کے ہیڈ کوارٹر میں جاتا ہے تو اسے وہاں کی سکیورٹی کے بارے میں بھی لازماً پتہ ہو گا۔ اگر میں اس سے یہ سب پوچھتا تو وہ مجھے کبھی

تب تک میں اور ٹائیگر میک اپ کر لیں گے۔“ ناثران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نارل میک اپ کرنا۔ بیوٹی پارلروں میں موجود دلہنوں کی طرح میک اپ کرنے میں گھنٹوں نہ لگا دینا۔“ عمران نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ناثران اور ٹائیگر قد آدم آئینے کے سامنے آگئے اور میک اپ کرنے میں مصروف ہو گئے۔

تقریباً نصف گھنٹے بعد عمران واپس آ گیا اور انہیں دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

”تم میں سے ٹائیگر کون ہے اور لیڈی ٹائیگر کون ہے۔“ عمران نے باری باری ان دونوں کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ ٹائیگر ہے اور میں ناثران ہوں۔“ ناثران نے مسکرا کر کہا۔

”یعنی تم لیڈی ٹائیگر ہو۔“ عمران نے مسکرا کر کہا۔

”میں نے ایسا کب کہا ہے۔۔“ ناثران نے جلدی سے کہا۔

”بولنے میں پہل تم نے ہی کی تھی۔ فوراً اور جھٹ سے جواب دینے کی عادت لیڈیز میں ہی ہوتی ہے نا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ناثران بے اختیار بھیسنپ گیا۔

”اچھا اب کنواری لڑکیوں کی طرح شرمانا چھوڑو اور چلو۔“ عمران

نے کہا تو ناثران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ تینوں کمرے سے نکلتے چلے گئے۔ ڈرائیونگ سیٹ عمران نے سنبھال لی تھی۔ سائیڈ والی سیٹ پر ناثران بیٹھا تھا جبکہ ٹائیگر نے چھپلی سیٹ سنبھال لی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں ان کی کار تیز رفتاری سے شہر کی جانب اڑی چلی جا رہی تھی۔ پھر کار شہر سے نکل کر شمال کی جانب نو آباد علاقے کی طرف بڑھتی چلی گئی اور پھر تقریباً تین گھنٹے کی مزید مسافت کے بعد وہ ایک نئی آبادی میں داخل ہو رہے تھے۔ اس علاقے میں کچے کچے مکانات تھے۔ وہاں تقریباً تمام مکانوں کی چھتوں پر کوئی نہ کوئی آدمی موجود تھا جن کی نظریں سڑک پر آنے جانے والوں پر جمی رہتی تھیں۔ جیسے ہی کار اس علاقے کی طرف بڑھی وہاں موجود لوگ چونک چونک کر کار کی طرف دیکھنے لگے۔

”یہ آپ کہاں لے آئے ہیں عمران صاحب۔“ ناثران نے حیرانی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”خاموش رہو۔ میں عمران نہیں رام ویر ہوں۔ سمجھے۔“ عمران

نے غرا کر کہا تو ناثران نے فوراً اثبات میں سر ہلا دیا۔

”مگر۔“ ناثران نے کچھ کہنا چاہا۔

”کہا ہے نا۔ خاموش رہو۔“ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں

کہا تو ناثران خاموش ہو گیا۔

کار مختلف راستوں سے ہوتی ہوئی دور نظر آنے والی ایک حویلی نما محل کی طرف بڑھنے لگی۔ گیٹ کے پاس چند نوجوان تھے جن کے

”لیکن رام ویر صاحب۔ آپ جانتے ہیں کہ بڑے صاحب کسی مرد کو یہاں نہیں آنے دیتے۔ ان کا ہمیں سختی سے آرڈر ہے کہ۔“
عمر نے قدرے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”میں نے کہا ہے نا کہ یہ میرے ساتھی ہیں۔ میری بھائی سے بات کرو۔ ان کے بارے میں خود میں انہیں بتا دوں گا۔“ — عمران
رام ویر کے لہجے میں سخت انداز میں کہا۔

”ٹھیک ہے آئیں۔ میں آپ کی بات کرا دیتا ہوں۔“ ادھیڑ عمر
کے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا اور ایک طرف بڑھ گیا۔ عمران نے ادھر
مرد دیکھا برآمدے اور لان میں خاصی تعداد میں اہلکار موجود تھے۔ وہ
سب کے سب مسلح تھے۔ عمران نے پر خیال انداز میں سر ہلایا اور اپنے
ساتھیوں کو اشارہ کر کے ادھیڑ عمر کے پیچھے بڑھ گیا۔

ایک محرابی دروازے سے گزر کر وہ اندر آئے۔ سامنے ایک طویل
راہداری تھی۔ راہداری کے دونوں اطراف کمرے تھے جن میں سے کچھ
دروازے کھلے ہوئے تھے اور کچھ بند تھے۔ ادھیڑ عمر انہیں لئے ہوئے
راہداری کے سرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے دائیں طرف
بڑھتے ہی انہیں چکر دار سیڑھیاں نیچے جاتی ہوئی دکھائی دیں۔ وہ
سیڑھیاں اتر کر نیچے آئے تو انہیں سامنے ایک اور کمرے کا دروازہ
دکھائی دیا۔ ادھیڑ عمر سیدھا اس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے
دروازہ کھولا اور پلٹ کر عمران اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا۔
عمران سر ہلا کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں کے اندر جاتے ہی

ہاتھوں میں خود کار اسلحہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ان کی نظریں بھی اسی
کار کی طرف جمی ہوئی تھیں۔ عمران کار سیدھا اس حویلی کے پھانک نما
گیٹ کی طرف لے گیا۔ جیسے ہی کار گیٹ کے قریب آئی ایک آدمی
نے فوراً گیٹ کھول دیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کار اور کار کے
مالک کو جانتا ہو۔ عمران کار تیزی سے پورچ کی طرف بڑھا لے گیا
جہاں پہلے سے ہی چار پانچ گاڑیاں موجود تھیں۔

پورچ میں کار روک کر عمران جیسے ہی کار سے باہر نکلا ایک ادھیڑ عمر
آدمی برآمدے سے نکل کر تیز تیز چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا۔
”آپ یہاں۔“ — اس ادھیڑ عمر نے قریب آ کر عمران سے
مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ کیوں۔ مجھے دیکھ کر اس قدر حیران کیوں ہو رہے ہو۔ کیا
میں یہاں پہلی بار آ رہا ہوں۔“ — عمران نے رام ویر کے لہجے میں
کہا۔

”اوہ۔ نہیں۔ آپ نے آنے کی اطلاع نہیں دی تھی۔ اس لئے
پوچھ رہا ہوں۔“ — ادھیڑ عمر نے جلدی سے کہا۔ اس دوران ناثران
اور ٹائیگر بھی کار سے نکل آئے تھے اور ادھیڑ عمران دونوں کی جانب
حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

”یہ دونوں میرے ساتھی ہیں۔ میں بھائی سے ایک ایمر جنسی سلسلے
میں ملنے آیا ہوں۔“ — عمران نے اس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے
ہوئے کہا۔

ادھیڑ عمر نے دروازہ بند کر دیا۔

کمرہ دفتر کی طرز پر سجا ہوا تھا۔ ایک خوبصورت لڑکی میز کے پیچھے کرسی پر موجود تھی۔ عمران پر نظر پڑتے ہی وہ چونک کر کھڑی ہو گئی۔

”اوہ سر۔ آئیں تشریف رکھیں۔“ اس نے عمران سے کہا تو عمران سر ہلا کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہاں مزید کرسیاں اور صوفے بھی موجود تھے مگر ناثران اور ٹائیگر نے بیٹھنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔

”سر۔ اگر آپ آنے کی اطلاع دے دیتے تو۔“ لڑکی جو کرنل ترپاشی کی پرسنل سیکرٹری تھی نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”میں بھائی سے ایک ایمر جنسی سلسلے میں ملنے آیا ہوں۔“ عمران نے کہا۔ لہجہ رام ویر کا ہی تھا۔

”لیکن سر۔ یہ دونوں۔ اور آپ تو جانتے ہیں کہ۔“ سیکرٹری نے ناثران اور ٹائیگر کے بارے میں اعتراض کرنا چاہا لیکن عمران نے اس کی بات کاٹ دی۔

”تم ان کی فکر نہ کرو۔ یہ دونوں میرے ساتھی ہیں۔ بھائی سے میری بات کراؤ۔“ عمران نے کہا تو لیڈی سیکرٹری نے اثبات میں سر ہلایا اور میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے ایک بٹن پریس کر دیا۔

”سر۔ مسٹر رام ویر دو آدمیوں کے ساتھ آپ سے ملنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔“ لیڈی سیکرٹری نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں

پھر دوسری طرف کی بات سننے لگی۔

”لیس سر۔“ اس نے کہا اور خاموش ہو کر ایک بار پھر دوسری بات سننے لگی۔

”لیس سر۔ میں بات کراتی ہوں۔“ لیڈی سیکرٹری نے کہا پھر اس نے رسیور کے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر رسیور عمران کی بات بڑھا دیا۔ عمران نے اس سے رسیور لیا اور کان سے لگا لیا۔

”بھائی۔ میں رام ویر ہوں۔ ایک ایمر جنسی کے سلسلے میں آپ سے چاہتا ہوں۔“ عمران نے رسیور کان سے لگاتے ہی رام ویر مخصوص انداز میں کہا۔

”ایمر جنسی۔ کیسی ایمر جنسی۔ اور تم۔ تم ان پاکیشیائی ایجنٹوں سے بے بچ نکلے۔ کون تھے وہ۔ کہاں لے گئے تھے وہ تمہیں اور۔“ کرنل ترپاشی جیسے رام ویر کی آواز سن کر حیرت اور خوشی کے ملے جلے لہجے بار کے بغیر بولتا چلا گیا۔

”دھیرج۔ بھائی۔ دھیرج سے کام لیں۔ میں یہی سب بتانے کے لئے تو آیا ہوں۔ آپ ہمیں اندر آنے دیں۔ میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔“ عمران نے مسکرا کر بڑے تحمل بھرے لہجے میں کہا۔

”ہمیں۔ ہمیں کون۔ اوہ ہاں۔ سیکرٹری بتا رہی تھی کہ تمہارے ساتھ آدمی بھی ہیں۔ کون ہیں وہ۔ انہیں یہاں ساتھ کیوں لائے ہو۔ تم ہانستے ہو نا۔ کہ تمہارے سوا میں کسی اور سے ملنا پسند نہیں کرتا۔“ کرنل ترپاشی نے کہا۔

چند لمحوں بعد جیسے ہی لفٹ رکی عمران کا ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں ریگ گیا۔ پھر سرر کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا تو انہیں سامنے ایک جہازی سائز کا کمرہ دکھائی دیا۔ سامنے کے رخ ہی ایک لمبی چوڑی دفتری میز پڑی تھی جس کے پیچھے ایک گنجنے سر اور سفید مونچھوں والا ادھیڑ عمر سخت گیر آدمی بیٹھا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ کرنل ترپانھی تھا۔ انہیں دیکھتے ہی وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔

”اوہ۔ رام دیر۔ اچھا ہوا جو تم یہاں آ گئے۔ میں تمہارے لئے بے حد پریشان تھا۔“ کرنل ترپانھی نے کہا۔ اسی لمحے عمران کا ہاتھ حرکت میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا اور چپٹا سا پستل تھا۔ اس نے فوراً پستل کا رخ کرنل ترپانھی کی طرف کیا اور ایک بٹن دبا دیا۔ پستل سے ایک باریک سی سوئی نکل کر کرنل ترپانھی کی طرف بڑھی اور آن واحد میں اس کی پیشانی پر جا لگی۔ اس سے پہلے کہ کرنل ترپانھی کا ہاتھ اپنی پیشانی کی طرف جاتا وہ لہرا گیا۔

”یہ۔ یہ۔“ کرنل ترپانھی کے منہ سے نکلا اور پھر وہ خالی ہوتے ہوئے بورے کی طرح اپنی کرسی پر گر گیا۔ اس کا سر بڑے زور سے میز سے ٹکرایا تھا۔ کرنل ترپانھی کو اس طرح گرتے دیکھ کر وہ تیزی سے آگے بڑھے۔ جیسے ہی وہ لفٹ سے باہر نکلے ان کے عقب میں لفٹ کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا اور وہاں ایک بار پھر سپاٹ دیوار دکھائی دینے لگی۔

”وہ دونوں میرے بھروسے کے آدمی ہیں بھائی۔ میں انہیں خاص طور پر آپ سے ملانے کے لئے لایا ہوں۔ ان کے پاس آپ کے لئے ایک بہت اہم انفارمیشن ہے۔“ رام دیر نے کہا۔

”کیسی انفارمیشن۔“ کرنل ترپانھی نے کہا۔

”آپ ہمیں اندر آنے دیں بھائی۔ میں نے آپ سے کہا ہے کہ وہ دونوں میرے بھروسے کے آدمی ہیں اور آپ جانتے ہی ہیں کہ میں کم از کم آپ کے پاس عام آدمیوں کو تو نہیں لاسکتا۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ ہاں۔ ٹھیک ہے۔ میں لفٹ اوپر بھیج دیتا ہوں۔ تم آ جاؤ۔“ دوسری طرف سے کرنل ترپانھی نے کہا اور ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے رسیور لیڈی سیکرٹری کی طرف بڑھا دیا جس نے رسیور اس سے لے کر کریڈل پر رکھ دیا۔

”بھائی لفٹ اوپر بھیج رہا ہے۔“ عمران نے کہا تو لیڈی سیکرٹری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی لمحے دائیں طرف سرر کی آواز سنائی دی اور اچانک دیوار میں ایک دروازے کا خلاء سا بنتا چلا گیا۔ خلاء دیکھ کر عمران اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”آؤ۔“ عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور خلاء کی طرف بڑھ گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جیسے ہی وہ تینوں اس کمرے میں آئے سرر کی آواز کے ساتھ دروازہ بند ہو گیا اور پھر فرش کو ایک خفیف سا جھٹکا لگا۔ دوسرے لمحے انہیں فرش نیچے بیٹھتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

ہے۔“ ناثران نے ساری جگہیں تلاش کرنے کے بعد عمران کی طرف پلٹتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ یہ کرسی اس طرف گھسیٹو اور اسے کرسی پر بٹھا دو۔“ عمران نے کہا تو ناثران نے میز کے قریب پڑی ہوئی کرسی اٹھائی اور عمران کے پاس لے آیا۔ ٹائیگر نے صوفے سے کرنل ترپاٹھی کو اٹھا کر کرسی پر ڈالا ہی تھا کہ اچانک کرنل ترپاٹھی کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا اور اس کی کمر کرسی کی پشت سے یوں چپک گئی جیسے لوہا مقناطیس سے چپکا ہے۔

”اوہ۔ میگنٹ چیئر۔“ عمران کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

”میگنٹ چیئر۔ کیا مطلب۔“ ناثران نے حیران ہو کر کہا۔

”یہ میگنٹ چیئر ہے۔ اس کی سیٹ اس قسم کی ہوتی ہے کہ اس پر بیٹھنے والا انسان اس سے ایسے چپک جاتا ہے جیسے لوہا مقناطیس سے۔ دیکھا میں نے غلط نہیں سوچا تھا کہ کرنل ترپاٹھی واقعی بے حد کائیاں انسان ہے۔ اس نے ہمارے لئے یہاں پہلے سے ہی انتظام کر رکھا تھا۔ اگر ہم ان کرسیوں پر بیٹھ جاتے تو ہم بھی اسی طرح ان کرسیوں سے چپک کر رہ جاتے جیسے کرنل ترپاٹھی چپک گیا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے شک ہو گیا تھا کہ آپ اس کے بھائی رام دیر نہیں ہیں۔“ ناثران نے کہا

”لگ تو ایسا ہی رہا ہے۔ بہر حال اچھا ہوا یہ کرسی سے چپک گیا

”اسے کرسی سے اٹھا کر ان صوفوں پر لے آؤ۔“ عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا اور میز کے دوسری طرف جا کر اس نے کرنل ترپاٹھی کو اٹھایا اور اسے لا کر ایک طرف پڑے ہوئے صوفوں پر ڈال دیا۔ عمران نے نیڈل تھرو پستل واپس جیب میں رکھ لیا تھا۔

”ناثران رسی تلاش کرو۔ ہمیں اسے بائیں ہنا ہے۔“ عمران نے کہا تو ناثران سر ہلا کر میز کی طرف بڑھ گیا۔

”باس۔ آپ نے اسے بے ہوش کیوں کر دیا ہے۔“ ٹائیگر جو اتنی دیر سے خاموش تھا سے رہا نہ گیا تو عمران سے پوچھ ہی بیٹھا۔

”یہ انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ اس نے اپنی حفاظت کا یہاں جو بندوبست کر رکھا ہے۔ اس کے بارے میں رام دیر نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ یہ اپنی کرسی پر بیٹھے بیٹھے چند بٹن دبا کر ہمیں ایک لمحے میں موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا۔ اس نے تمہاری طرف دیکھا تو میں نے اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک دیکھی تھی جیسے اس نے تم دونوں کے میک اپ چپک کر لئے ہوں۔ یہ کسی بھی لمحے کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اس لئے میں نے لفٹ سے باہر نکلنے کا بھی انتظار نہیں کیا اور وہیں سے اسے فوراً بے ہوش کر دیا تاکہ یہ ہمارے خلاف کوئی بھی کارروائی نہ کر سکے۔“ عمران نے سنجیدگی سے کہا اور ٹائیگر نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلا دیا۔

”نہیں عمران صاحب۔ میں نے ہر جگہ دیکھ لی ہے۔ یہاں رسی نہیں

”تت۔ تم۔ تمہاری آواز۔ اوہ۔ اوہ۔ تو تم رام دیر نہیں ہو۔“ اس کے منہ سے نکلا۔

”ہاں۔ تم نے ان دونوں کا میک اپ چیک کر لیا تھا۔ مگر تم نے میرے میک اپ کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ تم نے یہاں میگنٹ چیئر سسٹم آن کر دیئے تھے تاکہ جیسے ہی ہم ان کرسیوں پر بیٹھیں پھر دوبارہ نہ اٹھ سکیں۔ اس لئے میں نے تم پر سائیکم بوٹی میں بھی سوئی ماری تھی تاکہ تم ہمارے خلاف فوری ایکشن میں نہ آ سکو۔ اب تم اپنی ہی میگنٹ چیئر پر ہو۔ اٹھ سکتے ہو تو بے شک اٹھ جاؤ۔ مجھے اور میرے ساتھیوں کو تمہارے اٹھنے یا بیٹھنے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ عمران۔ یہ تو عمران کی آواز ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم عمران ہو اور رام دیر کے میک اپ میں یہاں آئے ہو۔ رام دیر کہاں ہے۔ میرا بھائی کہاں ہے۔ جلدی بتاؤ۔ ورنہ میں تمہاری بوٹیاں نوچ لوں گا۔“ کرنل ترپاٹھی نے غضبناک ہوتے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار ہنس دیا۔

”خود میگنٹ چیئر پر بیٹھے ہو اور پھر بھی ہماری بوٹیاں نوچنے کی باتیں کر رہے ہو۔“ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میں تم سے اپنے بھائی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ بتاؤ کہاں ہے وہ۔ کیا وہ زندہ ہے یا۔“ کرنل ترپاٹھی نے ہونٹ پیچتے ہوئے کہا۔

”ہے۔ اب اس سے پوچھ گچھ کرنے میں مجھے زیادہ پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔“ عمران نے کہا۔

”ہوش میں لاؤں اسے۔“ ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے کمرے کی ساخت دیکھ کر اندازہ لگایا تھا کہ کمرہ مکمل طور پر ساؤنڈ پروف تھا اور پھر ویسے بھی کرنل ترپاٹھی نے انہیں یہاں خود بلایا تھا اس لئے اوپر سے کسی اور کی مداخلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ ٹائیگر نے کرنل ترپاٹھی کا منہ اور ناک پکڑ لیا تھا۔ اس سے پہلے اس نے عمران کے کہنے پر کرنل ترپاٹھی کی پیشانی میں گڑی ہوئی سوئی نکال کر پھینک دی تھی۔ جیسے ہی کرنل ترپاٹھی کا سانس رکا اس کے جسم کو ایک زور دار جھٹکا لگا۔ اس کے جسم میں تحریک ہوتی دیکھ کر ٹائیگر نے اس کے ناک اور منہ سے ہاتھ ہٹا لئے۔ اسی لمحے کرنل ترپاٹھی نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحوں تک وہ جیسے خالی خالی نظروں سے دیکھتا رہا۔ اور پھر جیسے ہی اس کا شعور جاگا اس کا چہرہ غصے، حیرت اور پریشانی سے بگڑتا چلا گیا۔

”کک۔ کیا مطلب۔ یہ سب۔ یہ سب کیا ہے۔ رام دیر۔ تم۔ تم۔“ کرنل ترپاٹھی نے عمران کی طرف غضبناک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”بہت خوب۔ تو تم مجھے ابھی تک اپنا چھوٹا بھائی رام دیر ہی سمجھ رہے ہو۔“ عمران نے اصلی آواز میں کہا تو کرنل ترپاٹھی بیری طرح سے چونک پڑا۔

میرے پیچھے شاگل اور اس کا زیرو اسکوڈ تھا۔ جسے تم ختم کر چکے ہو۔ تم یہاں کیوں آئے ہو اور تم نے اس طرح میرے بھائی رام ویر کو مال کیوں بنا رکھا ہے۔“ — کرنل ترپاٹھی نے خود کو سنبھالتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ اس کا واقعی بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ کرسی سے اٹھ کر عمران اور اس کے ساتھیوں کی بوٹیاں ہی نوچ لیتا۔

”تم جانتے ہو کرنل ترپاٹھی کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں۔“ عمران نے اس کے قریب آ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بھائی سرد لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ میں نہیں جانتا۔ کیوں آئے ہو تم یہاں۔“ — کرنل ترپاٹھی نے منہ بنا کر کہا۔

”چلو۔ میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ میں یہاں بلاسٹنگ کوڈز واپس لینے آیا ہوں۔“ — عمران نے کہا۔

”بلاسٹنگ کوڈز۔ کیا ہے یہ۔ میں کسی بلاسٹنگ کوڈز کے بارے میں نہیں جانتا۔“ — کرنل ترپاٹھی نے اپنے مخصوص سرد لہجے میں کہا۔

”میں ان بلاسٹنگ کوڈز کا پوچھا رہا ہوں جو تمہارے ایک آدمی نے پاکیشیا سے حاصل کئے تھے۔ تمہاری ایجنسی کے اس آدمی کا نام کرشن تھا۔“ — عمران نے کہا۔

”کرشن۔ کون کرشن۔ میں کسی کرشن کو نہیں جانتا اور نہ ہی میں نے اپنی ایجنسی کے کسی آدمی کو پاکیشیا بھیجا تھا۔ تمہیں اس معاملے میں ضرور

”فی الحال وہ زندہ ہے۔ مگر میں زیادہ دیر اس کی زندگی کی تمہیں ضمانت نہیں دے سکتا۔“ — عمران نے یلکھت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔“ — کرنل ترپاٹھی نے اسے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

”مطلب یہ کہ میں اسے اپنے ساتھیوں کے پاس چھوڑ آیا ہوں اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ اگر میں دو گھنٹوں تک واپس نہ آیا تو وہ بے فکر ہو کر رام ویر کو اڑا دیں۔ تم تک پہنچنے میں مجھے کافی وقت لگ گیا ہے۔ اب آدھا گھنٹہ باقی بچا ہے۔ اس آدھے گھنٹے تک اگر میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس نہ پہنچا یا میں نے ان سے رابطہ نہ کیا تو وہ تمہارے بھائی رام ویر کو گولیوں سے چھلنی کر دیں گے۔“ عمران نے کہا۔

”تو تم میرے بھائی کے بل پر مجھے بلیک میل کرنا چاہتے ہو۔“ — کرنل ترپاٹھی نے غرا کر کہا۔

”ایسا ہی سمجھ لو۔ اب تم بلیک میل ہوتے ہو یا وائٹ میل۔ یہ تمہاری اپنی مرضی پر منحصر ہے۔“ — عمران نے کاندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

”مجھے تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی کافرستان میں آنے کی خبر مل گئی تھی عمران۔ لیکن میرا چونکہ تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے کوئی تعلق نہیں تھا اس لئے میں نے تمہارے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا تھا۔

”تو تم چاہتے ہو کہ کافرستان کے کروڑوں انسان کیڑے مکوڑوں طرح ختم ہو جائیں اور ساتھ ہی پاکیشیا کے بھی۔“ — عمران غرا کر کہا۔

”میں کیا کہوں۔“ — کرنل ترپانھی نے اسی انداز میں کہا۔
 ”ہونہ۔ میرے اتنا سمجھانے کے باوجود تم سنگ دلی کا مظاہرہ کر رہے ہو کرنل ترپانھی۔ پہلے تو مجھے تم پر شک تھا مگر اب میں نے تمہارا وہ پڑھ کر صاف اندازہ لگا لیا ہے کہ وہ ڈیٹا ڈرائیو تمہارے پاس ہے۔ ہمارے لئے یہی بہتر ہو گا کہ وہ ڈیٹا ڈرائیو میرے حوالے کر دو۔“ — عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”ورنہ۔ ورنہ کیا۔ یہ مت بھولو عمران کہ تم اس وقت میرے ہیڈ کوارٹر میں ہو۔ یہاں ایک بار جو آتا ہے زندہ واپس نہیں جاتا۔ زیادہ سے زیادہ تم مجھے ہلاک کر سکتے ہو مگر یہ یاد رکھنا کہ تم اور تمہارے یہ دو ساتھی یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکیں گے۔“ — کرنل ترپانھی نے بھی اسی کے انداز میں کہا۔

”میں تم جیسے مکار۔ کینہ پرور اور چالاک آدمی کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں کرنل ترپانھی۔ اگر میں اپنے ساتھیوں کو لے کر یہاں آ سکتا ہوں تو میرا یہاں سے جانا بھی اٹل ہے۔ ایٹمی میزائلوں سے تباہی آئے گی یا نہیں یہ تو میں نہیں بتا سکتا مگر میں تمہیں اور تمہاری بیجنسی کو یہاں کھڑے کھڑے ختم کر سکتا ہوں۔“ — عمران نے غرا کر کہا۔

کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔“ — کرنل ترپانھی نے کہا۔
 ”دیکھو کرنل ترپانھی۔ میں تم سے شرافت سے بات کر رہا ہوں۔ تم نہیں جانتے میں جن بلاسٹنگ کوڈز کی بات کر رہا ہوں۔ ان بلاسٹنگ کوڈز سے نہ صرف پاکیشیا بلکہ کافرستان کی سالمیت بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ اگر تم نے مجھے بلاسٹنگ کوڈز کے بارے میں نہیں بتایا تو پاکیشیا کے دس ایٹمی میزائل خود بخود فائر ہو جائیں گے اور کافرستان کے دس بڑے شہر لمحوں میں راکھ کے ڈھیر بن جائیں گے۔ جوابی کارروائی کے طور پر پاکیشیا کا بھی یہی حشر ہو سکتا ہے۔ مگر پاکیشیا سے زیادہ اس وقت کافرستان کو خطرہ ہے کیونکہ جب تک یہاں سے جوابی میزائل فائر ہوں گے اس وقت تک کافرستان کے دس بڑے شہر تباہ ہو جائیں گے اور کروڑوں بے گناہ انسان ایٹم کی تباہ کاریوں کا نشانہ بن کر ہلاک، زخمی اور اپاہج ہو جائیں گے۔ ان بلاسٹنگ کوڈز کے بارے میں اگر تم مجھے بتا دو تو پاکیشیا اور کافرستان کے کروڑوں بے گناہ انسان ناگہانی موت سے بچ جائیں گے۔“ — عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ڈیٹا ڈرائیو اور ڈاکٹر ریحان ملک کی غداری اور اس کے بنائے ہوئے تمام مسئلوں کو اس کے سامنے بیان کر دیا۔ مگر کرنل ترپانھی کو اس کی کسی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔
 ”تم کچھ بھی کر لو۔ میں اب بھی یہی کہوں گا کہ میں کسی ڈیٹا ڈرائیو اور کسی بلاسٹنگ کوڈز کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔“ — اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

تمہارے سٹار سنٹر پر قبضہ بھی کر لیا ہے۔ جس کا ثبوت یہ میری ریسٹ
اچ پر جلتا ہوا سرخ بلب ہے۔“ — عمران نے کہا اور اس نے اپنی
فلائی پر بندھی ہوئی ریسٹ واچ کرنل ترپاٹھی کی طرف کر دی جس پر
واقعی ایک سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔

”نن۔ نہیں۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ جھوٹ ہے۔ سراسر
جھوٹ۔“ — اس نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”میں نے اپنے ساتھیوں کو ہدایات دی تھیں کہ انہیں فی الحال سٹار
سنٹر پر قبضہ کرنا ہے اور وہ جیسے ہی سٹار سنٹر پر قابض ہوں مجھے ایک
کاشن دے دیں۔ مجھے ریڈ کاشن مل گیا ہے جس کا مطلب صاف ہے
کہ اب تمہارے سٹار سنٹر پر ان کا قبضہ ہے۔ اگر تمہیں یقین نہیں تو میں
ٹرانسمیٹر پر اپنے ساتھیوں سے بات کر لیتا ہوں۔ اگر انہوں نے تمہارے
کسی ایک آدمی کو بھی زندہ چھوڑ دیا ہو گا تو وہ تمہیں خود ہی سب کچھ بتا
دے گا۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں نہیں مان سکتا۔ سٹار سنٹر پر تمہارے آدمی
گئے ضرور تھے مگر میرے ساتھیوں نے انہیں بے ہوش کر دیا تھا۔
بے ہوشی کی حالت میں وہ بھلا سٹار سنٹر پر قبضہ کیسے کر سکتے ہیں۔ تم۔ تم
جھوٹ بول رہے ہو۔ قطعی جھوٹ۔“ — کرنل ترپاٹھی نے انتہائی
غصیلے لہجے میں کہا مگر اس کے لہجے میں شدید پریشانی کا عنصر صاف
نمایاں تھا۔

”تم اس طرح نہیں مانو گے۔ ناثران وہ میز پر جو ٹرانسمیٹر ہے

”کیا مطلب۔“ — اس کی بات سن کر کرنل ترپاٹھی نے بری
طرح سے چوکتے ہوئے کہا۔

”مطلب۔ ہونہ۔ میں یہاں جس کار میں آیا ہوں۔ اس کار کے
نیچے فاسٹم کٹ لگی ہوئی ہے۔ جس میں سی سی گیس بھری ہوئی ہے۔ اس
کٹ پر میں نے ایس ٹی بم بھی لگا دیا ہے۔ جس کا ریموٹ میرے
پاس ہے۔ مجھے بس ریموٹ کے ایک بٹن دبانے کی دیر ہے۔ جس سے
ایس ٹی بم پھٹ جائے گا اور فاسٹم کٹ سے سی سی گیس طوفان بن کر
دور دور تک پھیل جائے گی جس کی زد میں آنے والا انسان ایک لمحے
میں ہلاک ہو جائے گا۔“ — عمران نے کہا اور جیب سے ایک چھوٹا
سا ریموٹ نکال کر کرنل ترپاٹھی کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ ریموٹ
دیکھ کر کرنل ترپاٹھی کا رنگ اڑ گیا۔

”یہی نہیں۔ میرے کچھ ساتھی تمہارے اس سٹار سنٹر میں بھی پہنچ
چکے ہیں اور انہوں نے اس سنٹر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اگر میں نے انہیں نہ
روکا تو وہ تمہارے اس سنٹر کو بھی تباہ کر دیں گے۔“ — عمران نے
کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ تمہارے ساتھی سٹار سنٹر پر کس طرح
سے قبضہ کر سکتے ہیں۔ میجر پرکاش نے تو کہا تھا کہ اس نے ان پانچ
حملہ آوروں کو پکڑ لیا ہے۔ اور۔ اور۔“ — کرنل ترپاٹھی نے
بوکھلاتے ہوئے کہا۔

”ایسا ضرور ہوا ہو گا۔ مگر میرے ساتھی بچ نکلے تھے اور انہوں نے

اسے اٹھا لاؤ۔“ — عمران نے میز پر موجود کرنل ترپاٹھی کے ٹرانسمیٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو ناثران نے اثبات میں سر ہلایا اور ٹرانسمیٹر اٹھا لایا۔ اور اس نے وہ ٹرانسمیٹر عمران کو دے دیا۔

”یہ تو لانگ رینج ٹرانسمیٹر ہے۔ گنڈ۔ اپنے کسی آدمی کی ٹرانسمیٹر فریکوئنسی بتاؤ۔ ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”اس پر میجر پرکاش کی فریکوئنسی ایڈجسٹ ہے۔ اسے آن کر کے میرے پاس لاؤ۔ میں اسے کال دیتا ہوں۔“ — کرنل ترپاٹھی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلایا اور ٹرانسمیٹر آن کر کے اسے کرنل ترپاٹھی کے منہ کے قریب کر دیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ چیف کالنگ۔ ہیلو۔ اور۔“ — کرنل ترپاٹھی نے فوراً چیختے ہوئے کہا۔ جیسے ہی کرنل ترپاٹھی نے یہ الفاظ کہے۔ عمران نے فوراً ٹرانسمیٹر پیچھے ہناتے ہوئے ٹائیگر کو اشارہ کیا تو ٹائیگر تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے فوراً کرنل ترپاٹھی کے عقب میں آکر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

”لیس۔ میجر پرکاش انڈنگ یو۔ اور۔“ — اچانک دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی تو کرنل ترپاٹھی کی آنکھوں میں یلکھت چمک سی آگئی۔ میجر پرکاش کی آواز میں کوئی گھبراہٹ اور کسی پریشانی کا کوئی عنصر نہیں تھا جسے محسوس کر کے کرنل ترپاٹھی عمران کی جانب ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہو۔

”میجر پرکاش۔ تم نے مجھے رپورٹ نہیں دی۔ کہاں ہیں وہ پاکیشیائی جیش۔ کیا کیا ہے تم نے ان کا۔ اور۔“ — عمران نے جب کرنل ترپاٹھی کی آواز میں بات کی تو کرنل ترپاٹھی کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیلتی چلی گئیں۔

”چیف۔ میں نے آپ کو بتایا تو تھا کہ میں نے انہیں گیس سے بے ہوش کیا تھا۔ اس گیس سے بے ہوش ہونے والا انسان اینٹی ساکوم سے ہی ہوش میں آ سکتا ہے اور میں نے ان سب کو اینٹی انجکشن لگا دیے ہیں۔ اینٹی انجکشن کے لگنے کے باوجود انہیں ہوش میں آنے میں وقت لگے گا۔ اب بھی ان کے ہوش میں آنے میں کم از کم آدھا گھنٹہ لگ سکتا ہے۔ جیسے ہی وہ ہوش میں آئیں گے۔ میں ان سب کو اس قدر خوفناک عذاب میں مبتلا کر دوں گا کہ وہ چند ہی لمحوں میں میرے سامنے زبانیں کھول دیں گے۔ جیسے ہی وہ زبانیں کھولیں گے میں آپ کو کال کر کے خود ہی بتا دوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ اور۔“ دوسری طرف سے میجر پرکاش نے فخریہ لہجے میں کہا تو عمران کے چہرے پر سکراہٹ رہنے لگی۔

ٹائیگر اور ناثران حیرت بھری نظروں سے عمران کی طرف دیکھ رہے تھے جس نے کہا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے اسے ریڈ کاشن دے دیا ہے جس کا مطلب تھا کہ انہوں نے ساماگا جنگل کے خفیہ سٹار سنٹر پر قبضہ کر لیا ہے۔ مگر اب جو بات اس سٹار سنٹر کا انچارج میجر پرکاش کہہ رہا تھا وہ انہیں حیران کر دینے کے لئے کافی تھی۔ ان کے ساتھی تاحال

بے ہوش تھے۔ اور ان کے قبضے میں تھے پھر عمران نے یہ کیوں کہا تھا کہ اس کے ساتھیوں نے اس سنٹر پر قبضہ کر لیا ہے۔ مگر عمران چونکہ ٹرانسمیٹر پر بات کر رہا تھا اس لئے وہ خاموش تھے۔

”نہیں۔ میجر پرکاش۔ تم ان سے کوئی بات نہیں کرو گے۔ ان سے جو پوچھنا ہوگا میں خود آ کر پوچھوں گا۔ تم بس ان کی کڑی نگرانی رکھو۔ انہیں کسی طرح وہاں سے نکلنے مت دینا۔ اور۔“ عمران نے کہا اور اس کی بات سن کر کرنل ترپاٹھی کا چہرہ تاریک پڑ گیا۔

”اوہ۔ مگر چیف۔ آپ نے تو کہا تھا کہ میں ان کے منہ کھلوانے کے لئے ان کے ساتھ جو چاہوں کروں۔ میں نے تو ان کے منہ کھلوانے کے لئے جنگل کے ریڈ پاکٹس بھی منگوا لئے ہیں۔ ریڈ پاکٹس سرخ بچھوؤں کی ایک خاص نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن کے کاٹنے سے انسان ہلاک تو نہیں ہوتا مگر ان کے زہر سے انسان کا جسم ایک لمحے میں سو جنا شروع کر دیتا ہے اور انسان کے جسم میں اس قدر شدید تکلیف ہوتی ہے جیسے اس کے جسم میں آگ لگ گئی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ میں ریڈ پاکٹس ان پر چھوڑ دوں۔ جب ریڈ پاکٹس انہیں کاٹیں گے تو وہ اس خوفناک اذیت کو برداشت نہیں کر سکیں گے اور مجھ سے زندگی کی بھیک مانگنے کے لئے فوراً اپنے منہ کھول دیں گے۔ اور۔“ دوسری طرف سے میجر پرکاش نے کہا تو عمران نے غصے سے ہونٹ بھیج لئے۔

”یو نائنس۔ میں نے تم سے کہا ہے نا کہ تم کچھ نہیں کرو گے۔“

انہیں کس عذاب میں مبتلا کرنا ہے اور کس طرح ان کا منہ کھلوانا ہے۔ یہ سب میں خود کروں گا۔ سمجھے تم۔ نائنس۔ اور۔“ عمران نے کرنل ترپاٹھی کے انداز میں حلق کے بل دھاڑتے ہوئے کہا۔

”یس۔ یس چیف۔ اور۔“ کرنل ترپاٹھی کی دھاڑ سن کر دوسری طرف میجر پرکاش نے سہم کر کہا۔

”ان پر کڑی نظر رکھو۔ اور میری کال کا انتظار کرو۔ آنے سے پہلے میں تمہیں کال کر دوں گا۔ اور۔“ عمران نے اسی انداز میں کہا۔

”او کے چیف۔ میں آپ کا منتظر رہوں گا۔ اور۔“ دوسری طرف سے میجر پرکاش کی تھکی تھکی سی آواز سنائی دی اور عمران نے اور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔ ٹرانسمیٹر آف کر کے عمران نے ٹائیگر کو اشارہ کیا تو اس نے کرنل ترپاٹھی کے منہ سے ہاتھ ہٹا لئے۔

”تم۔ جھوٹے۔ مکار۔ دھوکے باز۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ تمہارے آدمی سٹار سنٹر پر کسی بھی طرح قبضہ نہیں کر سکتے۔ وہ میرے ساتھیوں کی قید میں ہیں۔ اور میرے ساتھی انہیں ہر حال میں ہلاک کر دیں گے۔“ کرنل ترپاٹھی نے ٹائیگر کا ہاتھ ہٹتے ہی ہدیائی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

”تم جیسے مکار انسان کے ساتھ مکاری اور عیاری ہی کرنا پڑتی ہے کرنل ترپاٹھی۔ اب دیکھ لو تم اپنے جال میں خود ہی پھنس گئے ہو۔ اگر تم میری عیاری کے جال میں نہ آتے تو میں تمہارے میجر پرکاش سے

واقعی رابطہ نہیں کر سکتا تھا اور میجر پرکاش وہی کرتا جو وہ کہہ رہا تھا۔ لیکن اب وہ وہی کرے گا جو میں نے اس سے کہا ہے۔ میں نے کتنی آسانی سے اپنے ساتھیوں کو ایک خوفناک عذاب سے بچا لیا ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو کرنل ترپاٹھی کا رنگ یکلخت سیاہ پڑ گیا۔

”تت۔ تم۔ تم۔“ — اس کے حلق سے غراہٹ بھری آواز نکلی۔

وہ اب سمجھا تھا کہ عمران نے اس کے ساتھ کیا چال چلی تھی۔

”اوہ۔ تو آپ نے کرنل ترپاٹھی کو ریڈ کاشن کا فریب دے کر اس سے شار سنٹر کے انچارج میجر پرکاش سے بات کرنے کے لئے یہ سارا چکر چلایا تھا۔“ — ناثران سے آخر رہا نہ گیا اور وہ بول ہی پڑا۔

”ہاں۔ اور یہ بے چارہ آسانی سے میرے چکر میں آ گیا۔ میں نے جان بوجھ کر اس سے دوسری طرف کال دینے کی بات کی تھی تاکہ میں اس کا اور میجر پرکاش کا انداز متخاطب جان سکوں اور دیکھ لو میجر پرکاش کو اس بات کا رتی برابر بھی شک نہیں ہوا کہ اسے کال کرنے والا کرنل ترپاٹھی نہیں ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”مگر آپ کے وائچ پر ریڈ کاشن۔“ — ناثران نے سوالیہ انداز

میں کہا۔

”یار۔ میری ریٹ وائچ ہے۔ ایک مٹن پریس کر کے میں اس پر ریڈ کاشن آن نہیں کر سکتا۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تو اس کا جواب سن کر کرنل ترپاٹھی کا چہرہ بھجھ سا گیا۔ جبکہ ناثران اور ٹائیگر دونوں مسکرانے لگے۔

”تم میری توقع سے بھی بہت زیادہ چالاک ہو عمران۔ مگر یاد رکھو۔ تمہاری یہ چالاک اور عیاری یہیں تک محدود ہو کر رہ جائے گی۔“ کرنل ترپاٹھی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”چلو ایسے ہی سہی۔ اب تو بتا دو کہ بلاسٹنگ کوڈز کہاں ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نہیں جانتا۔“ — کرنل ترپاٹھی نے اسی انداز میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ تم کیا جانتے ہو یا کیا نہیں۔“ — عمران نے کہا۔ اس نے اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ڈبیہ نکالی۔۔۔ ڈبیہ شیشے کی تھی اور اس کے ڈھکن میں چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے۔ وہ ڈبیہ کے ڈھکن کو آہستہ آہستہ کھولتا ہوا کرنل ترپاٹھی کے قریب آ گیا۔ کرنل ترپاٹھی حیرت سے اس شیشے کی ڈبیہ کو دیکھ رہا تھا جس میں کوئی چیز مل رہی تھی۔

”یہ کیا کر رہے ہو۔“ — اس نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”اندھے ہو۔ دیکھ نہیں رہے ڈبیہ کھول رہا ہوں۔“ — عمران نے کہا۔

”کیا ہے اس ڈبیہ میں۔“ — کرنل ترپاٹھی نے پوچھا۔

”ریڈ پاکٹس۔ سرخ بچھو۔“ — عمران نے کہا۔

”سک۔ کیا۔ کیا مطلب۔ کیا کرنا چاہتے ہو تم اور یہ تمہیں کہاں سے مل گیا۔“ — کرنل ترپاٹھی نے حیرت اور خوف کے ملے جلے لہجے میں کہا۔

”اب بس۔ یہ چیخنا چلانا بند کرو۔ میں صرف تین تک گنوں گا اور اس بچھو کو تمہارے بدن پر پھینک دوں گا۔ یہ تمہیں ایک ڈنک دے یا دس یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے۔ میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں۔“ — عمران نے اسی طرح سرد لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے کنتی شروع کر دی۔ کرنل ترپاٹھی کی پیشانی پر یکلخت پسینہ ابھر آیا۔

”ایک۔“ — عمران نے کہا اور کرنل ترپاٹھی نے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیا۔

”دو۔“ — عمران نے کہا اور چمٹی میں تڑپتا ہوا بچھو کرنل ترپاٹھی کے گریبان کے قریب کر دیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ تین کہتے ہی پٹی کھول کر بچھو کرنل ترپاٹھی کے جسم پر پھینک دے گا۔ کرنل ترپاٹھی کی نظریں بچھو پر جمی ہوئی تھیں اور جسم پسینے میں بھگتا جا رہا تھا۔

”تین۔“ — عمران نے کہا اور کرنل ترپاٹھی یکلخت بری طرح چیخنے لگا۔

”رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔ مت گنو۔ کنتی مت گنو۔ اور ہٹاؤ اس بچھو کو پیچھے ہٹاؤ۔“ — کرنل ترپاٹھی نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا اور عمران کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

”گڈ۔ ہٹاؤ۔“ — عمران نے کہا۔ مگر اس نے بچھو کو پیچھے نہیں ہٹایا تھا۔

”ایسے نہیں۔ تمہیں میرے ساتھ ایک معاہدہ کرنا پڑے گا عمران۔“

”یہ مجھے رام دیر کی ایک الماری کے چار میں پڑا ملا تھا۔ وہ بھی شاید دوسروں سے راز اگلوانے کے لئے ان کا استعمال کرتا تھا۔ ان میں سے ایک میں ساتھ لے آیا تھا۔ اب یہ سرخ بچھو ڈبیہ میں بیٹھا بیٹھا تھک گیا ہے۔ تمہارے خوبصورت بدن پر تھوڑی سی چہل قدمی کر لے گا اور بس۔“ — عمران نے لا پرواہی سے کہا۔

”یہ۔ یہ۔ یہ جانتے ہو۔ یہ کس قدر خطرناک ہے۔ کیا تم نے میجر پرکاش سے سنا نہیں تھا۔ یہ بے حد خطرناک ہے اور یہ انسانیت سوز سلوک ہے۔“ — کرنل ترپاٹھی نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

”اسی بچھو سے میجر پرکاش میرے ساتھیوں کی زبانیں کھلوانا چاہتا تھا نا۔ کیا ہم انسان نہیں۔ تم لوگ دوسروں پر جب انسانیت سوز سلوک کرتے ہو۔ تب وہ جائز ہوتا ہے۔ بولو کہاں ہے بلاسٹنگ کوڈ والی ڈیٹا ڈرائیو۔“ — عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”تم جو مرضی کر لو۔ میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔“ — کرنل ترپاٹھی نے کہا۔ لیکن اس کی نظریں اس ڈبیہ پر ہی تھیں۔

عمران نے بڑے اطمینان سے جیب سے ایک چمٹی نکالی اور ڈبیہ کا ڈھکن کھول کر اس میں پڑا ہوا سرخ بچھو چمٹی سے اٹھا لیا اور جھک کر کرنل ترپاٹھی کی قمیض کے بن کھولنے لگا۔

”عمران۔ میں تمہارا بھیا تک حشر کروں گا۔ تمہاری بوٹیاں نوچ ڈالوں گا۔“ — قمیض کے بن کھلتے دیکھ کر کرنل ترپاٹھی نے ہدیائی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

کرنل ترپاٹھی نے کہا۔

”کیسا معاہدہ۔“ — عمران نے چونک کر پوچھا۔

”یہ کہ تم مجھے ہلاک نہیں کرو گے۔ بس اتنی سی بات ہے۔“ کرنل ترپاٹھی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مجھے منظور ہے۔ میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا۔“ عمران نے کہا۔

”نہیں۔ نہیں۔ وعدہ کرو۔ میں جانتا ہوں۔ تم جو وعدہ کرتے ہو اسے نبھاتے ہو۔“ — کرنل ترپاٹھی نے کہا۔

”اوکے۔ میں علی عمران تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم مجھے وہ ڈیٹا ڈرائیو دے دو گے جس میں بلاسٹنگ کوڈز موجود ہیں تو میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا۔“ — عمران نے کہا۔

”اوہ۔ اب ٹھیک ہے۔ سنو۔ بلاسٹنگ کوڈز والی ڈیٹا ڈرائیو شار سنٹر کے ڈاکٹر پریم راؤ کے پاس ہے۔ تم میری اس سے بات کرا دو۔ میں اسے ہدایات دے دیتا ہوں۔ وہ ڈیٹا ڈرائیو تمہارے ساتھیوں کے حوالے کر دے گا اور اس ڈیٹا ڈرائیو کو لے کر تمہارے ساتھی بھی آجائیں گے۔“ — کرنل ترپاٹھی نے کہا۔

”گڈ۔ تم مجھے ڈاکٹر پریم راؤ کی ٹرانسمیٹر فریکوئنسی بتاؤ۔ میں اس سے خود بات کر لیتا ہوں۔“ — عمران نے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا تم ڈاکٹر پریم راؤ سے میری آواز میں بات کرو گے۔“ — کرنل ترپاٹھی نے چونک کر کہا۔

”ظاہر ہے۔ تمہاری سریلی آواز سن کر ہی وہ مجھے کچھ بتانے کے لیے تیار ہوگا۔ ورنہ میری بے سری آواز تو شاید وہ سننے کے لئے بھی نہ ہو۔“ — عمران نے مسکرا کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم میجر پرکاش سے بات کرو۔ وہ تمہاری ڈاکٹر پریم سے بات کرا دے گا۔“ — کرنل ترپاٹھی نے اثبات میں سر ہٹے ہوئے کہا۔

”چلو ٹھیک ہے۔ یہ کام تو میں کر لوں گا۔ اب لگے ہاتھوں تم یہ بھی دو کہ ساما گا جنگل میں وہ شار سنٹر کیوں قائم کیا گیا ہے۔ وہاں ایسا امن سا خاص کام ہو رہا ہے جس کے لئے خاص طور پر وہاں کی پولیورٹی کے لئے تمہاری ایجنسی کو ہی تعینات کیا گیا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”یہ میں نہیں جانتا۔ مجھے اوپر سے احکامات ملے تھے۔ جن پر میں نے عمل کیا تھا۔“ — کرنل ترپاٹھی نے کہا۔ عمران نے صاف اندازہ لیا کہ کرنل ترپاٹھی جھوٹ بول رہا ہے۔

”پھر تو تم یہ بھی نہیں جانتے ہو گے کہ پاکیشیا سے اس طرح بلاسٹنگ کوڈز کیوں حاصل کئے گئے تھے۔ کافرستان ان کوڈز سے کیا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔“ — عمران نے اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ یہ درست ہے۔ مجھے واقعی نہیں معلوم کہ بلاسٹنگ کوڈز کیوں حاصل کئے گئے تھے۔ اور ان کا ہم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔“

کرل ترپاشی نے اپنے لہجے میں خود اعتمادی لانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ بتاؤ کہ تمہاری ایجنسی نے ڈاکٹر ریحان ملک کو کیوں ہلاک کیا تھا اور اسے اگر اس طرح ہلاک کرنا ہی تھا تو اسے ایک ملازم کا میک اپ کیوں کیا گیا تھا۔“ — عمران نے کہا۔

”میرے ایک آدمی کرشن نے ڈاکٹر ریحان ملک سے رابطہ کیا تھا۔ اور ڈاکٹر ریحان ملک نے ہی اسے وہ ڈیٹا ڈرائیو دی تھی جس کے بارے میں اسے بعد میں پتہ چل گیا کہ وہ ایک ڈسپوزیبل ڈرائیو ہے۔ اس سے بظاہر تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا لیکن کرشن نے جب دوبارہ اس سے رابطہ کیا تو ڈاکٹر ریحان ملک نے اس سے بات کرنے سے انکار کر دیا۔ دونوں میں خاصی تلخ کلامی ہوئی تھی جس پر کرشن کو شک ہوا کہ ڈاکٹر ریحان ملک اس سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ چنانچہ وہ فوری طور پر ڈاکٹر ریحان ملک کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔ کرشن خاموشی سے اس کے کمرے کے دروازے پر پہنچا تو ڈاکٹر ریحان ملک کسی سے فون پر باتیں کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اس نے کروڑوں ڈالر حاصل کر لئے ہیں اور وہ اب اس سے بھی کہیں زیادہ دولت حاصل کر سکتا ہے۔ اس نے ریڈ لیبارٹری میں اپنے سپر کمپیوٹر کو لاکڈ کر دیا ہے۔ اور وہ لاکڈ کمپیوٹر اس وقت تک ری اوپن نہیں ہوگا جب تک وہ خود اسے کوڈز لگا کر اوپن نہیں کرے گا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ وہ

میں طور پر چھپ جائے گا اور پھر وہ پاکیشیا حکومت کو بھی بلیک میل کرے گا۔ اس نے اس کمپیوٹر میں اس قدر پیچیدہ کوڈنگ کر دی ہے کہ ایک ماہ کے اندر اندر اگر کمپیوٹر کوری فریش نہ کیا گیا تو ایٹمی میزائل یا تو وہیں پھٹ جائیں گے یا پھر اپنے مقرر کردہ اہداف کی طرف پرواز کر جائیں گے۔ یہ صورتحال ایسی خوفناک ہوگی کہ پاکیشیا حکومت ہر حال میں اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دے گی اور جب وہ اس کی بتائی ہوئی مطلوبہ رقم دے دے گی تو وہ انہیں وہ کوڈ بتا دے گا۔ اس کے علاوہ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اس نے حکومت کے ایک اہم آدمی سرسلطان کو ایک ابتدائی رپورٹ بھی بھیج دی ہے جس میں اس نے جان بوجھ کر اپنے جرم کا اعتراف کیا تھا تا کہ حکومت کو ساری صورتحال کا علم ہو جائے۔ اس رپورٹ کے بعد ظاہر ہے حکومت کے پیروں تلے سے زمین نکل جاتی اور وہ ہر صورت میں اس کو تلاش کرتے۔ یا پھر انہیں کمپیوٹر کوری فریش کرنے کے لئے اس ڈیٹا ڈرائیو کی ضرورت پڑتی جو اس نے کافرستان کے حوالے کر دی تھی۔ وہ ڈیٹا ڈرائیو تو انہیں واپس مل نہیں سکتی تھی اس لئے حکومت لامحالہ اسی کے لئے سرگرداں رہتی اور پھر عین وقت پر وہ حکومت کے سامنے اپنی ذیماٹد رکھ دیتا جسے حکومت پاکیشیا کو ہر صورت میں ماننا پڑتا۔ یہ سب سن کر کرشن کو غصہ آ گیا اور وہ دروازہ کھول کر ڈاکٹر ریحان ملک کے سامنے آ گیا۔ کرشن کا ارادہ تھا کہ وہ ڈاکٹر ریحان ملک سے ریڈ لیبارٹری میں موجود سپر کمپیوٹر کا وہ کوڈ پوچھے گا جس سے اس کمپیوٹر کا لاک کھولا جاسکتا ہے۔ مگر اسے اچانک

نے ہونٹ بھیچتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اس نے اپنی بیوی کو بچوں سمیت فوری طور پر گریٹ لینڈ پھوڑ کر اکیرمیا منتقل ہونے کی ہدایات دی تھیں۔“ — کرنل ترپاٹھی نے کہا۔

”کرشن کو یہ سب کیسے معلوم ہوا تھا۔“ — عمران نے پوچھا۔

”ڈاکٹر ریحان ملک جس فون سیٹ پر بات کر رہا تھا اس میں ایک ریکارڈر تھا۔ کرشن نے اسی ریکارڈر سے ڈاکٹر ریحان ملک اور اس کی بیوی کی تمام باتیں سن لی تھیں۔“ — اس نے کہا۔

”وہ فون سیٹ کہاں تھا۔ میں نے تو ایسا سیٹ وہاں کہیں نہیں دیکھا تھا۔“ — عمران نے کہا اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

”کرشن وہ سیٹ اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اس نے ان کی باتیں مجھے بھی سنائی تھیں۔ میں نے ساری باتیں سن کر سیٹ ضائع کر دیا تھا تاکہ ہمارا یہ راز کسی پر اوپن نہ ہو سکے۔“ — کرنل ترپاٹھی نے کہا۔

”اور تمہارے آدمی نے شاید خود کو چھپانے کے لئے ایک مقامی غنڈے کا میک اپ کیا تھا تاکہ کوئی اس کی شناخت نہ کر سکے۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ اس کے لئے اس نے باقاعدہ پلاننگ کی تھی۔ ایک مقامی بد معاش کے کلب پر حملہ کر کے اس نے اسے ہلاک یا زخمی کر دیا تھا اور اس کی جگہ خود سنبھال لی تھی۔“ — کرنل ترپاٹھی نے کہا۔

”لیکن کرشن نے تو اس بد معاش کا میک اپ نہیں کیا تھا۔ وہ تو

اپنے سامنے دیکھ کر ڈاکٹر ریحان ملک گھبرا گیا۔ اس نے جیب سے فوراً ریوالور نکال لیا اور اس نے کرشن پر حملہ کرتے ہوئے اس پر فائرنگ کر دی۔ کرشن اس حملے سے بچ گیا مگر اس کی جوابی فائرنگ سے ڈاکٹر ریحان ملک نہ بچ سکا اور وہ کرشن کی فائرنگ سے ہلاک ہو گیا۔ اس کی ہلاکت سے کرشن پریشان ہو گیا تھا۔ کیونکہ سپر کمپیوٹر کو ری اوپن کرنے کا کوڈ اسے معلوم نہ ہو سکا تھا۔ اسے اور کچھ نہ سوچھا تو اس نے ڈاکٹر ریحان ملک کو نہ صرف ملازموں جیسا لباس پہنا دیا بلکہ اس کا میک اپ بھی بدل دیا۔ پھر وہ وہاں سے نکل آیا۔ اس نے مجھ سے رابطہ کر کے یہ سب کچھ بتایا تو میں بھی پریشان ہو گیا کیونکہ ڈاکٹر ریحان ملک کی ہلاکت ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ مجھے ہی حدشہ تھا کہ ہم نے جو بلاسٹنگ کوڈز خفیہ طور پر حاصل کئے تھے۔ ڈاکٹر ریحان ملک کی ہلاکت کی وجہ سے یہ راز لیک آؤٹ ہو سکتا ہے اور یہ معاملہ ایسا تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اور خاص طور پر تمہارے علم میں ضرور آ جاتا اور تمہارے پاس چونکہ ڈیٹا ڈرائیو کے حصول کے سوا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا اس لئے تم اپنی ٹیم کے ساتھ کافرستان آ کر کرشن کے ذریعے مجھ تک رسائی حاصل کر سکتے تھے۔ اس لئے میں نے کرشن کو فوری طور پر واپس بلا لیا اور پھر اس کا خاتمہ کر دیا۔“ — کرنل ترپاٹھی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ۔ تو ریحان ملک واقعی غدار تھا اور اس نے سر سلطان کو جو رپورٹ بھجوائی تھی وہ اصل میں اس کی پلاننگ کا ہی حصہ تھی۔“ عمران

مئے تھے۔ اور ان کا کافرستان کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ یہ درست ہے کہ ہمارا ایک سائنسدان بدنیت ہو گیا تھا۔ دولت کے حصول کے لئے اس نے نہ صرف اپنا ضمیر بلکہ اپنا ایمان بھی بیچ دیا تھا اور اس نے خود ہی جرائم کی دنیا میں قدم رکھ کر کافرستان کے ایک ایجنٹ سے رابطہ کیا تھا۔ اور اسے ان بلاسٹنگ کوڈز کی افادیت اور ان کے بارے میں تفصیلات مہیا کی تھیں۔ اس ایجنٹ نے فوری طور پر اعلیٰ حکام سے بات کی اور اعلیٰ حکام نے غدار سائنسدان کے ذریعے نہ صرف ریڈ لیبارٹری تک رسائی حاصل کر لی بلکہ اس سے پاکیشیا کے دفاع کو خطرے میں ڈالنے کے لئے اور پاکیشیا کی کمر توڑنے کے لئے فوری طور پر بلاسٹنگ کوڈز کے حصول کی کوششیں شروع کر دیں۔ کافرستان کے لئے کوڈز انتہائی اہمیت کے حامل تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا تھا کہ اگر وہ ڈاکٹر ریحان ملک کے توسط سے بلاسٹنگ کوڈز حاصل کر لیں تو اس کو مزید دولت دے کر وہ پاکیشیا کے سپر ماسٹر کمپیوٹر میں تبدیل شدہ کوڈ فیڈ کرا دیں گے۔ تاکہ پاکیشیا کے ٹارگٹ میزائل بے کار ہو جائیں یا پھر پاکیشیا کی تباہی کا موجب بن جائیں۔ اس کے لئے ظاہر تھا کہ وہ ڈیٹا ڈرائیو میں موجود کوڈز میں ایسی تبدیلیاں کرتے کہ کسی کو آخری وقت تک کچھ معلوم نہ ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ کوڈز حاصل کرنے کے باوجود ڈاکٹر ریحان ملک کو ہلاک نہیں کیا گیا تھا۔ جو ایک ہار پک سکتا ہے اسے دوسری بار خریدنا کچھ مشکل نہیں تھا۔ اس کے علاوہ جو ایجنٹ ڈاکٹر ریحان ملک کے ساتھ ریڈ لیبارٹری میں گیا تھا گو کہ

اس کے ساتھ ڈاکٹر ریحان ملک کی رہائش گاہ میں جانا تھا۔ اگر کرشن نے مقامی بد معاش کا میک اپ کیا تھا تو اس کے ساتھ دوسرا آدمی کون تھا۔“ — عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
”وہ اس کا دوسرا ساتھی آتش کمار تھا۔ میں نے دوسرے ایجنٹس سے اس کا بھی خاتمہ کروا دیا تھا۔“ — کرنل ترپاٹھی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور کتنے جھوٹ بولو گے تم۔“ — عمران نے منہ بنا کر کہا۔ اور اس نے چٹنی میں پکڑے ہوئے سرخ پچھو کو واپس ڈبیہ میں ڈالا اور ڈبیہ بند کر کے چٹنی سمیت جیب میں ڈال لی۔

”جھوٹ۔ کیا مطلب۔ میں نے کیا جھوٹ بولا ہے۔“ کرنل ترپاٹھی نے بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر ریحان ملک کی ہلاکت کے سوا تم نے مجھے جو بتایا ہے وہ سب جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”کیا مطلب۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں۔“ — کرنل ترپاٹھی نے دوبارہ غصے میں آتے ہوئے کہا۔

”میں سچ اور جھوٹ کی تمیز جانتا ہوں کرنل۔ تم نے ڈاکٹر ریحان ملک کی غداری اور اس کی بیوی کے بارے میں جو بتایا ہے وہ سچ ہے۔ لیکن یہ سچ نہیں ہے کہ تم نے کرشن کو ہلاک کر دیا ہے اور تم نے مجھ سے یہ بھی جھوٹ کہا ہے کہ تم اس حقیقت سے ناواقف ہو کہ پاکیشیا کے ایٹمی میزائلوں کے بلاسٹنگ کوڈز کس مقصد کے لئے حاصل کئے

ڈاکٹر ریحان ملک اسے ایک خفیہ راستے سے اور اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر لے گیا تھا مگر وہ ایجنٹ بے حد ذہین تیز اور چالاک تھا۔

اس کے پاس دو آپشن تھے۔ ایک تو یہ کہ وہ ڈاکٹر ریحان ملک کو بھاری رقم دے کر اس کی مدد حاصل کرتا۔ دوسری صورت میں وہ خود ریڈ لیبارٹری میں پہنچ جاتا۔ مگر پھر وہی ہوا جس کے بارے میں تم نے بتایا ہے۔ ڈاکٹر ریحان ملک ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد اس ایجنٹ جس کا فرضی نام کرشن رکھا گیا تھا کے پاس یہی ایک طریقہ بچا تھا کہ وہ ڈیٹا ڈرائیو میں تبدیل شدہ پروگرامنگ لے جاتا اور خاموشی سے ماسٹر کمپیوٹر میں ایڈجسٹ کر دیتا۔ اس کے لئے ظاہر ہے اس ایجنٹ کو پلاننگ ہی کرنا تھی کیونکہ ڈاکٹر ریحان ملک کی ہلاکت کے بعد اس کی ریڈ لیبارٹری میں رسائی مشکل بھی ہو سکتی تھی۔ ریڈ لیبارٹری میں جانے کے تمام راستے سیلڈ ہو سکتے تھے اور لیبارٹری کے سکیورٹی نظام کو بھی ہڈا جاسکتا تھا۔ اس کے لئے اس ایجنٹ نے ریڈ لیبارٹری میں کام کرنے والے کسی اور سائنسدان کو اپنے جال میں پھنسانا تھا۔ یا اسے ہلاک کر کے اس کے میک اپ کا ہی سہارا لیتا۔ بہر حال یہ طے ہے کہ اس ایجنٹ نے بلاسٹنگ کوڈز کو کسی نہ کسی ذریعے سے ریڈ لیبارٹری میں تبدیل کرنے ضرور جانا تھا۔ اور تم نے جس شار سنٹر کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بارے میں بھی کرنل ترپاشی میرا اندازہ یہی ہے کہ اس سنٹر میں یقیناً انہی کوڈز پر کام کیا جا رہا ہے۔ سائنسدان اور سافٹ ویئر انجینئرز یقیناً اسی تگ و دو میں ہوں گے کہ وہ ڈیٹا ڈرائیو میں موجود ڈیٹا کو کسی

طرح محفوظ کرنے میں کامیاب ہو جائیں کیونکہ وہ ان کوڈز کو اس صورت میں تبدیل کر سکتے ہیں جب اس ڈیٹا ڈرائیو سے ڈیٹا کسی محفوظ ڈرائیو میں منتقل کر دیا جائے۔“ — عمران نے کہا اور یہ سب کہہ کر خاموش ہو گیا۔ کرنل ترپاشی حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”یہ سب تمہارے اندازے ہیں یا۔“ — کرنل ترپاشی نے شدید حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

”پہلے تو ضرور اندازے تھے مگر تمہارا انداز اور تمہارا سوال اس بات کی دلیل ہے کہ میں نے جو کہا ہے۔ وہ غلط نہیں ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو کرنل ترپاشی نے غصے سے ہونٹ بھینچ لئے۔

”نہیں۔ تمہاری کوئی بات بھی درست نہیں ہے۔ اگر تمہیں اپنے اندازوں پر اتنا ہی بھروسہ ہے تو بتاؤ کون ہے وہ ایجنٹ جس نے یہ سب کچھ کیا تھا۔“ — کرنل ترپاشی نے سرد لہجے میں کہا۔

”وہ ایجنٹ تم خود ہو کرنل ترپاشی۔“ — عمران نے کہا تو کرنل ترپاشی کا یکلخت رنگ اڑ گیا۔

”کیا۔ یہ کیا بکواس ہے۔ ایسے چھوٹے موٹے کاموں کے لئے میں جاؤں گا۔ ہونہ۔“ — کرنل ترپاشی نے منہ بنا کر کہا۔

”اب زیادہ اداکاری مت کرو کرنل ترپاشی۔ تم نے ڈاکٹر ریحان ملک کے ساتھ مل کر لیبارٹری کے تمام کلوز سرکٹ کیمرے آف کرا دیئے تھے تاکہ ریڈ لیبارٹری میں تمہارے داخل ہونے کی کوئی تصویر نہ

فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”لیس سر۔ کرنل تریپاٹھی انڈنگ یو۔“ — عمران نے کرنل تریپاٹھی کی آواز میں کہا۔

”کرنل تریپاٹھی۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عمران اور اس کے دو ساتھی تمہارے دفتر میں موجود ہیں۔ کیا یہ سچ ہے۔“ — دوسری طرف سے پرائم منسٹر کی تیز آواز سنائی دی۔

”لیس سر۔ یہ درست ہے۔ مگر آپ کو کیسے معلوم ہوا سر۔“ — عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”مجھے شاگل کا فون آیا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ اس نے تمہارے بھائی رام دیر کو شدید زخمی حالت میں ٹریس کر لیا ہے۔ یہ بتانے کے لئے اس نے تم سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو تمہاری سیکرٹری نے اسے بتایا کہ رام دیر دو آدمیوں کے ساتھ تمہارے آفس میں موجود ہے۔ جن کے بارے میں شاگل نے مجھے بتایا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھی ہیں جو تمہیں نقصان پہنچانے کی غرض سے وہاں پہنچے ہیں۔ اب تم بھی تصدیق کر رہے ہو۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ وہ وہاں کیا کر رہے ہیں اور تم نے ان کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کی۔“ — دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے سخت لہجے میں کہا۔

”آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔ عمران اور اس کے ساتھی میرے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوں اور ان کے بارے میں مجھے پتہ نہ چلے۔ ایسا کیسے ممکن ہے۔ میں نے پہلے ہی سمجھا تھا کہ رام دیر دو آدمیوں کو لے

آئے۔ مگر وہاں چند ایسے کیمرے بھی لگے ہوئے تھے جن کے بارے میں خود ڈاکٹر ریحان ملک بھی لاعلم تھا۔ ان کیمروں سے تمہاری تصویر حاصل کر لی گئی تھی۔ گوتم نے زبردست میک اپ کر رکھا تھا مگر تمہارے بانیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن اڑا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ تمہاری آنکھوں کی رنگت جو سو فیصد اس تصویر جیسی ہے۔ میک اپ کی وجہ سے میں واقعی نہیں جان سکا تھا کہ وہ ایجنٹ تم ہو۔ مگر اب میں نے تمہارے بانیں ہاتھ کا اڑا ہوا ناخن اور تمہاری آنکھوں کی رنگت سے تمہیں پہچان لیا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”تم خطرناک حد تک چالاک ہو عمران۔ کاش میں نے تمہیں اپنے دفتر میں آنے کی اجازت نہ دی ہوتی۔ یہ تو میں جان ہی چکا تھا کہ تم میرے بھائی رام دیر کے ساتھ یہاں آ رہے ہو۔ مگر میں واقعی یہ نہیں جانتا تھا کہ رام دیر کے بھیس میں تم یہاں آؤ گے۔ ورنہ میرے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوتے ہی تمہارا استقبال موت ہی کرتی۔“ کرنل تریپاٹھی نے غراتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ ان میں کوئی اور بات ہوتی اچانک میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عمران چونک کر میز کی جانب مڑا۔

”ریڈ فون پر کال ہے۔ اور یہ کال یقیناً تمہارے پرائم منسٹر کی ہو گی۔ میں بات کرتا ہوں۔ ٹائیگر اس کا منہ بند کر دو۔“ — عمران نے کہا تو ٹائیگر نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر کرنل تریپاٹھی کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ عمران نے آگے بڑھ کر

”آپ ٹھیک کہتے ہیں سر۔ لیکن میں نے اس بار انہیں سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ وہ نفسیاتی طور پر اچانک ہمارے حملے کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ میں نے انہیں زندہ گرفتار کرنے یا بے ہوش کر کے ان سے پوچھ گچھ کرنے کا رسک ہی نہیں لیا تھا۔ اگر ایسا کرتا تو شاید پھر کسی طرح ان کے بچ نکلنے کا امکان ہو جاتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ میں نے یہ بھی سوچ لیا تھا کہ اگر وہ عمران اور اس کے ساتھی نہ بھی ہوئے تب بھی میں ان لوگوں کو ہیڈ کوارٹر میں آتے ہی ہلاک کر دوں گا۔ یہ بعد میں دیکھا جائے گا کہ وہ کون ہیں اور کس مقصد کے لئے آئے تھے۔“ — عمران نے کہا۔

”بہر حال جو ہوا ہے بہتر ہوا ہے۔ ان لوگوں نے کافرستان کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اور میری دلی خواہش تھی کہ ان کی ہلاکت کافرستان میں ہی ہو۔ اور تم نے میری خواہش کے مطابق کافرستان میں ہی انہیں ہلاک کیا ہے تو اس کی میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔“ — دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے کہا۔

”تھینک یو سر۔ آپ کی یہ مبارک باد میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ اور ہاں سر میں آپ کو ایک اور بات بھی بتانا چاہتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”کون سی بات۔“ — دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے چونک کر کہا۔

”مجھے ابھی تھوڑی دیر قبل سٹار سنٹر سے میجر پرکاش کی کال آئی

کہ میرے ہیڈ کوارٹر میں آ رہا ہے۔ اس سے پہلے وہ اس طرح کبھی کسی غیر مطلق آدمی کو میرے ہیڈ کوارٹر میں نہیں لایا تھا۔ اس سے فون پر یہ بات کرتے ہوئے مجھے صاف اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ رام دیر نہیں بلکہ عمران ہے۔ چنانچہ میں نے اسے اپنے ہیڈ کوارٹر میں آنے کی اجازت دے دی۔ میں نے ہیڈ کوارٹر میں فوراً ان کا شکار کرنے کا پروگرام بنالیا تھا اور پھر وہ جیسے ہی ہیڈ کوارٹر میں آئے ان پر چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ وہ تین تھے انہیں کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا اور وہ ہلاک ہو گئے۔ ان کی گولیوں سے پھلنی لاشیں میرے سامنے پڑی ہیں جنہیں میں باہر کسی گندے نالے یا جوہڑ میں پھینکانے کا سوچ رہا تھا کہ آپ کی کال آ گئی۔“ — عمران نے ناثران اور ٹائیگر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کیا واقعی عمران اور اس کے ساتھی ہلاک ہو گئے ہیں۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔“ — دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے حیرت اور مسرت سے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

”لیس سر۔ میں جانتا ہوں آپ کو یہی خدشہ ہے نا کہ اس قدر چالاک، خطرناک اور تیز ترین آدمی اس آسانی سے کیسے ہلاک ہو گیا۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ درست ہے کرنل ترپاٹھی۔ اس کی ہلاکت کی مجھے کئی بار تصدیق شدہ اطلاعات دی گئی تھیں مگر بعد میں نتیجہ اس کے برعکس ہی ہوتا تھا۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے صاف گوئی سے کہا۔

تھی۔“ — عمران نے کہا۔

”میجر پرکاش۔ اوہ۔ کیا کہا ہے اس نے۔“ — دوسری طرف سے پرائم سنٹر نے کہا۔

”سٹار سنٹر پر چند نامعلوم افراد نے حملہ کیا تھا۔ انہوں نے میں پوائنٹ پر موجود میرے تمام آدمیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اور وہ زیروئنٹل میں پہنچ گئے تھے۔ میجر پرکاش نے زیروئنٹل میں ایک گیس سے انہیں بے ہوش کر دیا تھا اور اب وہ بلیک روم میں قید ہیں۔“ — عمران نے کہا۔

”اوہ۔ کون تھے وہ حملہ آور۔“ — پرائم سنٹر نے چونک کر کہا۔
 ”یہی معلوم کرنے کے لئے میں نے انہیں ابھی ہلاک کرنے کا آرڈر نہیں دیا۔ گیس کی وجہ سے وہ اگلے کئی گھنٹوں تک ہوش میں نہیں آسکتے۔ میں سوچ رہا تھا کہ عمران اور اس کے دو ساتھیوں کا تو میں نے یہاں شکار کر لیا ہے پھر سٹار سنٹر پر حملہ کرنے والے کون ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ عمران کا کوئی دوسرا گروپ ہو۔ میں ان سے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر انہیں میرے بارے میں اور سٹار سنٹر کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا اور وہ سٹار سنٹر میں کس مقصد کے لئے گئے تھے۔“
 عمران حیز تیز لہجے میں کہتا چلا گیا۔

”اوہ ہاں۔ یہ جانتا واقعی بے حد ضروری ہے۔ اگر ان کا تعلق عمران کے کسی گروپ سے ہے تو وہ ہمارے لئے اور زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ وہ جو کوئی بھی ہیں میجر پرکاش کو کال کر

کے انہیں بھی فوراً ہلاک کرنے کا حکم دے دو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ میجر پرکاش کے لئے درد سر بن جائیں۔ وہاں ڈاکٹر پریم راؤ جیسے ہمارے کئی بہترین دماغ موجود ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی بھی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کو بھی خراش تک آئے۔ بس وہ ایک بار سٹار مشین تیار کر لیں۔ پھر ان کا وہاں سے کام ختم ہو جائے گا۔ سٹار مشین سے وہ لمحوں میں لانگ ویوز پھیلا کر پاکیشیا کی ریڈ لیبارٹری میں موجود سپر ماسٹر کمپیوٹر کی پروگرامنگ بدل دیں گے۔ اس کے بعد ہمیں اس سٹار مشین کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔“ — دوسری طرف سے پرائم سنٹر نے کہا اور سٹار مشین اور لانگ ویوز سے ریڈ لیبارٹری کے سپر ماسٹر کمپیوٹر کے پروگرام کی تبدیلی کا سن کر عمران نے بے اختیار ہونٹ بھیجنے لئے۔

”اوہ۔ ایس سر۔ اگر ایسی بات ہے تو میں ابھی جا کر ان سب کو ہلاک کر دیتا ہوں۔“ — عمران نے کہا۔

”اوکے۔ انہیں ہلاک کر کے مجھے فوراً رپورٹ دینا۔“ — دوسری طرف سے پرائم سنٹر نے کہا۔
 ”ایس سر۔“ — عمران نے کہا اور دوسری طرف سے پرائم سنٹر نے رابطہ ختم کر دیا۔

”تو یہ ہے چکر۔ یہ لوگ سٹار سنٹر میں ایسی مشین بنا رہے ہیں جس سے وہ یہاں بیٹھے بیٹھے ہمارے کمپیوٹروں کی پروگرامنگ بدل سکتے ہیں۔“ — عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ باہر موجود افراد کا کیا کرنا ہے۔ اور ساماگا جنگل تو یہاں سے بہت دور ہے۔ ہم وہاں کیسے جائیں گے۔“ ناثران نے کہا۔

”میں نے آتے ہوئے اس عمارت کی چھت پر ٹی تھری سکس ہیلی کاپٹر دیکھا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر کرنل ترپاٹھی کا ہی ہو سکتا ہے۔ ہم باہر موجود مسلح افراد کو سی گیس سے ہلاک کریں گے اور یہاں سے نکل جائیں گے اور کرنل ترپاٹھی نے یقیناً چھت پر جانے کے لئے علیحدہ انتظام کر رکھا ہوگا۔ تم وہ خفیہ راستہ تلاش کرو تب تک میں باہر موجود مسلح آدمیوں کا انتظام کرتا ہوں۔“ عمران نے کہا تو ناثران اور ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور وہ کمرے کی دیواروں کو ٹھونک بجا کر وہاں سے نکلنے کا خفیہ راستہ تلاش کرنے میں مصروف ہو گئے۔ عمران نے کرنل ترپاٹھی کے ٹرانسمیٹر سے ایک بار پھر شار سٹمر میں میجر پرکاش سے رابطہ کیا اور اسے اپنے آنے کی اطلاع دیتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کیا۔ پرائم منسٹر نے ابھی تک وہاں کوئی کال نہیں کی تھی۔ میجر پرکاش کے کہنے کے مطابق اس کے ساتھی بدستور بے ہوش تھے اور میجر پرکاش اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ عمران نے اسے کہا کہ وہ جلد سے جلد وہاں پہنچ رہا ہے۔ پھر اس نے رابطہ ختم کر دیا اور اطمینان سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے ایک ریموٹ کنٹرول نکال کر میز پر رکھا اور پھر اس نے اندرونی جیب سے ایک چٹا سا میک اپ باکس نکالا اور اپنا میک اپ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

”تب تو ہمیں وہاں سے بلاسٹنگ کوڈز حاصل کرنے کے ساتھ اس مشین کو بھی تباہ کرنا ہو گا۔“ ناثران نے کہا۔

”ہاں۔ اب چلو۔ ہمیں جلد سے جلد وہاں پہنچنا ہو گا۔ ایسا نہ ہو کہ پرائم منسٹر خود ہی میجر پرکاش کو کال کر کے اسے ان سب کی ہلاکت کا حکم دے دے۔ وہ تو پہلے ہی ریڈ پاکٹس سے انہیں خوفناک عذاب میں مبتلا کرنے کا پروگرام بنائے بیٹھا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”اس کا کیا کروں۔“ ٹائیگر نے کرنل ترپاٹھی کی طرف اشارہ کر کے عمران سے پوچھا۔ اس نے ابھی تک کرنل ترپاٹھی کا منہ پکڑ رکھا تھا۔ اور کرنل ترپاٹھی کی آنکھیں غصے اور پریشانی سے سرخ ہو رہی تھیں۔

”میں نے تو اسے زندہ چھوڑنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ تم اور ناثران اس وعدے سے بری ہو۔ تم جو چاہو وہ کرو۔ میں تمہیں منع نہیں کروں گا۔“ عمران نے سنجیدگی سے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا جیسے وہ اس کا اشارہ سمجھ گیا ہو۔ اس نے جیسے ہی کرنل ترپاٹھی کے منہ سے ہاتھ ہٹائے کرنل ترپاٹھی بری طرح سے چیخنے لگا۔

”تم ایسا نہیں کر سکتے عمران۔ تم نے وعدہ کیا تھا۔ تم۔ تم۔“ اس نے بری طرح سے چیخنے ہوئے کہا۔ مگر اسی لمحے ٹائیگر کے ہاتھ حرکت میں آئے اور کڑک کی آواز کے ساتھ کرنل ترپاٹھی کی گردن کی ہڈی ٹوٹی چلی گئی۔ ٹائیگر نے نہایت ماہرانہ انداز میں زور دار جھٹکا دے کر اس کی گردن توڑ دی تھی۔

نے کہا اور اس نے لپک کر کرنل ترپاٹھی کا ٹرانسمیٹر اٹھایا اور پھر وہ میٹرھیاں چڑھتے چلے گئے۔ میٹرھیاں بہت طویل تھیں اور واقعی چھت پر جا کر ختم ہوئی تھیں۔ چھت پر دس مسلح افراد گرے پڑے تھے۔ اور وہاں سیاہ رنگ کا ایک تیز رفتار ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ چھت کے کناروں سے انہوں نے نیچے دیکھا تو انہیں چاروں طرف انسان واقعی کیڑے مکوڑوں کی طرح گرے پڑے دکھائی دیئے۔ انہوں نے سانس روک لئے تھے۔

عمران نے ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھولا اور پائلٹ سیٹ پر آ بیٹھا۔ ٹائیگر اور ناٹران پچھلی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ عمران نے ہیلی کاپٹر کا انجن آن کیا تو کنٹرول پینل پر رنگ برنگے بلب جل اٹھے اور ڈائل تھرکنے لگے۔ ہیلی کاپٹر کے پر آہستہ آہستہ گھومنا شروع ہو گئے۔ پھر ان کی رفتار بڑھنے لگی اور چند ہی لمحوں میں پروں نے برق رفتاری سے گردش کرنا شروع کر دی۔ پھر اس نے ہیلی کاپٹر اوپر اٹھایا اور خاصی بلندی پر لے جا کر اسے تیزی سے اڑاتا لے گیا۔ اب وہ آزادی سے سانس لے رہے تھے۔

ہیلی کاپٹر کے کنٹرول پینل پر ایک کمپیوٹر انٹرفیس تھا۔ جس پر مختلف پائس کو مارک کیا گیا تھا۔ عمران نے پوائنٹر کو ساماگا جنگل کے سپاٹ پر ایڈجسٹ کیا اور ہیلی کاپٹر کا آٹو پائلٹ آن کر کے اطمینان سے بیٹھ گیا۔ کمپیوٹر سکرین پر ساماگا جنگل کا پوائنٹ کلوز ہو گیا تھا۔ سکرین پر وہاں کا فاصلہ اور ہیلی کاپٹر کی رفتار کے حساب سے ساٹھ منٹ کا ٹائم بھی آن ہو گیا تھا۔ یعنی ہیلی کاپٹر اگر اسی رفتار سے اڑتا رہتا تو وہ اگلے

تھوڑی ہی دیر میں اس نے کرنل ترپاٹھی کا میک اپ کر لیا تھا۔ پھر اس نے کرنل ترپاٹھی کا لباس اتار کر پہن لیا اور اپنا لباس اسے پہنا دیا۔ ٹائیگر اور ناٹران ابھی تک خفیہ راستہ ڈھونڈ رہے تھے۔

”کیا کر رہے ہو تم دونوں۔ ایک راستہ نہیں مل رہا تمہیں۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”مل گیا ہے عمران صاحب۔“ اسی لمحے ناٹران نے کہا اور اس نے ایک دیوار پر لگی ایک لڑکی کی تصویر کی ایک آنکھ میں انگلی رکھ کر اندر دہائی تو اچانک دائیں طرف دیوار میں ایک خلاء سے بن گیا۔ جہاں سے اوپر جاتی ہوئی میٹرھیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

”سنو۔ اب میں فاسٹ کٹ اوپن کرنے لگا ہوں۔ جونہی میں انگوٹھے کا کاشن دوں تم لوگوں نے سانس روک لینے ہیں اور دو منٹ تک سانس روکے رکھنا۔ پھر سانس لے لینا۔“ اُس کے۔“ عمران نے کہا تو ناٹران اور ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ عمران نے ریموٹ کنٹرول دوبارہ اٹھالیا تھا۔ اس نے ایک بٹن پر پریس کیا تو اس پر سبز رنگ کا ایک چھوٹا سا بلب جل اٹھا۔ اس نے ایک اور بٹن پر پریس کیا تو اچانک جلتا ہوا سبز بلب بجھ گیا اور اس کی جگہ ایک سرخ بلب جلنے لگا۔ عمران نے انہیں انگوٹھے کا اشارہ کیا اور انہوں نے سانس روک لیا۔

”چلو۔ جلدی چلو۔ میں نے فاسٹ کٹ اوپن کر دی ہے۔ اب چند ہی لمحوں میں ہر طرف سی سی گیس پھیل جائے گی اور یہاں موجود تمام افراد کیڑے مکوڑوں کی طرح ہلاک ہو کر گر جائیں گے۔“ عمران

پر معلق کیا اور پھر آہستہ آہستہ اسے نیچے لے جانے لگا۔ اس نے اشارے سے ٹائیگر اور ناٹران کو خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ ہیلی کاپٹر کے پیڈ جیسے ہی ہیلی پیڈ سے لگے اوپر کھلا ہوا سوراخ خود بخود بند ہوتا چلا گیا۔ نیچے واقعی اتنی جگہ تھی کہ وہاں ایک ہیلی کاپٹر آسانی سے کھڑا ہو سکتا تھا۔ سوراخ بند ہوتے ہی اچانک وہاں اندھیرا سا بچھا گیا۔ اسی لمحے عمران کی چھٹی حس جاگ اٹھی مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتا اچانک اس کا سر بڑے زور سے چکرایا۔ اس نے فوراً سانس روکنے کی کوشش کی مگر بے سود اس کے ذہن میں جیسے یکنخت اندھیرے کا طوفان سا چھا گیا اور وہ دائیں طرف گرتا چلا گیا۔

ایک گھنٹے تک ساماگا جنگل کے شار سنٹر میں پہنچ سکتا تھا۔ ایک گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد آخر کار ہیلی کاپٹر ساماگا جنگل میں پہنچ گیا۔ جنگل میں پہنچتے ہی عمران نے اس کا آٹو پائلٹ آف کر دیا اور ہیلی کاپٹر کو خود کنٹرول کرتے ہوئے اسے نیچے لے جانے لگا۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر کا ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ میجر پرکاش کالنگ فرام شار سنٹر۔ ہیلو۔ ہیلو۔ چیف کیا آپ ہیلی کاپٹر میں ہیں۔ اور۔“ — ٹرانسمیٹر آن ہوتے ہی دوسری طرف سے میجر پرکاش کی تیز آواز سنائی دی۔

”یس۔ میں پہنچ گیا ہوں۔ اور۔“ — عمران نے کرنل تریپاٹھی کی آواز میں کہا۔

”اوکے چیف۔ میں لینڈنگ ڈے کھول رہا ہوں۔ آپ ہیلی کاپٹر لینڈنگ پوائنٹ کی طرف لے آئیں۔ اور۔“ — دوسری طرف سے میجر پرکاش نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اور۔“ — عمران نے اطمینان بھرے انداز میں کہا کیونکہ سکرین پر ایک دائرہ سا بن گیا تھا جو جنگل کے ایک خاص حصے کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ وہی دائرہ لینڈنگ پوائنٹ ہے۔ تھوڑا ہی آگے جانے کے بعد جنگل کا ایک خالی قطعہ دکھائی دیا جہاں ایک دائرے نما بڑا سا سوراخ دکھائی دے رہا تھا اور نیچے ایک اور دائرہ اور دائرے میں سفید رنگ سے اچھ لکھا ہوا صاف دکھائی دے رہا تھا۔ جو ہیلی کاپٹر لینڈنگ کا مخصوص پوائنٹ تھا۔ عمران نے ہیلی کاپٹر اس سوراخ

من کہا۔ پرائم منسٹر سے اس کی اکثر بات ہوتی رہتی تھی۔ وہ وہاں کی صورتحال کے بارے میں وقتاً فوقتاً آگاہی حاصل کرتے رہتے تھے۔

”میجر پرکاش۔ تم نے جو پاکیشیائی ایجنٹ گرفتار کئے ہیں ان کی تعداد کتنی ہے اور وہ اس وقت کہاں ہیں۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے کہا تو میجر پرکاش بے اختیار چونک پڑا۔

”وہ پانچ ہیں جناب۔ ان میں تین مرد اور دو عورتیں ہیں اور میں نے انہیں بلیک روم میں بند رکھا ہے۔“ میجر پرکاش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا وہ ہوش میں ہیں۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے کہا۔

”نوسر۔ میں نے انہیں زیر و مثل میں ساکوم سموک گیس سے بے ہوش کر دیا تھا۔ انہیں ہوش میں لانے کے لئے میں نے انہیں اینٹی ساکوم انجکشن لگا دیئے ہیں مگر اس کے باوجود ان کا دو تین گھنٹوں سے پہلے ہوش میں آنا ناممکن ہے۔“ میجر پرکاش نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ اب غور سے سنو۔ تم فوراً جاؤ اور ان سب کو ہلاک کر دو۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ مگر سر۔ چیف نے مجھے انہیں زندہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ وہ خود یہاں آرہے ہیں۔“ میجر پرکاش نے جلدی سے کہا۔

”نائنس۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ انہیں گولیوں سے اڑا دو۔“

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی ایک بڑے چہرے والے نوجوان نے چونک کر میز پر رکھے ہوئے فون کی طرف دیکھا اور پھر فوراً چونکا ہوا گیا۔ فون باٹ لائن تھا جو ڈائریکٹ پرائم منسٹر ہاؤس سے لٹکڑ تھا۔ نوجوان سٹار سنٹر کا سیکورٹی انچارج میجر پرکاش تھا جس نے ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کی مخصوص یونیفارم پہن رکھی تھی۔ اس کا چہرہ جتنا بڑا تھا اتنے ہی اس کے چہرے پر سرد مہری اور سفاکی کے تاثرات نمایاں تھے۔ اس نے فوراً ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”لیس سر۔ میجر پرکاش بول رہا ہوں سر۔ سیکورٹی انچارج فرام سٹار سنٹر۔“ اس نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”پرائم منسٹر بول رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”لیس سر۔ حکم سر۔“ میجر پرکاش نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے

ہمیتان اور وہاں لاشیں دیکھ کر میں پریشان ہو گیا۔ پھر میں نے اس کے آفس میں دیکھا تو مجھے وہاں بھی کرنل ترپاٹھی دکھائی دیا۔ جس کی گردن ایک طرف اس انداز میں لٹکی ہوئی تھی جیسے اس کی گردن کی ٹری ٹوٹ گئی ہو۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے نہ صرف ٹاپ سیکرٹ جنسی کے افراد کو ہلاک کر دیا تھا بلکہ انہوں نے کرنل ترپاٹھی کو بھی زندہ نہیں چھوڑا تھا اور عمران کرنل ترپاٹھی کا میک اپ کر کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس وقت ہیلی کاپٹر میں سٹار سنٹر کی طرف جا رہا ہے۔ وہ لوگ ابھی ابھی وہاں سے روانہ ہوئے ہیں۔ تم فوراً پہلے اس کے ساتھیوں کو ہلاک کرو اور پھر جیسے ہی کرنل ترپاٹھی کا ہیلی کاپٹر جنگل کی طرف آئے اسے فوراً ہٹ کر دو۔ یہ میرا حکم ہے اور تم نے ہر صورت میں اس پر عمل کرنا ہے۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا اور میجر پرکاش کا چہرہ پرائم منسٹر کی باتیں سن کر حیرت سے بگڑتا جا رہا تھا۔ پرائم منسٹر کے آخری الفاظ سن کر وہ اور زیادہ بوکھلا گیا تھا۔

”اوہ۔۔۔ لیس سر۔۔۔ لیس سر۔۔۔ میں ابھی جا کر ان سب کو ہلاک کر دیتا ہوں اور جیسے ہی ہیلی کاپٹر ساماگا جنگل کی طرف آئے گا میں اسے بھی میزائل مار کر ہٹ کر دوں گا۔ آپ بے فکر رہیں سر۔ عمران اور اس کے ساتھی میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکیں گے۔ میں انہیں ختم کر دوں گا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔“ میجر پرکاش نے کہا۔

”گڈ۔ اور سنو۔ میں نے تمہیں جو حکم دیا ہے تمہیں اس پر سختی سے

فورا۔۔۔ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے غصے سے کہا۔

”لیس۔ لیس سر۔ جیسے آپ کا حکم۔“ پرائم منسٹر کی دہاڑ سن کر میجر پرکاش نے بوکھلا کر کہا۔

”اور سنو۔ کرنل ترپاٹھی کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اب وہ یہاں کبھی نہیں آئے گا۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے کہا تو میجر پرکاش حیرت سے اچھل پڑا۔

”کرنل ترپاٹھی ہلاک ہو گئے ہیں۔ یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔“ میجر پرکاش نے حیرت زدہ اور انتہائی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ اسے ہلاک کرنے والا اور کوئی نہیں پاكيشيائي ایجنٹ علی عمران ہے۔ جس کے پانچ ساتھی تمہاری قید میں ہیں۔ عمران اور اس کے دو ساتھی کرنل ترپاٹھی کے بھائی رام ویر کے ذریعے اس تک پہنچ گئے تھے اور کرنل ترپاٹھی نے عمران کو اپنا بھائی رام ویر سمجھ کر اپنے آفس میں بلا لیا تھا۔ وہاں عمران نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔

میں نے کرنل ترپاٹھی کے آفس اور اس کے ہیڈ کوارٹر میں خفیہ کیمرے لگوا رکھے ہیں۔ جس سے میں پرائم منسٹر ہاؤس میں اس کی ایکٹیویٹی چیک کرتا رہتا ہوں۔ کیمروں کے بارے میں کرنل ترپاٹھی بھی لاعلم تھا۔ جب میں نے کرنل ترپاٹھی کا ہیڈ کوارٹر چیک کرایا تو مجھے وہاں ہر طرف لاشیں ہی لاشیں دکھائی دیں جبکہ کرنل ترپاٹھی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اپنے مخصوص ہیلی کاپٹر میں سوار ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر

عملدرآمد کرنا ہے۔ ان لوگوں سے کوئی رو رعایت برتنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم سے عمران یقیناً سٹار سنٹر میں داخل ہونے کے لئے کرل ترپاٹھی کی آواز میں بات کرے گا۔ مگر تم اس کی کسی بات پر دھیان نہ دینا۔ وہ کرل ترپاٹھی نہیں ہے۔ وہ عمران ہے۔ پاکیشیا کا ایک خطرناک اور عیار ایجنٹ جو ذرا سا موقع ملنے پر بھی کایا پلٹ دیتا ہے۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”یس سر۔ میں اسے کایا پلٹنے کا کوئی موقع نہیں دوں گا۔ آپ نے مجھے یہ سب کچھ بتا کر بہت اچھا کیا ہے۔ میں اسے ایسا کوئی موقع نہیں دوں گا کہ وہ ہمارے لئے کسی بھی خطرے کا باعث بن سکے۔“ میجر پرکاش نے کہا۔

”تم سب سے پہلے جا کر عمران کے ساتھیوں کو ہلاک کرو اور پھر سٹار سنٹر کے تمام داخلی اور خارجی راستے سیلڈ کر دو۔ بلکہ ایک اور کام کرو۔ عمران کے ساماگا جنگل میں آنے سے پہلے جنگل میں ایک زارک میزائل فائر کر دو۔ اس میزائل سے نکلنے وال گیس جنگل میں پھیل جائے گی۔ عمران اور اس کے ساتھیوں سے کوئی بعید نہیں کہ وہ جنگل میں آتے ہی ہیلی کاپٹر دور چھوڑ دیں۔ وہ دوسرے راستے سے بھی جنگل میں آسکتے ہیں۔ جنگل میں زارک گیس کی موجودگی میں ان کا آگے بڑھنا دشوار ہو جائے گا اور اگر معمولی سی زارک گیس بھی انہوں نے سونگھ لی تو وہ فوراً ان کے دماغوں میں چڑھ جائے گی اور ان کے دماغوں کی رگیں فوراً پھٹ جائیں گی۔ ایسی صورت میں بھی ان کا زندہ

بچنا ناممکن ہو جائے گا۔“ دوسری طرف سے پرائم منسٹر نے کہا۔ ”اوہ۔ مگر سر۔ زارک گیس کے اثرات تو دیر تک برقرار رہتے ہیں۔ میں نے بیس پوائنٹ کی حفاظت کے لئے ریزرو فورس بلوائی ہے جو چند گھنٹوں تک یہاں پہنچ جائے گی۔ اگر میں نے جنگل میں زارک میزائل فائر کر دیا تو اس فورس میں سے بھی کوئی زندہ نہیں بچ سکے گا۔“ میجر پرکاش نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”تمہارا ریزرو فورس سے رابطہ تو ہوگا۔ تم کال کر کے فوراً انہیں جنگل میں آنے سے روک دو۔ میں ہر حال میں عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت چاہتا ہوں۔ ہیلی کاپٹر ہٹ ہونے اور جنگل میں زارک گیس سے ہی وہ ہلاک ہو سکتے ہیں۔ ورنہ ان کا راستہ روکنے کے لئے تمہاری ریزرو فورس بھی ناکام ہو جائے گی۔“ پرائم منسٹر نے کہا۔

”اوکے سر۔ میں کمانڈر سے بات کرتا ہوں اور انہیں فوراً واپس جانے کا آرڈر دے دیتا ہوں اور پھر میں آپ کے حکم سے جنگل میں زارک میزائل فائر کر دیتا ہوں۔“ میجر پرکاش نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔

”فوری طور پر میرے احکامات پر عمل کرو۔ جب میں تمہیں دوبارہ کال کروں تو مجھے عمران اور اس کے ساتھیوں کی ہلاکت کے سوا اور کچھ نہ بتانا۔ سمجھ گئے تم۔“ پرائم منسٹر نے کرخت لہجے میں کہا۔

”یس سر۔ ایسا ہی ہوگا۔ آپ بے فکر رہیں۔“ میجر پرکاش

فون گا۔ انتہائی خوفناک انداز میں۔۔۔ میجر پرکاش نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔ میز کے پیچھے سے نکل کر وہ شمالی دیوار کی طرف بڑھا۔ اس نے دیوار کے ایک حصے کو انگلی کے ناخن مار کر مخصوص انداز میں بجایا تو دیوار میں ایک چوکھٹا سا نمودار ہو گیا۔ اس کے اندر ایک بٹن تھا۔ میجر پرکاش نے بٹن پر پریس کیا تو گڑگڑاہٹ کی تیز آواز کے ساتھ دیوار ایک سائڈ پرسٹ کر غائب ہو گئی۔ سامنے ایک چھوٹی سی سرنگ تھی جس کا اختتام اندھیرے میں تھا۔ میجر پرکاش تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ سامنے ایک اور دیوار تھی۔ اس نے دیوار کے پاس جا کر اس کی جڑ کے مخصوص حصے میں بوٹ کی ٹو ماری تو دیوار درمیان سے سائڈوں میں ہٹ گئی۔ اب سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں جن کی تعداد زیادہ نہیں تھی۔ وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گیا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک دروازہ تھا۔ میجر پرکاش نے دروازے کا ہینڈل پکڑ کر گھمایا تو دروازہ کھل گیا۔ سامنے ایک بڑا ہال تھا جہاں سفید لباس پہنے بے شمار لوگ ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ ہر طرف شیشے کی بڑی بڑی دیواریں نظر آرہی تھیں۔ ہال کے درمیان میں ایک بڑی سی مشین تھی جس پر کئی افراد کام کرتے دکھائی دے رہے تھے۔

میجر پرکاش شیشے کا دروازہ کھول کر ہال میں داخل ہوا اور پھر سامنے جانے کے بجائے دائیں طرف بڑھتا چلا گیا۔ ایک اور شیشے کا دروازہ کھول کر وہ ایک کیبن نما کمرے میں آ گیا۔ اس کمرے میں چند کمپیوٹر انڈ مشینیں موجود تھیں۔ جن پر چند آدمی کام کر رہے تھے۔

نے کہا تو پرائم منسٹر نے اسے مزید ہدایات دے کر فون بند کر دیا۔ میجر پرکاش کے چہرے پر قدرے ناگواریت کے تاثرات تھے۔ جیسے وہ پرائم منسٹر کے احکامات سے ناخوش ہو۔

”حیرت ہے۔ پرائم منسٹر۔ گنتی کے چند پاکیشیائی ایجنٹوں سے اس قدر خوفزدہ ہو رہے ہیں جیسے وہ انسان نہ ہوں بلکہ بھوت ہوں۔ عمران اور اس کے دو ساتھی بھلا یہاں آ کر کیا کر لیں گے۔ یہاں میرا ہولڈ ہے۔ میجر پرکاش کا۔ میں نے جہاں ان کے پانچ ساتھیوں کو پکڑ لیا تھا تو میرے لئے بھلا مزید تین آدمیوں کو پکڑنا کیا مشکل ہو سکتا ہے۔ مجھے تو اس بات پر حیرت ہو رہی ہے کہ عمران آخر چیف پر قابو پانے میں کیسے کامیاب ہو گیا اور اس نے مجھ سے بات بھی کی تھی اور وہ چیف کے میک اپ میں یہاں آ بھی رہا ہے۔ میں نے اس عمران کی بہت تعریف سنی ہے۔ سنا ہے وہ اور اس کے ساتھی مرنے کے بعد بھی زندہ ہو جاتے ہیں۔ قطعی ناممکن۔ بھلا کوئی مرنے کے بعد بھی زندہ ہوا ہے۔ اور اگر یہ سچ ہے تو میں عمران سے یہ گھر ضرور سیکھوں گا۔ میں اس سے پوچھوں گا کہ اس کے پاس ایسا کون سا منتر ہے جسے پڑھ کر وہ اور اس کے ساتھی دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں۔ ہونہ۔ عمران یہاں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ کرنل تریپانھی کا روپ بدل کر آ رہا ہے۔ اگر ان سب کو مارنا ہی ہے تو میں انہیں اس قدر جلد اور آسان موت کیوں ماروں۔ انہوں نے میرے چیف اور بے شمار آدمیوں کو ہلاک کیا ہے۔ میں ان کی ہلاکت کا بدلہ عمران اور اس کے ساتھیوں سے خوفناک انداز میں

”میں ڈاکٹر پریتم راؤ کے کیمبن میں جا رہا ہوں۔ مجھے ان سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ جیسے ہی چیف کا ہیلی کاپٹر نظر آئے مجھے وہیں انفارم کر دینا۔“ میجر پرکاش نے کہا تو راہول نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ کیمبن سے نکل کر دوبارہ ہال میں آ گیا۔ اور رائٹ سائیڈ پر ایک لکڑی کے بنے ہوئے بڑے سے کیمبن میں چلا گیا۔ کمرے میں ایک ادھیڑ عمر آدمی موجود تھا جو میز پر لیپ ٹاپ کمپیوٹر پر انتہائی انہماک سے کام کر رہا تھا۔

”ڈاکٹر پریتم راؤ۔“ میجر پرکاش نے اس سے مخاطب ہو کر کہا تو ادھیڑ عمر چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”اوہ۔ میجر پرکاش۔ تم۔ آؤ۔ بیٹھو۔“ ڈاکٹر پریتم راؤ نے کہا تو میجر پرکاش آگے بڑھا اور اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”ایک منٹ میجر۔ میں ایک ضروری کام کر رہا ہوں۔ پھر تم سے بات کرتا ہوں۔“ ڈاکٹر پریتم راؤ نے اس سے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ آپ اطمینان سے کام کریں۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔“ میجر پرکاش نے مسکرا کر کہا تو ڈاکٹر پریتم راؤ اثبات میں سر ہلا کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ کچھ دیر وہ اپنے کام میں مصروف رہا پھر اس نے لیپ ٹاپ کمپیوٹر آف کیا اور میجر پرکاش کی طرف دیکھنے لگا۔

”لیس میجر پرکاش۔ اب بتائیں۔ کیسے آتا ہوا ہے آپ کا۔“ ڈاکٹر

میجر پرکاش ایک مشین کے قریب آ گیا۔ مشین پر کام کرنے والا آدمی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”راہول۔“ میجر پرکاش نے کہا۔

”لیس باس۔“ مشین پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”اس مشین پر لانگ ویوز کا جال پھیلا دو۔ ساماگا جنگل کو مکمل طور پر اپنی ریٹج میں لے لو۔ ابھی تھوڑی دیر میں چیف اپنے ذاتی ہیلی کاپٹر پر آرہے ہیں۔ جیسے ہی وہ آئیں مجھے فوراً خبر کرنا۔ اور ان کے لئے ہیلی پیڈ وے اوپن کر دو۔“ میجر پرکاش نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”اوکے باس۔“ نوجوان نے کہا جس کا نام راہول تھا۔

”اور تمہیں سارے جنگل پر نگاہ رکھنی ہے۔ جنگل میں کسی بھی طرف سے ایک چوہا بھی داخل ہو تو تمہیں فوراً مجھے اس کے بارے میں بتانا ہے۔“ میجر پرکاش نے کہا۔

”اوکے باس۔“ راہول نے اسی طرح سے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”اس کے علاوہ لینڈنگ پوائنٹ پر تھری تھری ون بھی آن کر رکھو۔ کسی بھی وقت اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔“ میجر پرکاش نے کہا۔

”لیس باس۔“ راہول نے کہا۔

”میں اب بھی نہیں سمجھا۔“ ڈاکٹر پریتم راؤ نے کہا۔

”چیف کے بعد مجھے جناب پرائم منسٹر کی کال آئی تھی۔ انہوں نے جو کچھ بتایا ہے اسے جان کر آپ بھی پریشان ہو جائیں گے۔“ میجر پرکاش نے کہا۔

”اوہ۔ ایسا کیا کہہ دیا ہے انہوں نے جو تم اس قدر پریشان ہو رہے ہو۔“ ڈاکٹر پریتم راؤ نے کہا تو اس نے ساری تفصیل بتا دی جسے سن کر ڈاکٹر پریتم راؤ بھی پریشان ہو گیا۔

”اوہ۔ تو تم جا کر ان پانچوں ایجنٹوں کو ہلاک کر دو اور ان کے دوسرے ساتھی جیسے ہی یہاں آئیں ان کا بھی یہی کاپڑتاہ کر دو۔ اگر پرائم منسٹر کہہ رہے ہیں تو تمہیں کسی قسم کا کوئی رسک نہیں لینا چاہیے۔“ ڈاکٹر پریتم راؤ نے کہا۔

”نہیں ڈاکٹر میں انہیں فوراً اور آسان موت نہیں مارنا چاہتا۔ انہوں نے جس طرح بیس پوائنٹ پر تباہی مچائی ہے اور عمران نے چیف کو جس بے دردی سے گردن توڑ کر ہلاک کیا ہے۔ میں ان سب کو بھی تڑپا تڑپا کر اور ایک ساتھ ہلاک کرنا چاہتا ہوں۔“ میجر پرکاش نے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تو مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ مجھے یہ سب کیوں بتا رہے ہو۔“ ڈاکٹر پریتم راؤ نے کہا۔ ان کے لہجے میں اب بھی حیرت تھی۔

”میں چاہتا ہوں کہ اگر پرائم منسٹر صاحب کی کال آئے تو آپ انہیں یہ سب نہ بتائیں بلکہ یہی کہیں کہ اول تو آپ اس سارے واقعے

پریتم راؤ نے کہا۔

”ڈاکٹر صاحب۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ بیس پوائنٹ پر چند نامعلوم افراد نے اچانک حملہ کر دیا تھا جس کے نتیجے میں ہمارے تمام افراد ہلاک ہو گئے تھے۔“ میجر پرکاش نے سلسلہ کلام جاری کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اور تم نے ان پانچ حملہ آوروں کو زیر و ثل میں ساکوم سموک سے بے ہوش کر کے گرفتار بھی کر لیا تھا۔“ ڈاکٹر پریتم راؤ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ میں نے انہیں بلیک روم میں قید کر رکھا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ ان سب کو باندھ کر ان پر سرخ بچھو چھوڑ دیتا۔ اور ان سے حقیقت اگلواتا کہ وہ کون ہیں اور انہوں نے یہاں کس مقصد کے لئے حملہ کیا تھا۔ مگر چیف نے نہ صرف ان پر سرخ بچھو چھوڑنے سے مجھے منع کر دیا تھا بلکہ انہوں نے اس وقت تک انہیں ہلاک کرنے سے بھی منع کر دیا تھا کہ جب تک وہ خود نہیں آ جاتے۔“ میجر پرکاش نے کہا۔

”تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔“ ڈاکٹر پریتم راؤ نے اس کی طرف حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”پریشانی کی بات ہے ڈاکٹر۔ چیف کئی مجھے کال آئی تھی۔ وہ دو آدمیوں کے ساتھ اپنے ذاتی ہیلی کاپٹر میں یہاں آنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔“ میجر پرکاش نے کہا۔

دینا۔“ میجر پرکاش نے کہا اور اس کی بات سن کر راہول بری طرح سے چونک پڑا۔

”اوہ۔ مگر باس اس میں تو چیف ہیں۔“ راہول نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہنا چاہا۔

”شٹ اپ۔ ہیلی کاپٹر میں چیف نہیں ہیں۔ نائنس۔ ان کے میک اپ میں پاکیشیائی ایجنٹ آئے ہیں۔ انہوں نے چیف کو ان کے ہیڈ کوارٹر میں ہلاک کر دیا ہے۔“ میجر پرکاش نے تیز لہجے میں کہا تو راہول کے ساتھ ساتھ وہاں موجود تمام دیگر افراد بھی بری طرح سے چونک پڑے۔ اور آنکھیں پھاڑ کر سکرین پر ہیلی کاپٹر کو اترتا دیکھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر پیڈ پر اتر چکا تھا۔ اور پھر چند لمحوں بعد جیسے ہی ہیلی کاپٹر کے پروں کی گردش میں کمی آئی میجر پرکاش حلق کے بل چیخ اٹھا۔

”تھری تھری ون آن کرو۔ فوراً۔“ اس نے کہا تو راہول نے مشین پر لگا ہوا ایک سرخ رنگ کا بٹن پریس کر دیا۔ سکرین پر یکبارگی تیز روشنی چمکی اور سکرین یلکھت تاریک ہو گئی۔

”گڈ شو۔ گڈ شو۔ وہ لوگ تھری تھری ون کا شکار ہو گئے ہیں۔ فوراً دلیر سنگھ کو کال کرو۔ اور اس سے کہو کہ وہ ہیلی کاپٹر میں موجود تینوں آدمیوں کو بلیک روم میں پہنچا دے۔“ میجر پرکاش نے کہا اور پھر تیز تیز چلتا ہوا کیمین سے نکلتا چلا گیا اور پھر وہ ہال سے نکل کر وائس سائیڈ پر بنی ہوئی ایک راہداری میں آ گیا۔ راہداری میں چند مسلح افراد موجود تھے۔ اس پر نظر پڑتے ہی ان کی ایڑیاں بج اٹھی تھیں۔

سے لاعلم ہیں یا پھر میں نے ان کی ہدایات پر ہی عمل کیا تھا۔“ میجر پرکاش نے کہا۔

”اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے۔ اگر تم ایسا چاہتے ہو تو میں ایسا ہی کہہ دوں گا۔“ ڈاکٹر پریتم راؤ نے مسکراتے ہوئے کہا تو میجر پرکاش کے چہرے پر جیسے خوشیوں کی آبشار پھوٹ پڑی۔

”اوہ۔ تھینک یو۔ تھینک یو ڈاکٹر۔ میں اس احسان کے لئے آپ کا تمام عمر ممنون رہوں گا۔“ میجر پرکاش نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ تو ڈاکٹر پریتم راؤ بھی مسکرا دیا۔

پھر کنٹرول روم سے راہول نے میجر پرکاش کو کال کر کے بتایا کہ چیف کا ہیلی کاپٹر آ رہا ہے تو میجر پرکاش فوراً وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور تقریباً بھاگتا ہوا کنٹرول روم میں پہنچ گیا۔ اس نے فوراً ہیلی کاپٹر میں رابطہ کیا اور بڑے محتاط انداز میں پائلٹ سے بات کرنے لگا جو اس سے کرنل تریپاشی کی آواز میں بات کر رہا تھا۔ میجر پرکاش اسے ہدایات دینے لگا کہ وہ ہیلی کاپٹر پیڈ کی طرف لے جائیں۔ تھوڑی ہی دیر میں ہیلی کاپٹر کھلے ہوئے زمین دوز ہیلی پیڈ پر اتر رہا تھا۔

”راہول۔ تھری تھری ون آن ہے نا۔“ اس نے راہول سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیس باس۔ آن ہے۔“ راہول نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

”جیسے ہی ہیلی کاپٹر کا انجن بند ہو۔ فوراً تھری تھری ون آن کر

تھری تھری دن لے آؤ۔ میں ان آنے والے نئے مہمانوں سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“ میجر پرکاش نے کہا تو ایک آدمی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

”تم سب کو حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ چیف نہیں ہے۔ بلکہ چیف کے میک اپ میں ایک پاکیشیائی ایجنٹ ہے۔ اسی لئے میں نے اسے فوراً تھری تھری ون فار کر کے بے ہوش کر دیا تھا۔ اس نے چیف کو ان کے ہیڈ کوارٹر میں ہلاک کر دیا ہے۔ اب میں اسے ہوش میں لا کر چیف اور اپنے باقی ساتھیوں کی ہلاکت کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔“ میجر پرکاش نے اپنے ساتھیوں کی حیرت دور کرتے ہوئے کہا۔ تھوڑی ہی دیر میں دلیر سنگھ واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بھری ہوئی سرنج تھی۔ اس نے عمران، ٹائیگر اور ناٹران کو تھوڑا تھوڑا انجکشن لگایا اور پیچھے ہٹ گیا۔

”جب تک انہیں ہوش آتا ہے تم ریڈ پاکٹس لے آؤ۔“ میجر پرکاش نے کہا تو دلیر سنگھ سر ہلا کر ایک بار پھر کمرے سے باہر چلا گیا۔ اسی لمحے اچانک عمران کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی تو میجر پرکاش کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

میجر پرکاش انہیں نظر انداز کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے اختتام پر ایک آہنی دروازہ تھا۔ جو بند تھا۔ دروازے کے باہر چار مسلح افراد چوکنے کھڑے تھے۔

”دروازہ کھولو۔“ میجر پرکاش نے کہا تو ایک مسلح آدمی نے دیوار کے ساتھ لگے ہوئے نمبرنگ پیڈ کے مختلف بٹن پر پریس کئے اور ایک خانے میں اس نے اپنا انگوٹھا رکھ دیا۔ اسی لمحے سرور کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے ایک وسیع کمرہ تھا۔ کمرے میں آہنی کرسیاں موجود تھیں۔ جن پر سیکرٹ سروس کے ممبران بندھے ہوئے تھے۔ ان کے سر ڈھلکے ہوئے تھے وہاں بھی چند مسلح افراد موجود تھے۔

”انہیں ہوش نہیں آیا اب تک۔“ میجر پرکاش نے ایک مسلح آدمی سے پوچھا۔

”نو باس۔“ اس نے جواب دیا۔ اسی لمحے تین آدمی مزید تین بے ہوش آدمیوں کو اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

”گڈ شو۔ انہیں بھی کرسیوں پر باندھ دو۔“ میجر پرکاش نے کہا تو وہ تینوں سر ہلا کر آگے بڑھے اور انہوں نے ان تینوں بے ہوش آدمیوں کو کرسیوں پر بٹھا کر باندھنا شروع کر دیا۔ چیف کرنل تریپاٹھی کو اس طرح باندھتے دیکھ کر مسلح افراد چونک پڑے تھے مگر کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ میجر پرکاش سے کوئی سوال کر سکے۔ اس لئے کسی نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔

”ان لوگوں کو تو ہوش میں آنے میں دیر لگے گی۔ دلیر سنگھ تم اینٹی

اس پر کسی قسم کا کوئی شک ہو گیا ہے۔

”تو تمہیں ہوش آ گیا ہے۔“ سامنے کھڑے بڑے سے چہرے والے نوجوان نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ عمران نے فوراً اس کی آواز پہچان لی۔ کہ یہی میجر پرکاش ہے جس کی اس سے ٹرانسمیٹر پر بات ہوئی تھی۔ اسی اثناء میں عمران کے باقی ساتھیوں کو بھی ہوش آ گیا تھا۔

”کیا مطلب۔ یہ کیا بکواس ہے میجر پرکاش۔ تم نے مجھے اس طرح سے کیوں باندھ رکھا ہے۔“ عمران نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کرنل ترپاٹھی کے لہجے میں انتہائی غضبناک لہجے میں کہا۔

”بہت خوب۔ تم دوسروں کی آواز کی بڑی کامیابی سے نقل کر لیتے ہو۔ داد دینی پڑے گی تمہاری اداکاری کی مسٹر علی عمران۔“ میجر پرکاش نے زہریلے لہجے میں کہا۔

”وہاٹ۔ نانس۔ میں تمہیں علی عمران دکھائی دیتا ہوں۔ بے وقوف۔ میں چیف ہوں۔ چیف کرنل ترپاٹھی۔“ عمران نے اسی انداز میں کہا۔

”اگر تم کرنل ترپاٹھی ہو تو پھر وہ کون تھا جسے تم نے اس کے ہیڈ کوارٹر میں ہلاک کیا تھا۔ بس عمران بس۔ میرے سامنے اداکاری مت کرو۔ مجھے معلوم ہے تم پاکیشیائی ایجنٹ ہو اور تم نے اور تمہارے ان دو ساتھیوں نے کرنل ترپاٹھی کے ہیڈ کوارٹر میں گھس کر اس کی گردن توڑ کر اسے ہلاک کر دیا تھا۔“ میجر پرکاش نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

عمران کی آنکھیں کھلیں تو اس نے خود کو ایک بڑے ہال نما کمرے میں پایا۔ اس کے سامنے ایک بڑے سے چہرے والا نوجوان کھڑا اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے تک تو اسے کچھ سمجھ میں نہ آیا مگر دوسرے لمحے اسے فوراً احساس ہو گیا کہ وہ ایک کرسی پر بیٹھا ہے اور اس کے جسم کے گرد رسیاں لپٹی ہوئی ہیں اور اس کے بازو پیچھے بندھے ہوئے ہیں۔ اس نے سر گھما کر دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ ابھر آئی۔ اس کے تمام ساتھی ناثران سمیت اسی کی طرح کرسیوں سے بندھے ہوئے تھے اور کمرے میں چار مشین گن بردار ان کے سروں پر موجود تھے۔

عمران سوچنے لگا کہ یہ ساری پوزیشن آخر بدل کیسے گئی۔ وہ ناثران اور ٹائیگر کے ساتھ زمین دوز ہیلی پیڈ پر اتر گیا تھا اور اس سے میجر پرکاش جس انداز میں بات کر رہا تھا اس سے بھی ظاہر نہیں تھا کہ اسے

کہا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے بھاری مرتبان تھام رکھا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ مرتبان کے منہ سے کپڑا کیسے ہٹائے۔ ایک لمحے کے لئے وہ ساکت کھڑا رہا جیسے فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ وہ اب کیا کرے۔

”تم پریشان کیوں ہو رہے ہو۔ میں تمہارا کام کر دیتا ہوں۔“
عمران نے بڑے مطمئن انداز میں کہا اور دوسرے لمحے دلیر سنگھ بری طرح سے چپخٹا ہوا اچھل کر پشت کے بل پیچھے کھڑے میجر پرکاش سے جا ٹکرایا۔ عمران کی لات پوری قوت سے اس کی ناف پر پڑی تھی۔ دلیر سنگھ نے دونوں ہاتھوں سے مرتبان تھام رکھا تھا۔ زور دار لات کھانے اور پیچھے کھڑے میجر پرکاش سے ٹکرا کر گرنے کے باوجود اس نے مرتبان نہیں چھوڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ مشین گن بردار کچھ سمجھتے عمران اچانک اپنی کرسی سے اچھلا اور ایک مشین گن بردار پر جھپٹا اور اس نے بڑی پھرتی سے اس کے ہاتھ سے مشین گن چھین لی اور دوسرے لمحے اس کی مشین گن کی ٹرٹزا ہٹ کے ساتھ ہی دیوار کے ساتھ کھڑے مشین گن برداروں کی چیخیں بلند ہوئیں اور وہ مردہ چھپکلیوں کی طرح زمین پر گرتے چلے گئے۔ عمران نے ایک ہی حملے میں تمام مشین گن برداروں کو جہنم واصل کر دیا تھا۔

”اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ میجر پرکاش۔ چیخیں تو اب تمہاری بلند ہوں گی۔“ عمران نے نیچے گرے ہوئے میجر پرکاش کی طرف دیکھتے ہوئے غرا کر کہا لیکن اسی لمحے دلیر سنگھ نے مرتبان زمین پر رکھ کر اپنے

”لگتا ہے تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے میجر پرکاش۔ میں کرنل تریپاٹھی ہوں۔ ٹاپ سیکرٹ ایجنسی کا چیف۔“ عمران نے اور زیادہ غصیلے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے کمرے میں ایک اور نوجوان داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں شیشے کا بڑا سا مرتبان تھا جس میں سرخ رنگ کے چھوٹے چھوٹے بے شمار بچھو دکھائی دے رہے تھے۔ مرتبان کا منہ کپڑے سے بندھا ہوا تھا۔

”دلیر سنگھ۔“ میجر پرکاش نے عمران کی بات کا جواب دینے کی بجائے آنے والے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس باس۔“ دلیر سنگھ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
”مرتبان کا منہ کھولو اور اس میں موجود تمام بچھو اس پر الٹ دو۔ میں دیکھتا ہوں یہ کب تک میرے سامنے اس طرح اداکاری کرتا ہے۔“ میجر پرکاش نے کہا۔

”یس باس۔“ دلیر سنگھ نے کہا اور مرتبان لے کر عمران کی طرف بڑھ گیا۔

”میں تم سے آخری بار کہہ رہا ہوں میجر پرکاش۔ اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ۔ ورنہ۔“ عمران نے کہا۔

”دلیر سنگھ۔ جلدی کرو۔ میں اس کے حلق سے کر بناک چیخیں سننا چاہتا ہوں۔“ میجر پرکاش نے دلیر سنگھ سے مخاطب ہو کر تیز لہجے میں کہا۔

”یس۔ یس باس۔“ دلیر سنگھ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں

نے ٹائیگر کی رسیاں کھولتے ہوئے کہا اور دوبارہ میجر پرکاش کی طرف بڑھ گیا۔ ٹائیگر کی کھولی ہوئی رسی وہ ساتھ لے گیا تھا۔

ٹائیگر نے اٹھ کر باقی ساتھیوں کو کھولنا شروع کر دیا۔ چند ہی لمحوں میں سب ممبران آزاد ہو گئے۔ عمران میجر پرکاش کو اٹھا کر کرسی پر ڈالا اور رسی سے باندھ دیا۔ کیپٹن کھلیل، تنویر، صفدر اور جولیا نے آگے بڑھ کر مردہ افراد کی مشین گنیں اٹھالی تھیں۔

”ریڈ پاکٹرس۔ کیا یہ ان بچھوؤں کا نام ہے۔“ کراسی نے خوف بھری نظروں سے مرتبان میں موجود سرخ رنگ کے بچھوؤں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ عمران نے کہا۔

”ہمیں۔ فوراً باہر جانا چاہیے۔ یہاں لازماً اور مسلح افراد بھی ہوں گے۔“ جولیا نے کہا۔ اسی لمحے باہر سے دوڑتے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور وہ سب یہ آوازیں سنتے ہی برق رفتاری سے دروازے کی سائیڈوں سے لگ گئے اور انہوں نے مشین گنیں سیدھی کر لیں۔ اسی لمحے باہر سے چار مسلح افراد تیزی سے اندر آ گئے۔ ان کے اندر آنے کی دیر تھی کہ تنویر اور جولیا کی مشین گنیں ایک ساتھ شعلے اگلنے لگیں اور وہ چاروں چیختے ہوئے دروازے پر ہی ڈھیر ہو گئے۔

”تنویر دروازے پر جا کر کھڑے ہو جاؤ۔ جو اس طرف آنے کی کوشش کرے اسے فوراً ہلاک کر دینا۔“ عمران نے کہا تو تنویر سر ہلا کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عمران نے ٹائیگر کو اشارہ کیا تو ٹائیگر

جسم کو زمین پر مخصوص انداز میں گھماتے ہوئے عمران کے پیٹ میں ٹکر مارنے کی کوشش کی مگر عمران تیزی سے گھوما۔ اور دلیر سنگھ فرش پر گرے میجر پرکاش سے ٹکرا کر دوبارہ نیچے جا گرا۔ عمران نے دلیر سنگھ کی ٹکر سے بچتے ہوئے گھوم کر پوری قوت سے زمین سے اٹھتے ہوئے میجر پرکاش کے سینے پر لات جمادی اور میجر پرکاش اس طرح ڈکرایا جیسے اس کے جسم سے روح نکل رہی ہو۔ عمران کی لات کی ضرب ٹھیک اس کے دل کے مقام پر پڑی تھی۔ جس سے میجر پرکاش کے ہاتھ پیر ایک لمحے کے لئے پھیلے اور سمٹے اور پھر ساکت ہو گئے۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ منہ کے بل گرنے والے دلیر سنگھ نے تیزی سے پلٹ کر اٹھتے ہوئے عمران کی طرف بڑھنا چاہا مگر عمران نے لیٹے لیٹے فوراً ٹریگر دبا دیا۔ اور دلیر سنگھ کے حلق سے بھیاٹک چیخ نکلی اور اس کے جسم سے جیسے خون کے فوارے چھوٹ پڑے۔ وہ گر کر چند لمحے تڑپتا رہا اور ساکت ہو گیا۔ میجر پرکاش اسی طرح بے ہوش پڑا تھا۔ عمران نے ایک نظر اسے دیکھا اور ٹائیگر کی طرف بڑھ گیا۔

”تم نے اس میجر پرکاش کو زندہ کیوں چھوڑ دیا ہے۔ اسے بھی اڑا دو گولیوں سے۔“ جولیا نے عمران کی طرف تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”اتنا بڑا میجر قسم کا آدمی۔ اتنی جلدی مر جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس نے ہمیں ریڈ پاکٹرس کے عذاب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ذرا ریڈ پاکٹرس کے عذاب کا مزہ اسے بھی تو چکھ لینے دو۔“ عمران

”ارے۔ ابھی تو میں مرتبان تمہارے پاس ہی لایا ہوں اور تم ابھی سے منمنانے لگے۔“ — عمران نے کہا۔

”تت۔ تم۔ مجھ پر ریڈ پاکٹس چھوڑنا چاہتے ہو۔ مت چھوڑو۔ فار گاڈ سیک۔ مت چھوڑو۔“ — عمران کو مرتبان کے کپڑے کی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھ کر میجر پرکاش نے بری طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

”اگر تم اس خوفناک عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو بتاؤ۔ ڈاکٹر پریم راؤ کہاں ہے اور وہ لانگ ویوز مشین کہاں ہے۔“ — عمران نے اس کی طرف سر د نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”بب۔ بتاتا ہوں۔ سب بتا دوں گا بلکہ میں تمہیں وہاں لے جاؤں گا۔ پپ۔ پلیز مجھے چھوڑ دو۔“ — اس نے کہا۔

”باہر کتنے مسلح افراد موجود ہیں۔“ — عمران نے اس سے پوچھا۔

”اس راہداری میں چند افراد تھے۔ دوسری طرف ایک اور راہداری ہے۔ وہاں بیس سے پچیس افراد موجود ہیں۔“ — اس نے کہا۔

”راہداری یہاں سے کتنی دور ہے۔ اور کیا وہاں تک فائرنگ کی آواز نہیں سنائی دیتی۔“ — عمران نے کہا۔

”تمام راہداریاں ساؤنڈ پر دف ہیں۔ سامنے ایک دروازہ ہے۔ اس سے گزر کر ایک سرنگ میں جاؤ گے تو تمہیں دائیں طرف راہداری اور وہاں موجود مسلح آدمی دکھائی دے جائیں گے اور اسی راہداری کے دوسرے سرے پر وہ مشین موجود ہے۔ جس پر ڈاکٹر پریم راؤ اور اس

میجر پرکاش کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے میجر پرکاش کے منہ اور ناک پر ہاتھ رکھا تو چند ہی لمحوں میں میجر پرکاش کے جسم میں حرکت آ گئی۔ یہ دیکھ کر ٹائیگر نے ہاتھ ہٹا لئے۔ اسی لمحے میجر پرکاش کی کراہ سنائی دی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر ان سب کو آزاد دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیلتی چلی گئیں۔

”تت۔ تم آدی نہیں ہو سکتے۔ تت۔ تم رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔“ — میجر پرکاش نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”یہ کمال میرے ناخنوں کا ہے سر۔ میرے تیز ناخنوں کے سامنے رسیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے طنز یہ لہجے میں کہا۔

”مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے واقعی پرانے منسٹر کی ہدایات پر عمل کر لینا چاہیے تھا۔ تم جیسے لوگوں کو اس طرح زندہ چھوڑنا واقعی مصیبت کا باعث بن جاتا ہے۔“ — میجر پرکاش نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”تم ہم پر ریڈ پاکٹس چھوڑ کر ہماری چیخیں سننا چاہتے تھے نا۔ اب میں تم پر ریڈ پاکٹس چھوڑوں گا اور ہم سب تمہاری چیخیں سنیں گے۔ کیا خیال ہے۔ سناؤ گے ہمیں اپنی چیخیں۔“ — عمران نے کہا۔ اس نے آگے بڑھ کر زمین پر پڑا ہوا مرتبان اٹھایا اور اس کے قریب لے آیا۔ یہ دیکھ کر میجر پرکاش کا رنگ اڑ گیا۔

”نن۔ نہیں۔ اسے مت کھولنا۔ مم۔ میں۔ میں۔“ — میجر پرکاش نے لرزتے ہوئے کہا۔

موجودہ سائنسدانوں اور انجینئروں کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔
 ”ڈاکٹر پریم راؤ کون ہے۔“ — عمران نے ان کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”وہ اپنے کیبن میں ہیں۔“ — ایک آدمی نے لکڑی کے ایک کیبن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو عمران بجلی کی سی تیزی سے اس کیبن کی طرف بڑھا۔ اس نے زوردار لٹ مار کر ایک دھماکے سے کیبن کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہاں ایک ادھیڑ عمر شخص بڑے انتہاک سے بیٹھا ایک لیپ ٹاپ کمپیوٹر پر کام کر رہا تھا۔ کیبن کی دیواریں دیکھ کر عمران سمجھ گیا کہ کیبن مکمل طور پر ساؤنڈ پروف ہے۔ ورنہ اندر بیٹھا ہوا ادھیڑ عمر شخص فائرنگ کی آوازیں سن کر فوراً ہار آ جاتا۔
 ”کیا مطلب۔ کون ہو تم اور تم اس طرح اندر کیوں آئے ہو۔“
 ادھیڑ عمر نے چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے عمران کی مشین گن سے گولیاں نکلیں اور ادھیڑ عمر کے سامنے رکھے ہوئے لیپ ٹاپ کمپیوٹر کے پرزے اڑتے چلے گئے۔ فائرنگ ہوتے ہی ادھیڑ عمر فوراً دائیں طرف جھک گیا تھا۔ عمران سمجھ گیا کہ یہی ڈاکٹر پریم راؤ ہے۔

”یہ۔ یہ تم نے کیا کیا۔ تم۔ تم۔ تم۔“ — ڈاکٹر پریم راؤ نے بوکھلا کر اٹھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اٹھتے ہی وہ گھبرا کر دوبارہ کرسی پر گر گیا تھا۔

”ڈاکٹر پریم راؤ۔ پاکیشیا سے جو بلاسٹنگ کوڈز کی ڈیٹا ڈرائیو لائی

کے ساتھی کام کر رہے ہیں۔“ — میجر پرکاش نے کہا۔ وہ بدستور خوفزدہ نظروں سے عمران کے ہاتھوں میں موجود بچھوؤں سے بھرے مرتبان کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کی زبان بڑی روانی سے چل رہی تھی۔ عمران اس سے سوال کرتا رہا اور وہ خوف بھرے انداز میں اسے جواب دیتا رہا۔ پھر عمران سر ہلا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے مرتبان ایک طرف رکھا اور جولیا کو اشارہ کیا تو جولیا نے مشین گن کا رخ میجر پرکاش کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی میجر پرکاش کے جسم میں سوراخ بنتے چلے گئے۔

”آؤ۔“ — عمران نے ایک مشین گن اٹھاتے ہوئے کہا اور وہ سب اس کے پیچھے کمرے سے باہر آ گئے۔ پھر وہ میجر پرکاش کے بتائے ہوئے راستوں سے ہوتے ہوئے سرنگ میں آ گئے۔ وہاں چھ مسلح افراد موجود تھے۔ عمران اور ان کے ساتھیوں نے فائرنگ کر کے انہیں وہیں ڈھیر کر دیا۔ اور پھر وہ اسی طرح مسلسل اور تیز رفتار انداز میں فائرنگ کرتے ہوئے دوسری راہداری کی طرف بڑھ گئے۔ اس سے پہلے کہ راہداری میں موجود مسلح افراد ان پر جوابی فائرنگ کرتے انہوں نے ان سب کو بھون کر رکھ دیا۔ اور پھر وہ ایک دروازہ کھول کر اس شیشے کے بنے کیبنوں والے ہال میں داخل ہو گئے۔ جہاں بے شمار افراد ایک بڑی مشین پر کام کر رہے تھے۔ وہاں چند مسلح افراد بھی تھے جنہیں عمران نے لمحوں میں ہلاک کر دیا تھا اور پھر وہ سب تیزی سے ہال میں پھیل گئے۔ ان سب کو اس طرح ہال میں آتے دیکھ کر وہاں

تھے۔ اور اس مشین کو بھی تباہ کر دو۔“ — عمران نے تیز آواز میں کہا اور اس کی بات سن کر وہاں موجود سفید لباس والے بری طرح سے چیخ اٹھے۔ مگر عمران کا حکم ملتے ہی اس کے ساتھیوں نے فائر کھول دیئے تھے اور ان کی احتجاجی چیخوں نے کرناک چیخوں کا روپ دھار لیا۔ ان سب کو ہلاک کرنے کے بعد انہوں نے فائرنگ کر کے ان مشینوں کو بھی تباہ کر دیا جن پر وہ کام کر رہے تھے۔ ایک کیبن میں جولیا اور اس کے ساتھیوں کو اپنا سامان بھی مل گیا تھا جس میں دو ٹائم بم بھی تھے۔ عمران کے کہنے پر دونوں ٹائم بم اس بڑی مشین پر لگا دیئے گئے اور پھر وہ سب وہاں سے نکلتے چلے گئے۔ انہوں نے کیبنوں میں موجود تمام افراد کو بھی ہلاک کر دیا تھا۔ ایک کیبن میں عمران کو کنٹرول روم مل گیا تھا۔ جہاں جا کر اس نے سب سے پہلے ایک مشین پر ہیلی پوائنٹ کی طرف جانے والا راستہ تلاش کیا اور ہیلی کاپٹر کے اوپر سے چھت کھول دی۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ ہیلی کاپٹر میں سوار نہایت تیزی سے ساماگا جنگل سے نکلے جا رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر کافی کشادہ تھا جس میں وہ سب آسانی سے سما گئے تھے۔ جنگل میں ابھی ٹاپ سیکرٹ سروس کی ریزرو فورس نہیں پہنچی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان پر باہر سے کوئی حملہ نہیں کیا گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر چونکہ ٹاپ سیکرٹ سروس کے چیف کرنل تریپانھی کا تھا۔ اس لئے عمران اسے اطمینان سے دادی مشکبار کی طرف اڑائے چلا جا رہا تھا۔ دادی مشکبار میں داخل ہونے سے پہلے اس نے وہاں ایک

گئی ہے۔ کہاں ہے وہ۔ جلدی بتاؤ۔ ورنہ اس کمپیوٹر کی طرح میں تمہاری کھوپڑی کے بھی پر نچے اڑا دوں گا۔“ — عمران نے اچھل کر اس کے قریب جاتے ہوئے انتہائی کراخت لہجے میں کہا۔
 ”اوہ۔ تت۔ تم۔ تم۔“ — ڈاکٹر پریتم راؤ کے منہ سے نکلا۔
 ”ڈیٹا ڈرائیو کے بارے میں بتاؤ جلدی۔“ — عمران نے غراتے ہوئے کہا اور ہاتھ بڑھا کر مشین گن اس کے سر سے لگا دی۔
 ”دیتا ہوں۔ مم۔ مجھے مت مارو۔ پلیز۔ میں ڈیٹا ڈرائیو دیتا ہوں۔“
 ڈاکٹر پریتم راؤ نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں میز کی دراز کھولی اور پھر اس نے ایک یو ایس بی ڈیٹا نکال کر عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران نے ڈرائیو کو الٹ پلٹ کر دیکھا پھر اس نے مطمئن انداز میں سر ہلا کر ڈرائیو احتیاط سے اندرونی جیب میں ڈال لی۔ اس نے ریڈ لیبارٹری میں جو تصویریں دیکھیں تھیں۔ ان میں اس ڈیٹا ڈرائیو کی بھی ایک تصویر تھی جس سے عمران نے اسے فوراً پہچان لیا تھا۔

”گڈ بائے۔ ڈاکٹر۔“ — عمران نے کہا اور اس نے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ڈاکٹر پریتم راؤ کی کھوپڑی سینکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر بکھر گئی۔

ڈاکٹر پریتم راؤ کو ہلاک کر کے عمران کیبن سے باہر آ گیا۔

”ان سب کو اڑا دو گولیوں سے۔ یہ انسان نہیں درندے ہیں۔ جو بے گناہ اور معصوم انسانوں کی ہلاکت کے لئے اس مشین پر کام کر رہے

عمران سیریز میں تہلکہ خیز شاہکار ناول

مصنف ظہیر احمد ڈاکٹمنڈ بلاسٹر

مکمل ناول

ڈاکٹمنڈ بلاسٹر: ایک انوکھا اور انقلابی فارمولہ۔

ڈاکٹمنڈ بلاسٹر: ایک ایسا فارمولہ جس سے پاکستان کے سامنے تمام سپرپاورز
گننے نیک سکتی تھیں۔

ریحانہ ملک: کون تھی۔ جس کے ماں باپ کو انتہائی بے رحمی اور سفاکی سے
قتل کر دیا گیا تھا۔

پروفیسر جلیل آفتدی: جو گریٹ لینڈ کے صف اول کے سائنسدان ہونے کے
باوجود پاکستان کے لیے کام کر رہے تھے۔ کیوں؟

بلیک کنگ: کون تھا۔ جس کے کئی روپ تھے۔

بلیک کنگ: جو گریٹ لینڈ میں جرائم پیشہ دنیا کا بے تاج بادشاہ تھا۔

مادام کرسٹا: بلیک کنگ کی دست راست۔ جو گریٹ لینڈ میں عمران اور اس
کے ساتھیوں کی موت بن کر انہیں تلاش کر رہی تھی۔

ہارڈمین: عمران کا ایک ایسا دوست جو دولت کے لیے بک گیا تھا۔ اور؟

وہ لمحہ: جب عمران بلیک کنگ کی حقیقت جاننے کے لیے در بدر بھٹک رہا تھا۔

وہ لمحہ: جب عمران اور اس کے ساتھیوں کے گروہوں پر موت منڈانے

لگی۔ اور پھر؟

تحریک آزادی کے کمانڈر ابو عبد اللہ سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ کیا اور پھر وہ
وادی مشکبار میں داخل ہو گئے۔ جہاں سے وہ مقبوضہ علاقوں سے نکل کر
آسانی سے پاکستان پہنچ سکتے تھے۔

ابھی وہ جنگل سے نکل کر تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ ساماگا
جنگل میں یکے بعد دیگرے دو خوفناک دھماکے ہوئے اور انہوں نے
وہاں آگ کا طوفان سا بلند ہوتے دیکھا۔ ٹائم بم اپنے مقررہ وقت پر
پھٹ گئے تھے جس سے سارے سفر تباہ ہو گیا تھا۔

”اب تو بتا دو اپنے دل کی بات۔ اب تو مشن مکمل ہو چکا ہے۔“
جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اوہ۔ دل کی بات۔ وہ بھی تنویر کے سامنے۔“ عمران نے
بوکھلا کر کہا تو وہ سب بے اختیار مسکرا دیئے جبکہ جولیا نے برا سامنے بنا
لیا۔

ختم شد